ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا

نرخنامہ چندہ

سالانہ عہ/

ششماہی عہ

فی پرچہ ۱/

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)



رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ اشتہار

فی صفحہ ۸/

نصف صفحہ ۵/

چوتھائی صفحہ ۳/

جلد	۷ و ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۹ء	نمبر ۱-۲

فہرست مضامین

"پیام تعلیم"

اس مرتبہ کافی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں جامعہ کے نتائج کا انتظار تھا اور اسی لئے ۷ کا پرچہ ۲۱ تک نہ شائع ہو سکا - اب مجبوراً دونوں پرچے ایک ساتھ شائع کئے جاتے ہیں - خریداران "پیام تعلیم" کے بقیہ صفحے ہمارے ذمہ قرض رہیں گے -

(ایڈیٹر)

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

۲ مئی کو بم، قتل اور سرخ خطوں کے سلسلہ میں **پولیس** نے مختلف بڑے بڑے شہروں میں خانہ تلاشیاں لیں اور کچھ لوگوں کو گرفتار بھی کیا۔ ان گرفتار کئے جانیوالوں میں کچھ طلبا بھی ہیں، دہلی میں کانگریس کمیٹی کے دفتر پر بغیر کسی کی موجودگی کے تلاشی لیگئی، بنارس میں گاندھی آشرم کا جائزہ لیا گیا، الہ آباد میں ٹاؤن ہال وغیرہ پر دھاوا ہوا۔

باخبر حلقوں میں یہ افواہ گرم ہے کہ **صوبجات متوسط** کے گورنر وہاں کی کونسل کا خاتمہ کر دیں گے، اس لئے کہ وزارت کو متعدد شکستیں اٹھانی پڑیں، جس کا حل ان کے نزدیک صرف یہی ہو سکتا ہے کہ کونسل کو توڑ دیا جائے۔

---

۲۵ راپریل کو سوت اُون اور ریشم کاتنے اور بننے والے **کاریگروں** کی مجلس نے یہ اعلان شائع کیا تھا کہ جمعہ کی دوپہر کو تمام مزدور اور کاریگر کام چھوڑ دیں۔ چنانچہ اب اس کے بعد ۶۴ ملیں بند ہو چکی ہیں اور ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں نے بالکل کام چھوڑ دیا ہے۔

حکومت بمبئی نے تعلقہ **بردولی** کے کسانوں کی مشکلات کے متعلق جو کمیٹی تحقیقات کے لئے مقرر کی تھی اس نے اپنی رپورٹ مرتب کر کے حکومت کے پاس بھیجدی ہے۔ کمیٹی مذکور نے متفقہ طور پر کسانوں کی شکایات کو بجا ٹھیرایا ہے، نیز یہ امر حکومت پر واضح کیا ہے کہ مزارعین کی حالت کو پیش نظر رکھ کر کسی حالت میں بھی یہ مناسب نہیں کہ شرح لگان میں کوئی اضافہ کیا جائے۔

حکومت ہند اور افغان انجمن ہلال احمر کے طبی وفد کے درمیان جو ایک عرصہ سے خط وکتابت جاری تھی اور حکومت کسی طرح اس وفد کو جانے دینے پر راضی نہ تھی بالآخر بابا کی کوششوں سے اجازت مل گئی، اب ایک اعلان تمام اخبارات میں شائع کیا گیا ہے کہ جو لوگ اس وفد سے ہمدردی رکھتے ہوں وہ اس کی امداد کریں نیز

ہندوستان سے باہر

حکیموں اور ڈاکٹروں سے خاص طور پر یہ اپیل ہے کہ جو اس شریف خدمت کے لئے تیار ہوں اپنا نام سکرٹری کے پاس بھیجدیں۔

کابل کی تازہ ترین خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ سقہ اور غازی امان اللہ خان کی فوجوں میں جنگ برابر جاری ہے، اور ہر روز بہت سے زخمی خاص شہر کابل میں رسے جاتے ہیں، شہر کی حالت بہت قابل رحم ہے، چیزیں بہت گراں ہو رہی ہیں۔ آٹا کم ہو کر دو سیر تک آچکا ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سابق حکومت افغانستان کے قرضہ کی کفالت کے طور پر روسیوں نے خزانہ شاہی پر قبضہ جما رکھا ہے۔

۴ مئی کے اردو اور انگریزی اخبارات نے ایک افغانی مسافر سے جو کابل سے جلاوطن ہو کر پشاور پہونچا ہے اسکا یہ بیان نقل کیا ہے کہ **بچہ سقہ** نے ایک فوج غزنی روانہ کی تھی جس نے شکست کھا کر غازی موصوف کی بیعت کر لی۔

یکم مئی جو خاص **مزدوروں کا دن** ہے اسدن یورپ بھر میں تمام مزدور اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں، ہڑتال کرتے ہیں اور سرمایہ داروں کے خلاف طرح طرح کے مظاہرے کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سال سے پہلے ہی یورپ کے حکاموں نے احتیاطی تدابیر اسلئے اختیار کی تھیں کہ گزشتہ سال مختلف مقامات اور شہروں میں بلوے ہو گئے تھے لیکن اس سال باوجود ان احتیاطی تدبیروں کے اکثر مقامات پر پولیس اور مزدوروں کے درمیان متعدد جھڑپیں رونما ہوئیں چنانچہ برلن میں مظاہرہ کرنے والوں نے پتھر اور اینٹیں پولیس پر پھینکیں اور لاٹھیاں بھی استعمال کیں پولیس نے گولیاں چلائیں اور بہت سے مزدور مجروح ہوئے۔

پیرس میں بھی اسیدن مظاہرہ کرنیوالوں کو بعض مقامات پر روکا گیا اور ۱۴۳ اشخاص اشتراکی ہونیکے شبہ میں گرفتار کر لئے گئے ریگا وغیرہ میں بھی عام کیطرف سے تشدد برتے گئے۔ البتہ چین میں قومی حکومت نے اس **یوم مزدور** منانے کے لئے تعطیل دیدی تھی۔

طلبا اور سیاسیات

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے زرین خیالات

مسلم یونیورسٹی کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب موصوف اس کے تقسیم انعامات کے سلسلہ میں باوجود اپنے گوناگوں مشاغل کے علی گڑھ تشریف لیگئے تھے، جہاں پر آپ نے ملک کے سیاسیات پر چند ان خیالات کا اظہار فرمایا جس کے ضروری اقتباسات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ایڈیٹر)

ہمارے سامنے جو مسائل اس وقت درپیش ہیں، ان کی دو نوعیتیں ہیں، ایک قومی اور دوسری جماعتی - اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے خیالات اور اعمال کو کس طرح ڈھالیں کہ ہم بہ حیثیت قوم کے وہ مرتبہ حاصل کریں جو ہم بلاسحاظ اختلاف خیالات حاصل کرنا چاہتے ہیں - دوسرے یہ کہ ہم مسلمان بہ حیثیت فرقہ یا جماعت کے اپنی اخلاقی، ذہنی اور معاشرتی خامیوں اور کمزوریوں کو کیونکر رفع کریں اور اپنے کو ملک کی اس عام سطح پر لائیں جس سے ہم ایک طرف اپنی جماعت یا فرقہ کی خدمت کر سکیں اور دوسری طرف اپنے ملک کی -

اختلافات میں ہم آہنگی

اتنی بات ہر شخص جانتا ہوگا کہ بہ حیثیت قوم کے ہماری ترقی کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور خیالات میں ملک کے تمام سیاسی میلانات کیساتھ ایک امتزاج اور یکانگت پیدا کریں - میں یہ نہیں کہتا کہ سیاسی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں اختلافات آرا کو برا بھلا کہا جائے - دنیا میں تمام حکمت و دانائی اختلافات و مباحث ہی کا نتیجہ تھے گزشتہ زمانہ کی انسانی ترقی تمام ان لوگوں کی رہین منت ہے جو ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتے تھے - اگر تمام لوگ مذہب فلسفہ اور سیاست میں ایک خیال اور ایک عقیدہ رکھتے تو کسی قسم کی ترقی ممکن نہ ہوتی - ایک اچھے خوبصورت باغ کی طرح ایک باقاعدہ مسلم سوسائٹی کے اندر جس چیز کی ضرورت ہے، وہ یکسانیت اور یکرنگی نہیں ہے جس طرح ایک باغ میں ایک ہی قسم کے پھول اور ایک ہی طرح کے پودے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ مختلف رنگ کے پھولوں اور مختلف قسم کے بیل بوٹوں کی ضرورت ہے تاکہ ان اختلافات کی باہمی ہمرنگی اور ہم آہنگی سے تمام باغ کا حسن دوبالا ہو، اسی طرح ہر جماعت میں بھی اختلافات کا موجود ہونا ناگزیر ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ کب ہم کو اختلاف کرنا چاہیئے اور کب اتفاق ضروری ہے یہی ہمارے سیاسی تدبر اور اخلاقی قوت کی امتحان کا وقت ہوتا ہے - بہ حیثیت قوم کے ہماری ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ کتنے دل سے ساتھ آپس میں مفاہمت اور سمجھوتہ کے لئے آمادہ رہیں مغرب کی تمام بڑی بڑی قوتیں انگلستان فرانس، امریکہ اور جرمنی سب جانتی ہیں کہ کب اختلاف کرنا چاہیئے اور کب اس کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے - ان میں بھی بہت سے دشوار مسائل اور شدید اختلافات ہیں، لیکن وہ اپنے اختلافات کو ایک حد معین سے آگے بڑھنے نہیں دیتیں - ان کی کوئی جماعت خواہ سیاسی ہو یا معاشی، دوسری جماعتوں کے ساتھ یہ کہکر اتحاد عمل سے انکار نہیں کرتی کہ وہ اس وقت تک ان کا ساتھ نہ دے گی جب تک کہ اس کے تمام شرائط منظور نہ کر لئے جائیں اور نہ وہ اسے اپنی کوئی دانشمندی سمجھتی ہے کہ وہ اپنے مطالبات کو اس طرح پیش کرے جس کی ملک کی عام حالت مقتضی نہ ہو - اگر سوئزرلینڈ جیسے ملک میں جو ہمارے ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے صوبہ سے بھی چھوٹا ہے، تین قومیں، دو مذاہب اور تین زبانیں ساتھ ساتھ قایم رہ سکتی ہیں، تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں ہندو مسلمانوں کیلیے گنجایش نہ ہو - میں یہاں کسی آئین و دستور کی اسکیم پر بحث نہیں کرونگا جو ہمارے فرقہ وارانہ اور جماعتی اختلافات کو طے کرنے کے لئے ملک کے سامنے پیش کی گئی ہو جس چیز کی ہمیں سب سے مقدم ضرورت ہے، وہ ایک اچھے دستور کی نہایت موزوں اور مناسب الفاظ میں دفعات نہیں ہیں بلکہ وہ یگانگت، اتحاد عمل اور نیک نیتی کا جذبہ ہے جس پر ہر دستور کا دار و مدار ہے - اگر ہم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر تمام مسائل حل ہو گئے -

بغیر اس جذبہ کے کوئی حل ممکن نہیں۔ کوئی ڈیڑھ سو برس پہلے شمالی امریکہ کی ریاستوں کے نمایندے، جو اب جمہوریہ امریکہ کے بانی کہے جاتے ہیں، اس غرض سے جمع ہوئے کہ ایک قومی دستور وضع کریں۔ اس پر بڑے بڑے جھگڑے اور اختلافات ہوئے لیکن بالآخر انھیں متفق و متحد ہونا ہی پڑا اور جس انسانی تدبر اور دور اندیشی سے انھوں نے اس موقع پر کام لیا، اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ضروری انتباہ

لہذا میں اپنے اس فرض میں کوتاہی کروں گا جو آپ نے مدعو کرکے مجھ پر عاید کیا ہے، اگر میں آپ کی توجہ ان مسائل پر نظر غائر ڈالنے کے لئے مبذول نہ کراؤں جو آج ہمارے سامنے درپیش ہیں۔ اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے چھوٹے موٹے معاملات کو بڑے بڑے اصولوں کی خاطر قربان نہ کرسکیں اور ایک نقطہ پر نہ آسکیں تو کیا نتیجہ ہوگا؟ تصادم، نااتفاقی، ناکامی اور تباہی یہ ہمارا انجام ہوگا۔ اور جب کسی ملک پر تباہی آتی ہے تو سب سے زیادہ کون اس تباہی کا شکار ہوتا ہے طاقتور یا کمزور؟ اکثریت یا اقلیت؟ یہ خیال کرنا حماقت ہے کہ وہ معاشرتی اور اقتصادی قوتیں جو ہمارے ملک کی تباہی کا باعث ہونگی، ہم ان سے بالکل محفوظ رہیں گے۔

اس کے بعد میں دوسرے مسئلہ کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ تمام لوگوں کے دلوں میں عام طور سے یہ خیال ہے کہ مسلمان بہت پیچھے ہیں اور مسلمان اپنی اس کمزوری کا بجائے اس کے کہ یہ بانگ دہل اعلان کریں، اور اسلئے اس بنا پر تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ کیا ایسی بات نہیں ہے جس پر اس بڑے نبی اکرم کے پیرووں اور ان اسلاف کے جانشینوں کو شرم آئے۔ کسی قوم کو کمزور رہنے کا حق نہیں ہے اور اگر کسی کو یہ حق حاصل ہے تو وہ اس بنا پر دوسری قوموں کی ترقی میں حایل ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہے۔ علاوہ اس کے اگر یہ خیال کہ مسلمان بہ حیثیت مسلمان کے ہمیشہ سست، نااہل اور پیچھے رہیں گے، ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تو یہ افسانہ ایک واقعہ بن جائے گا۔ اور کل کو ہماری یہ قوم دراصل وہی ہو جائے گی جس کا آج اس کو گمان ہو رہا ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ افسوسناک اور کوئی واقعہ نہ ہوگا جتنا یہ کہ ایک نوجوان کے دل میں یہ خیال اپنی نااہلی اور پست ہمتی کی وجہ سے پیدا ہو۔ لیکن کیا "حقیقت" ہم پیچھے اور کمزور ہیں؟ ایک بات کم سے کم بالکل صاف ہے اور وہ یہ کہ ہم میں بڑے اور قابل افراد کا کبھی قحط نہیں رہا ہے اور نہ آج ہے؟ اپنی مجموعی تعداد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو زندگی کے تمام شعبوں میں ہمارے بہترین افراد مشرق یا مغرب کی کسی قوم کے افراد سے دوسرے نمبر پر نہیں رہے ہیں۔ ہمارے جسم یا دماغ میں کوئی خلقی انحطاط کا مادہ نہیں ہے۔ ہماری ظاہری کمزوری اپنے اندر لایق افراد کی کمی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ منظم طور پر جماعتی کام کی کمی کی وجہ سے ہے اور یہ درحقیقت ایک ایسی کمزوری ہے جسے ہم اپنی کوششوں سے رفع کرسکتے ہیں۔ میں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ گزشتہ زمانہ میں ہمارا سب سے بڑا افتخار ہم میں نظم و نسق کی صلاحیت رہی ہے۔ آج بھی ہم کو چاہیئے کہ اس میں ہم کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم

میں یہاں پر آپ کے سامنے مسلمانوں کی کمزوریوں کی فہرست پیش کرنا نہیں چاہتا، لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہمارے نوجوان اپنے سماجی فرائض کے احساس سے بالکل غافل ہیں اور اسی وجہ سے ہم میں آج وہ منظم کوششیں نظر نہیں آتی ہیں جو دوسری قوموں میں عام ہیں۔ ان کی سماجی خرابیاں غالباً ہم سے تعداد میں زیادہ ہی ہوں لیکن وہ ہماری طرح سے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہیں گئے ہیں اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہم اپنی سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق اپنے کو منظم اور تیار نہیں کرسکتے ہیں۔ میں صرف چند مثالیں دینی چاہتا ہوں۔ آپ میں سے شاید ہی کوئی شخص ہو جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اگر ہماری قوم کو ہندوستان کی دوسری قوموں کے دوش بدوش چلنا ہے تو ہمیں اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے کی کتنی ضرورت ہے۔ آپ میں سے جو زیادہ غور و فکر کرنے والے لوگ ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہونگے کہ جس قسم کی تعلیم لڑکوں کو دی جاتی ہے، وہ لڑکیوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے، اسلئے کہ زندگی میں ان کے فرائض لڑکوں سے بالکل جداگانہ ہیں۔ اور یہ کہ تعلیم خواہ لڑکوں کیلئے ہو یا لڑکیوں کے لئے، اگر اسکا مقصد دفتروں کے لئے کلرک ہی پیدا کرنا ہو تو ایسی تعلیم سے تہذیب و شائستگی ہرگز نہیں پیدا ہوسکتی جسکی متمدن مسلمان گھرانوں کیلئے سخت ضرورت ہے۔ لہذا لڑکیوں کی تعلیم کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایک دوسری قسم کی تعلیم ہے جو ایک بالکل جداگانہ مقصد پر مبنی ہو۔ اسکولوں کی سرکاری تعلیم ہمارے لئے کچھ کام نہ دیگی۔ ہماری جماعت میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بہت کم مدارس ہیں اور جو ہیں وہ آیندہ نسلوں کی ماؤں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں جس سے دوم درجے کے کلرک پیدا ہوسکیں یا یہ فخر مسلمانو

کو نہیں بلکہ مرہٹوں کو حاصل ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر آپ یونانی زنانہ یونیورسٹی کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم مطالعہ کریں تو آپکو معلوم ہوگا کہ وہ کن اصول اور مقاصد پر مبنی ہے جس سے مرہٹہ لڑکیاں بجائے مغربی اثر میں رنگ جانے کے اپنے قدیم تمدن و تہذیب کے اثر کو اپنے اندر باقی رکھتی ہیں۔

برادران وطن کی علمی سیاسی سرگرمیاں

یہ سینکڑوں میں سے ایک مثال ہو۔ ہمارے ہندو ہموطن اپنی معاشرتی زندگی کے مطالعہ اور معاشرتی اصلاح کے لئے نہایت متحدہ کوششیں کررہے ہیں۔ آپ نے سیوا سمیتیوں کا نام تو شاید سنا ہوگا بوائے اسکاؤٹ اور بھارت سیوک سبھا کی تحریکیں کسقدر تیزی سے ترقی کررہی ہیں۔ ہر تعلیمیافتہ شخص واقف ہوگا کہ گوکھلے انجہانی کی قایم کی ہوئی سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی (انجمن خدام الہند) لاجپت رائے انجہانی کی قایم کی ہوئی پیوپل سوسائٹی ملک و قوم کی کیا خدمات انجام دے رہی ہیں۔ مسلمانوں نے بھی آجتک کوئی اکیڈیمی یا سوسائٹی ایسی قایم کی ہے جس سے ان کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حال معلوم ہوسکے جس سے ان کے ان معاملات پر ملک میں صحیح معلومات و خیالات پھیل سکیں؟ کیا اعداد و شمار اور واقعات و حالات کا معلوم کرنا اور انھیں ملک کرنا صرف ہندوؤں ہی کا حصہ ہے اور مسلمانوں کی قوم صرف اخبارات کے چکنے چپڑے مضامین پڑھنا جانتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خواہ تعلیم کے میدان میں ہو یا سیاست کے میدان میں، ہم میں اہمادوں کی کمی نہیں ہے (؟) بلکہ ہم میں جس چیز کی کمی ہے وہ نظام کی ہے اور اسی کمی کی وجہ سے ہماری قوم ترقی نہیں کررہی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ پہلی اور واحد کوشش ہے جو اب تک عام مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لئے کسی استوار بنیاد پر کی گئی ہے۔

میں آخری شخص ہوں گا جو عثمانیہ یونیورسٹی، دارالمصنفین، اعظم گڈھ اور انجمن ترقی اردو کو نظر انداز کروں لیکن ساتھ ہی اس کے اس کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہماری یہ علمی کوششیں اپنے ہموطنوں کے علمی کارناموں کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ بہ حیثیت طالبعلم کے آپ واقف ہونگے ان سنسکرت اور ہندی کی تصنیفات سے جو ہر سال شائع ہوتی ہیں، ان قدیم نسخے جو حواشی و مقدمے کے ساتھ دوبارہ چھپتے ہیں اور ان قدیم ادب و علوم کے تحقیقی کام جو برابر ہو رہے ہیں، قدیم ہندو فلسفہ اور علوم کا دوبارہ احیا اور اسی طرح کے بے شمار علمی مشاغل جنھیں بجا طور پر ہندوستان کی تحریک علمی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے قدیم مسلمان شعرا اور علما بھی ان جذبات سے پر ہوتے تھے لیکن ان کے اخلاف آج بالکل خاموش ہیں اور اسی خاموشی کا یہ نتیجہ ہے۔ نیز انگریزی میں مسلمان اہل قلم کا جو قحط ہے اس کی بنا پر یہ خیال روز بروز تقویت پکڑتا جارہا ہے کہ ہندو تہذیب و تمدن ہی ہندوستان کا اصلی سرمایہ ہے۔ حتی کہ ہندوستان میں اپنی قوم کی تاریخ کے لئے بھی ہم بیشتر انھی انگریزی اور ہندو مصنفین کے رہین منت ہیں۔

مسلم یونیورسٹی

سنہ ۱۹۱۹ء سے قبل دو نسلوں تک ہماری قوم کا یہ خیال تھا کہ جس دن ایم اے۔ او کالج، مسلم یونیورسٹی بن جائے گا، بس اسی دن ایک ایسی تہذیب کا سنگ بنیاد پڑیگا جو ہندی مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مظہر ہوگا۔ اور جس کے بعد مسلمانوں میں اعلی خیالات اور بلندپایہ کتابیں پیدا ہونے لگیں گی۔ آٹھ نو سال اس واقعہ کو اب تک گزر چکے ہیں، اس عرصہ میں ان امیدوں کا اب تک کوئی حصہ پورا نہیں ہوا ہے۔ ہم اب تک وہیں ہیں جہاں ہم سنہ ۱۹۱۹ء میں یا اس سے پیشتر تھے۔ برعکس اسکے دوسری درسگاہیں تحقیق و ریسرچ میں برابر ترقی کررہی ہیں اور ملک و قوم کی اصلاح کے جو فرائض ان کے ذمہ ہوتے تھے، انکو باحسن انجام دے رہی ہیں۔ ایک کلکتہ یونیورسٹی کی مطبوعہ کتابیں اتنی ہیں جن سے ایک پورا کتب خانہ بھر سکتا ہے۔ ہماری قوم میں بھی اہل علم و فضل موجود ہیں جنھیں اگر مواقع اور ذرائع حاصل ہوں تو وہ اسی قدر بہتر کام کرسکتے ہیں جس قدر دوسرے لیکن بدقسمتی سے اس تعلیمگاہ نے پیش نظر دوسری قسم کے مشاغل و مقاصد بھی رکھے اور جن اغراض کے لئے سرسید احمد نے اس درسگاہ کو قایم کیا تھا اور جس کے لئے ہماری غریب قوم سے جو کچھ ہوسکا اسے دیا، وہ افسوس ہے کہ سب بھلادی گئیں۔ یہی موقع ہے جب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ ہم کدھر جارہے ہیں۔ اگرچہ وقت ہاتھ سے بہت جاچکا ہے لیکن پھر بھی ہم کو اپنے اندر اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اکثر شکایتیں کی جاتی ہیں کہ علی گڑھ کی زندگی اور روایات اب وہ نہیں رہیں جو پہلے کبھی تھیں۔ میں اس بیان کے صحیح و غیر صحیح ہونے پر بحث نہیں کروں گا لیکن آپ یقین کیجئے کہ آپ کے متعلق آپ کی قوم کی رائے کا تمامتر دارومدار اس پر ہے کہ آپ کے اندر کس قدر ڈسپلن یا نظام ہے۔ ڈسپلن سے یہاں میری مراد زندگی کے تمام شعبوں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر ملاحظہ ہو)

مذہب

ایفائے وعدہ

قرآن کریم:-

١- يا ايها الذين امنوا اوفوا بالعقود
٢- واحفظوا ايمانكم
٣- واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا
٤- والموفون بعهدهم اذا عاهدوا
٥- والذين هم لاماناتهم وعهدهم راعون
٦- واذكر في الكتاب اسمعيل انه كان صادق الوعد

١- اے مومنو اپنے پختہ عہدوں کو پورا کرو -
٢- اپنی قسموں کی حفاظت کرو -
٣- وعدے کو پورا کرو، وعدے کی بازپرس ہوگی -
٤- جب وہ (مومن) وعدہ کرتے ہیں اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں -
٥- جو (مومن) اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں -
٦- اسمعیل کو کتاب میں یاد کرو، وہ وعدے کا بڑا سچا تھا،

احادیث:-

١- حسن الوعد من الايمان
٢- عليك بصدق الحديث والوفاء بالعهد وحفظ الامانة فانها وصية الانبياء
٣- العدة دين
٤- العدة عطية
٥- لا ايمان لمن لا عهد له

١- وعدے کا خوبی سے پورا کرنا ایمان میں داخل ہے -
٢- سچی گفتگو، ایفائے وعدہ اور امانت کا پورا کرنا تم پر لازم ہے - اسلئے کہ یہ انبیاء کی وصیت ہے -
٣- وعدہ قرض ہے -
٤- وعدہ بخشش ہے -
٥- جس کا وعدہ نہیں اس کا ایمان نہیں -

امثال وحکم:-

١- خلوص الوعد من حسن العهد
٢- الوعد نافلة والانجاز فريضة
٣- انجز حر ما وعد
٤- وعد الكريم الزم من دين الغريم
٥- انجاز الوعد من دلائل المجد

١- محبت خالص وعدے کے پورا کرنے سے ہوتی ہے -
٢- وعدہ نفل ہے اور پورا کرنا اس کا فرض ہے -
٣- شریف جو وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے -
٤- شریف کا وعدہ قرض خواہ کے قرض سے زیادہ لازم ہوتا ہے -
٥- وعدے کا پورا کرنا شرافت کی علامتوں میں سے ہے -

سائنس

ہوا بازی

انسان نے چڑیوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھکر ہمیشہ یہ رشک کیا ہے کہ کاش وہ بھی ہوا میں اڑ سکتا اور واقعہ یہ ہے کہ جس وقت ریل گاڑیاں نہیں تھیں اور بڑے بڑے سمندروں میں جہاز نہیں چلا کرتے تھے، اس وقت اڑنا بہت مفید ہوتا۔ ہندوؤں کے پرانے دفتروں میں لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں بیوان یا اڑن کھٹولنے، ہوا کرتے تھے جن پر ان کے دیوتا اڑا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بھی پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور آسمان کے تمام پرندے ان کے قبضہ میں تھے۔ لیکن ان میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ وہ کس طرح اڑتے تھے تاکہ اس سے بعد کے لوگوں کو کوئی سبق ملتا۔ اب لوگوں نے اڑنا سیکھا تو وہ بالکل اپنے علم اور تجربہ سے سیکھا ہے۔

اٹھارہویں صدی سے پیشتر ہوا میں اڑنے کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ۱۷۶۶ء میں ہائڈروجن گیس ایجاد ہوا۔ اور ۱۷۸۳ء میں سب سے پہلی بار ایک غبارہ مجمع عام کے سامنے ہوا میں بھیجا گیا لیکن وہ ہائڈروجن کے ذریعہ نہیں بلکہ دھوئیں کے معمولی طریقہ پر۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہوا کہ دو فرانسیسی اشخاص نے جو ایک کاغذ ساز کے لڑکے تھے، ایک دن چمنی سے دھواں نکلتے دیکھا اور انھیں یکبارگی خیال آیا کہ یہ چونکہ ہوا سے ہلکا ہوتا ہے اس لئے یہ کوئی چیز ہوا میں ضرور اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کا تجربہ کیا اور ایک کاغذ کا تھیلا پھلا کر اس میں دھواں بھر دیا اور وہ ہوا میں اٹھنے لگا لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس سے زیادہ دھواں کیسے سما سکتا ہے۔ چنانچہ ایک پڑوس کی عورت نے ایک دن انھیں یہ بات بتائی کہ تھیلے کے اندر رکابی میں جلتی ہوئی آگ رکھ دی جائے جس سے برابر دھواں پیدا ہوتا رہے گا۔ ان بھائیوں نے ویسا ہی کیا، چنانچہ غبارہ دیر تک ہوا میں رہنے لگا۔ سات سال بعد ہائڈروجن گیس ایجاد ہوا جس کے ذریعہ سے ایک شخص نے صابن کے بلبلے ہوا میں بھیجے لیکن آگ اور دھوئیں کا استعمال ابھی تک ترک نہیں ہوا اور نومبر سنہ ۱۷۸۳ء میں پیرس میں پہلی بار ایک شخص دھوئیں کے غبارے میں بیٹھکر ہوا میں اڑا۔ غبارے کے ساتھ پیچھے ایک ٹوکری لٹکا دی گئی تھی جس میں برابر آگ جلتی رہتی تھی۔ اس میں سب سے بڑا اندیشہ غبارے میں آگ لگ جانیکا تھا جس کے لئے پانی میں تر کئے ہوئے اسپنج رکھ لئے گئے تھے۔

غرض اس کامیابی کے بعد فرانس کے دو اور شخص ہائڈروجن سے بھرے ہوئے غبارے میں بیٹھکر ۱۴۰۰ سو فٹ کی بلندی تک اڑے اور ۳۰ میل ہوا میں سفر کرنے کے بعد واپس آئے۔ اب تو فرانس کے لوگوں میں شوق کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر شخص یہ اسکیم بنانے لگا کہ کسطرح غبارہ کے ذریعہ چاند تک پہونچ جائے! ہائڈروجن کے ذریعہ سے ہوا میں اڑنے پر تو قابو ہو گیا تھا لیکن ہوا میں سمت کے بدلنے پر کوئی اختیار نہ تھا پرندوں کیطرح ہوا میں اڑنے کی آرزو تو پوری ہو گئی تھی لیکن پھر بھی وہ ہوا کا پابند تھا۔ ہوا جسطرف چاہتی، اسے لیجاتی۔ اپنے سے وہ رخ نہیں بدل سکتا تھا۔

بہر حال اسطرح سے انھوں نے ایک بڑے راز کا پتہ لگا لیا اور وہ یہ کہ ہر فضائے آسمانی میں ہوا کی تہیں ہیں ممکن ہو کہ ایک معین بلندی پر مشرق سے مغرب کی جانب غبارہ بہت آہستہ آہستہ اڑے لیکن اس سے کچھ اوپر اگر مغرب سے مشرق کی طرف اڑایا جائے تو ہوا بہت تیز ہو۔ اس سے آگے چلکر انجن کے ذریعہ ہوا میں اڑنے میں بہت مدد ملی۔

غبارے سے تو صرف ہوا میں اوپر اٹھ سکتے تھے یا جس طرف ہوا لے جاتے، جا سکتے تھے لیکن پرندوں کی طرح ہوا میں تیرنا ابھی نہیں آیا تھا۔ اس کی مشق بعض لوگوں نے اس طرح کی کہ بازوؤں کی طرح تختے باندھکر کسی اونچی جگہ سے ہوا میں کود سے اور کود کر پرندوں کی طرح [illegible] بڑھنے کی کوشش کی۔ اس طرح تھوڑی بہت کامیابی ہوتی لیکن آگے چلکر آدمی گر پڑتا۔ غرض اب ہوائی جہاز سے انسان بہت قریب پہونچ گیا تھا۔ اور ہوائی جہاز اور اس منزل میں بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا تھا جسے لیگلے نامی ایک سائنس داں نے پورا کیا۔ اس مشہور ہوا باز کا حال ہم آئندہ سنائیں گے جو نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہے۔

جغرافیہ

زمین کیونکر بنی؟

ایک عرصہ تک لوگوں کا خیال تھا کہ یہ نظام شمسی جس میں سورج اور ہماری زمین بھی شامل ہے، ہمیشہ سے ایسا ہی ہے جیسا یہ آج ہم کو نظر آرہا ہے۔ لیکن اب یہ خیال نہیں ہے اور ہر اسکول کا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ آفتاب و ماہتاب اور زمین رفتہ رفتہ اس حالت کو پہنچے ہیں۔ اس کی تصدیق کرنی ہو تو ایک دوربین ہاتھ میں لے لو اور آسمان میں دیکھو تو تمھیں بہت سے ایسے نورانی اجرام نظر آئیں گے جن کے مثل مدتوں پہلے ہمارا یہ چاند و سورج اور زمین کا کرہ تھا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کے اجرام فلکی تعداد میں ۱ لاکھ ۲ ہزار ہیں۔

لیکن ہمارا نظام شمسی ان سے بالکل ہی جداگانہ ہے۔ اس نظام میں بہت سی باتیں باہم مشترک نظر آتی ہیں: مثلاً یہ کہ اس کے تمام سیاروں کی حرکت ایک ہی سمت کی جانب ہے۔ علاوہ اس کے تمام سیارے ایک ہی قسم کے مادے سے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا نظر آتا ہے کہ تمام سیارے آفتاب ہی سے ٹوٹ کر بنے ہیں۔ ایک چیز اس نظام شمسی میں اور نظر آتی ہے اور وہ قوت کشش ہے جو تمام سیاروں کو باہم ملائے ہوئے ہے۔

اس قوت کا پتہ انگلستان کے ایک مشہور سائنس داں سر آئزک نیوٹن نے ایک نہایت عجیب طریقہ سے چلایا۔ ایک دن وہ اپنے باغ میں لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ ایک سیب درخت سے زمین پر گرا۔ نیوٹن کی توجہ فوراً اس طرف پھری اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سیب آسمان کی طرف کیوں نہیں گیا؟ زمین ہی کی جانب اسے کیوں آنا تھا! اس سے پہلے ہزاروں آدمیوں نے سیب کو درخت سے گرتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن کسی کے دل میں یہ بات نہیں پیدا ہوئی تھی۔ سوچتے سوچتے اس نے معلوم کیا کہ زمین کے اندر کوئی ایسی قوت ہے جو ہر شے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہ قوت نہ صرف زمین ہی اور زمین کی ہر شے کے درمیان ہے بلکہ ہر دو مادی اجسام کے مابین ہے۔ آفتاب کے گرد جو اتنے سیارے حرکت کرتے ہیں، وہ سب اسی قوت کی وجہ سے باہم ملک اور متحد ہیں، ورنہ آپس میں ٹکرا کر کبھی کے پارہ پارہ ہو جاتے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ زمین کی شکل کیا تھی؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سیب کی مانند تھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نارنگی کی طرح دونوں سروں پر کسی قدر چپٹی تھی۔ بہرحال اُس وقت خواہ یہ سیب رہی ہو یا نارنگی، یہ اس سے بالکل مختلف تھی جیسی یہ اب ہم کو نظر آرہی ہے۔ اس وقت یہ بہت کچھ آفتاب کے مشابہ تھی فرق صرف اتنا تھا کہ یہ آفتاب کے مقابلہ میں بہت چھوٹی تھی اور اس گرم دہکتے ہوئے کرے میں وہ تمام اجزا موجود تھے جن سے اس زمین کی مختلف چیزیں مثلاً ہوا پانی، پہاڑ، میدان وغیرہ سب بنے ہیں۔

ہزاروں، لاکھوں برس بعد یہ دہکتا ہوا انگارہ رفتہ رفتہ ٹھنڈا ہونے لگا اور جس طرح آگ میں سے سرخ دہکتا ہوا لوہا نکالا جائے تو پہلے پہل اس میں سے روشنی بھی نکلے گی اور پھر رفتہ رفتہ روشنی کم ہوتی جائے گی اور صرف گرمی باقی رہ جائے گی۔ اسی طرح یہ حرارت بھی مٹ جائے گی اور وہ لوہا ٹھنڈا ہو کر کالا سیاہ ہو جائے گا۔ یہی حال زمین کا بھی ہوا، اب وہ سرد تاریک مادے کی ایک گول چیز ہے جس میں نہ روشنی ہے اور نہ گرمی۔

جس طرح منہ کے اندر کی گرم بھاپ سلیٹ یا شیشے پر لگنے سے قطرے کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اسی طرح اس کرۂ آتشی سے نکلی ہوئی گیس بھی اس کرے کے ٹھنڈے پڑ جانے پر پانی کی شکل میں تبدیل ہو گئی ہو گی۔ یہ ذخار سمندر جو تین چوتھائی اس کرے کے حصہ کو گھیرے ہوتے ہیں، اسی اثر کے نتیجے ہیں اسی طرح پہاڑ اور میدانوں کا بھی حال ہوا۔ جس طرح سیب کو بھوبل میں میں بھوننے کے بعد اس کے سرد ہو جانے پر اونچی نیچی جھریاں پڑ جاتی ہیں اسی طرح اس زمین کے لاکھوں برس بعد ٹھنڈے ہو جانے پر بھی اس کی سطح پر اونچے نیچے نشانات بن گئے ہوں گے۔ اب وہی اونچے نشانات پہاڑ سمجھے جاتے ہیں، اور نیچے نشانات میدان اور سمندروں کے پاٹ ہو گئے ہیں

تاریخ

محمد بن قاسم

محمد بن قاسم ہندوستان کا سب سے پہلا عرب فاتح گزرا ہے جس نے سندھ کے راستہ ہندوستان پر حملہ کیا اور تین سال کے قلیل عرصہ میں تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ یوں تو ہندوستان کے ساتھ عربوں کے تجارتی تعلقات بہت قدیم زمانہ سے چلے آتے تھے لیکن جب سے اسلام کا ظہور ہوا ہندوستان کے ساتھ عربوں کے سیاسی تعلقات بھی قایم ہو گئے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ بنی امیہ میں نہایت امن و سکون کا زمانہ گزرا ہے۔ اس وقت عراق کے صوبہ پر حجاج بن یوسف گورنر تھے۔ عراق اور ہندوستان کے درمیان کا راستہ اب سے بہت پیشتر صاف ہو چکا تھا اور دو ایک کوششیں ہندوستان پر حملہ کرنے کی بھی کی گئیں لیکن وہ کامیاب ثابت نہیں ہوئیں بالآخر حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو ایک چھوٹی سی فوج دیکر ہندوستان کی طرف بھیجا جنھیں اس حملہ میں کامیابی ہوئی اور اسی وقت سے ہندوستان پر عربوں کی سلطنت قایم ہو گئی۔

اس حملہ کی وجہ یہ ہوئی کہ مکران میں کچھ لوگوں نے وہاں کے حاکم سعید بن اسلم کو قتل کر ڈالا اور ہندوستان بھاگ کر راجہ داہر کے ہاں پناہ گزین ہو گئے۔ راجہ سے اس کی بازپرس کی گئی لیکن اس نے اس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ اسی اثناء میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ جزیرہ سیلون سے ایک جہاز پر خلیفہ کے لئے کچھ سامان اور ہدیے کی چیزیں آرہی تھیں۔ راستہ میں جب جہاز ساحل سندھ کے قریب پہونچا تو بعض لٹیروں نے جہاز لوٹ لیا۔ اس پر راجہ سے جب جواب طلب کیا گیا تو پھر وہی غیر اطمینان بخش جواب ملا۔ اب تو حجاج نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ راجہ کو اپنی ان زیادتیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو فوج کا ایک دستہ دیکر روانہ کیا اور عمان اور مکران کے والیان کو لکھ دیا کہ وہ اپنی اپنی فوجوں سے اس کی مدد کریں۔

محمد بن قاسم کی عمر اس وقت کوئی پندرہ سال کی تھی۔ اس سے پیشتر وہ ایران میں کچھ عرصہ گورنر رہ چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کمسنی اور ناتجربہ کاری کے انھوں نے نہایت ہمت اور بہادری سے اس مہم کو انجام دیا۔ سب سے پہلے انھوں نے شہر دیبل پر حملہ کیا جس میں انھیں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ یہ مہم محمد بن قاسم نے خالص اسلامی فوج سے سر کی تھی۔ اس کے بعد سے تو بہت سے ہندو بھی فوج میں بھرتی ہو گئے اور وہ بھی مسلمانوں کے دوش بدوش اسی وفاداری اور بہادری سے لڑتے۔

اس کامیابی کے بعد تو یکے بعد دیگرے تمام علاقے فتح ہوتے گئے۔ ہندو مسلمانوں کے جوش و خروش سے اس درجہ مرعوب ہو گئے تھے کہ وہ ایک لمحہ بھی ان کے سامنے ٹک نہ سکتے تھے۔ علاوہ اس کے ان میں طرح طرح کے بیہودہ اوہام اور غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے، کہ وہ اپنے ہر کام میں فال اور شگون ڈھونڈھا کرتے تھے۔ وہ اپنے کسی کام کا دارومدار کسی پختہ عقیدہ یا اپنی قوت بازو پر نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر قبل از وقت میدان سے بھاگ جاتے تھے۔

برعکس اس کے مسلمانوں کے تمام خیالات اور افعال نہایت مضبوط اور راسخ بنیاد پر قایم ہوتے تھے۔ علاوہ اس کے انکا سلوک مفتوحہ علاقوں کے ساتھ نہایت بہتر ہوتا تھا۔ وہ مذہبی لوگوں اور مذہبی عبادت گاہوں کا پورا پورا احترام کرتے تھے اور تمام غیر مسلموں کے ساتھ اسی قسم کا ذمیوں کا سلوک رکھتے تھے جیسا کہ عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غیر مذہب اور غیر قوم والوں نے بھی مسلمانوں کا ساتھ دیا اور ان سے اس درجہ گرویدہ تھے کہ جب محمد بن قاسم کو یہاں سے گرفتار کرکے لیجایا جا رہا تھا، تو شہر کے لوگ زار و قطار روتے اور اس کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے ان کو معبود بنا کر پوجا۔

افسوس ہے کہ محمد بن قاسم کا زمانہ اب تک جس شہرت اور عزت کے ساتھ گزرا انجام بخیر نہیں ہوا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک جانشین ہوئے جن کے تعلقات حجاج بن یوسف سے کچھ اچھے نہیں تھے۔ اس وجہ سے حجاج کے جتنے اعزہ و اقربا تھے، ان سب کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا گیا۔ انہیں میں محمد بن قاسم بھی تھے جنھیں سلیمان نے برسر اقتدار آتے ہی معزول کرکے شہر واسط میں قید کر دیا۔

ایک بلّی کا حملہ شیرنی پر

ایک بلّی نے شیرنی سے کہا — کیا کرے گی مقابلہ میرا
دیتی اک جھول میں ہوں دس بچّے — تو نے دیکھے نہ خواب میں ہونگے
میں نے مانا کہ بن کی رانی ہے — ہر طرف تیری حکمرانی ہے
شکل بالکل مری تیری سی ہے — فرق کی بات مجھ میں کون سی ہے
جو خدا نے غذا تجھے بخشی — وہی قسمت میں میری بھی لکھی
تجھ کو گر ناز ہو کہ طاقت ہے — چار مردوں کی مجھ میں قوّت ہے
جانور تجھ سے خوف کرتے ہیں — سب پرندے بھی مجھ سے ڈرتے ہیں
کم نہیں میں کسی بھی حالت میں — شکل و سیرت میں اور طاقت میں
شیرنی نے کہا یہ بلّی سے — سچ ہے بالکل کہا ہے جو تو نے
اس میں شک کیا تری طرح بچّے — نہیں ہوتے ہیں دس کبھی میرے
اس پہ بھی کم نہیں ہوں میں تجھ سے — فرق کی بات جو ہے وہ یہ ہے
تیرے ہوتے ہیں جس قدر بچّے — وہ ہیں بلّی سدا بنے رہتے
میرے بچّہ جو ایک ہوتا ہے — وہ بڑا ہو کے شیر ہوتا ہے

دس نکمّوں سے فائدہ کیا ہے
ہو جو لایق تو ایک اچھا ہے

(نامی بگرامی)

نظم

نمود صبح

طے کرچکا جو منزل شب کاروان صبح — ہونے لگا افق سے ہویدا نشان صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے اختران صبح — ہر سو ہوئی بلند صدائے اذان صبح
پنہاں نظر سے روئے شب تار ہو گیا
عالم تمام مطلع انوار ہو گیا

یوں گلشن فلک سے ستارے ہوئے رواں — چنتے چمن سے پھولوں کو جس طرح باغباں
آئی بہار میں گل مہتاب پر خزاں — مرجھا کے گر گئے ثمر شاخ کہکشاں
دکھلائے طور باد سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ نور کا ظہور — یاد خدا میں زمزمہ پردازی طیور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا وہ فضائے نور — خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انساں زمیں پہ، ملک آسماں پہ
جاری تھا ذکر قدرت حق ہر زباں پہ

وہ سرخی شفق کی ادھر چرخ پر بہار — وہ بارور درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گہرہائے آبدار — پھولوں سے سب بھرا ہوا دامان کوہسار
نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

انیس

وادی سدابہار

بہت دنوں کا قصہ ہے کہ ایک ماں تھی اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے ماں بیمار ہوگئی اور بہت دن بیمار رہی۔ حکیموں نے پرہیز کرایا اور مہینوں مونگ کی کھچڑی کھلائی۔ بیچاری ماں کی نیت کھچڑی کھاتے کھاتے ایسی بھر گئی کہ ایک نوالہ بھی منہ سے نہ اترتا۔ اور سب چیزوں سے بھی جی ہٹ گیا۔ کسی چیز کو دل نہ ہوتا۔ آخر میں ایک حکیم جی آئے انھوں نے کہا اچھا تم جو کہو وہ کھانے کو دینگے۔ ماں نے بہت سوچا۔ اور تم بتا سکتے ہو کہ کیا چیز کھانے کو مانگی جھربیریاں۔ لیکن رہنے والے تھے یہ لوگ شہر کے جھربیریاں جنگل میں ہوتی ہیں اور شہروں میں کوئی انھیں پوچھتا بھی نہیں۔ بہت تلاش کیں مگر جھربیریاں کہیں نہیں ملیں۔ ماں کے دونوں بچوں نے جب سنا کہ اماں کا جی جھربیریوں کو چاہتا ہے اور کہیں پر نہیں ملتیں تو آپس میں صلاح کی کہ چلو جنگل چلیں اور وہاں سے اماں کے لئے جھربیریاں توڑ لائیں۔

دونوں چپکے سے صبح صبح شہر سے نکل گئے۔ ساتھ ایک چھوٹی سی ڈلیا لے لی۔ اور جنگل میں ہو نکر بڑی محنت سے جھربیریاں جمع کیں۔ ہاتھوں میں کانٹے لگ گئے۔ لیکن یہ برابر توڑتے گئے اور ایک جھربیری بھی اپنے موںھ میں نہ رکھی۔ جب ڈلیا بھر گئی تو انھوں نے گھر کا رخ کیا۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک بڑی بی ملیں۔ ان کے بال سب سفید تھے۔ بھویں اور آنکھیں اور پلکیں بھی سفید ہوگئی تھیں۔ لیکن چہرہ بڑا خوبصورت تھا۔ اور سر سے پانوں تک ہرے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ دونوں بچوں سے ان بڑی بی نے کہا "بیٹو۔ دیکھو میں بہت بڈھی ہوں۔ خود جھک کر کچھ توڑ نہیں سکتی۔ اور بھوکی ہوں۔ یہ جھربیریاں مجھے دیدو" بچوں کو بڑی بی پر ترس آیا اور انھوں نے ساری ڈلیا بڑی بی کے ہرے دامن میں اندرالٹ دی۔ اور اپنی ماں کے لئے پھر جلدی جلدی جھربیریاں چننے لگے۔ لیکن بڑی بی نے انھیں آواز دی اور کہا "بیٹا لو۔ یہ جھربیریاں لے لو۔ مجھے اب اور مل جائنگی تم دونوں بڑے اچھے بیٹے ہو۔ اچھا لو یہ دو پھول لو۔ لو میاں تم یہ سفید پھول لو اور تم یہ نیلا پھول۔ ان پھولوں کا خوب خیال رکھنا اور ان کی اچھی طرح سیوا کرنا۔ روز صبح ان میں پانی ڈالا کرنا اور آپس میں لڑنا مت"

دونوں بچے خوش خوش گھر آئے۔ ماں نے جو دیکھا کہ دونوں کہیں سے جاکر جھربیریاں لے آئے تو بہت خوش ہوئی۔ اور جھربیری کا ایک دانہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ بیماری چلی گئی۔ بچوں نے سب قصہ سنایا تو معلوم ہوا کہ یہ اچھی بڑی بی سدابہار کے ہاتھوں کی برکت ہے۔ ماں دل سے ہزاروں شکر بجالائی۔ اور یہ بچے پھولوں کی خوب خبرگیری کرتے رہے اور جب ان پھولوں کو دیکھتے تو بڑی بی سدابہار کا یہ کہنا یاد آجاتا کہ آپس میں لڑنا مت۔

ایک دن کھیلتے کھیلتے دونوں بچوں میں کچھ تکرار ہوگئی۔ اور شام کو سونے سے پہلے یہ ایک دوسرے سے روٹھ گئے۔ صبح اٹھکر جو پھولوں کو پانی دینے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پھول تو دونوں کے دونوں ایسے کالے ہیں جیسے کویل۔ دونوں رونے لگے اور جانے کتنے آنسو ان پھولوں پر گرے۔ پھولوں پر جو آنسو گرے تو یہ پھر جیسے کے تیسے ہوگئے ایک سفید ہوگیا اور ایک نیلا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن یہ دونوں بچے کبھی نہیں لڑے۔ بڑی بی سدابہار کے کہنے کا انھیں ہمیشہ خیال رہتا ہے اور یہ سدابہار پھول ہمیشہ ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

اُسی سے ٹھنڈا اُسی سے گرم

ایک لکڑہارا تھا۔ جنگل میں جاکر روز لکڑیاں کاٹتا اور شہر میں لاکر شام کو بیچ دیتا تھا۔ ایک دن اس خیال سے نزدیک نزدیک سے تو سب لکڑہارے لکڑی کاٹ لے جاتے ہیں سوکھی لکڑی آسانی سے ملتی نہیں یہ دور جنگل کے اندر چلا گیا اور وہاں جاکر لکڑیاں کاٹنے لگا۔ سردی کا موسم تھا۔ کٹکٹی کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ اور کلہاڑی پکڑتے پکڑتے اسکی انگلیاں تو بالکل سُن ہو ہو جاتی تھیں۔ یہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کلہاڑی رکھ دیتا اور دونوں ہاتھ منہ کے پاس لے جاکر خوب زور سے ان میں پھونکتا کہ ذرا گرما جائیں۔

جنگل میں نہ معلوم کس کس قسم کی مخلوق رہتی ہے۔ سنا ہے اس میں چھوٹے چھوٹے سے بالشت بالشت بھر کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ ان کے داڑھی مونچھ سب کچھ ہوتی ہے مگر ہوتے ہیں بس بینچ ہی سے۔ ہم تم جیسا کوئی آدمی ان کی بستی میں چلا جاتا ہے تو اسے بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں اور برابر اِدھر اُدھر لگے رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کرتا کیا ہے۔ لیکن ہم لوگوں سے ذرا اچھے ہوتے ہیں کہ ان کے لڑکے کسی پردیسی کے پیچھے پڑ کر اسے تو نہیں بنا لیتے۔ نہ اس پر تالیاں بجاتے ہیں، نہ پتھر پھینکتے ہیں۔ خود ہمارے یہاں بھی اچھے بچے ایسا نہیں کرتے۔ لیکن ان کے یہاں تو سب ہی اچھے ہوتے ہیں۔

خیر۔ لکڑہارا جب جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا تو ایک میاں بالشتیے بھی کہیں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ میاں بالشتیے نے جو دیکھا کہ یہ بار بار ہاتھ میں کچھ پھونکتا ہے تو سوچنے لگے کہ یہ کیا بات ہے۔ دیر تک اپنی بتاشہ سی ٹھوڑی پر اپنا ننھا سا ہاتھ دھرے بیٹھے رہے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو یہ اپنی جگہ سے اٹھے اور کچھ دور چل کر پھر لوٹ آئے کہ نہ معلوم کہیں پوچھنے سے یہ آدمی برا نہ مانے۔ مگر پھر نہ رہا گیا آخر کو ٹھمک ٹھمک لکڑہارے کے پاس گئے اور کہا "سلام علیکم۔ برا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں"۔ لکڑہارے کو یہ ذرا پلو دستے برابر آدمی دیکھکر تعجب بھی ہوا، ہنسی بھی آئی۔ مگر اس نے ہنسی کو روک کر کہا "ہاں ہاں بھئی ضرور پوچھو"۔ "بس یہ پوچھتا ہوں کہ یہ تم منہ سے ہاتھوں میں پھونک سی کیوں مارتے ہو"۔ لکڑہارے نے جواب دیا "سردی بہت ہے۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ میں منہ سے پھونک کر انھیں ذرا گرما لیتا ہوں۔ پھر ٹھٹھرنے لگتے ہیں پھر کر لیتا ہوں"۔ میاں بالشتیے نے اپنا سوپاری جیسا سر ہلایا اور کہا "اچھا اچھا۔ یہ بات ہے"۔ یہ کہہ کر بالشتیے میاں وہاں سے کھسک گئے مگر رہے اُس پاس ہی اور کہیں سے بیٹھے برابر دیکھا کئے کہ لکڑہارا اور کیا کرتا ہے۔

دوپہر کا وقت آیا۔ لکڑہارے نے کھانا پکانے کے لئے لکڑی جلانے کی فکر کی۔ اِدھر اُدھر سے دو پتھر اٹھا کر چولہا بنایا اور اس کے پاس چھوٹی سی ہانڈی تھی آگ سلگا کر اسے چولہے پر رکھا اور اس میں آلو ابلنے کے لئے رکھ دیئے۔ تازہ لکڑی تھی اس لئے آگ بار بار ٹھنڈی پڑنے لگتی تو لکڑہارا منہ سے پھونک کر اسے تیز کر دیتا تھا۔ "ارے" بالشتیے نے دور سے دیکھ کر اپنے جی میں کہا "اب یہ پھر پھونکتا ہے کیا اس کے منہ میں سے آگ نکلتی ہے"۔ لیکن خیر بیٹھا دیکھا کیا۔ لکڑہارے کو بھوک زیادہ لگی تھی اس لئے چڑھی ہوئی ہانڈی میں سے ایک آلو جو ابھی پورے طور پر ابلا بھی نہ تھا نکال لیا۔ اسے کھانا چاہا تو وہ تو ایسا گرم تھا جیسے آگ۔ اس نے مشکل اسے اپنی ایک انگلی اور انگوٹھے سے دبا کر توڑا اور منہ سے فو فو اس پر پھونکنے لگا۔ "ارے" بالشتیے نے پھر جی میں کہا "یہ پھر پھونکتا ہے۔ اب کیا اس آلو کو پھونک کر جلائیگا"۔ لیکن آلو جلا ولا کچھ نہیں۔ وہ تو تھوڑی دیر فو فو کرکے لکڑہارے نے اسے اپنے منہ میں دھر لیا اور غپ غپ کھانے لگا۔ اب تو اس بالشتیے کی حیرانی کا حال نہ پوچھو۔ اس سے پھر نہ رہا گیا اور ٹھمک ٹھمک پھر لکڑہارے کے پاس آیا اور کہا "سلام علیکم۔ برا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں"۔ لکڑہارے نے کہا "برا کیوں مانوں گا۔ پوچھو"۔ بالشتیے نے کہا "تم نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ منہ سے پھونکر اپنے ہاتھوں کو گرماتا ہوں۔ اب اس کو کیوں پھونکتے تھے۔ یہ تو خود بہت

گرم تھا - اسے اور گرمانے سے کیا فائدہ" ؟ لکڑ ہارے نے ہنسکر کہا نہیں "میاں. ٹلو - یہ آلو بہت گرم ہے - میں اسے منہ سے پھونک کر ٹھنڈا کر رہا ہوں" بات تو کچھ ایسی نہ تھی مگر یہ سنکر میاں بالشتیے کا منہ پیلا پڑگیا - ڈر کے مارے سٹی گم ہوگئی اور کپ کپ کانپنے لگے - وہ برابر پیچھے ہٹتے جائیں جیسے لکڑ ہارے سے ڈر کر کچھ سہم سے گئے ہوں - ذرا سا آدمی یوں ہی دیکھکر ہنسی آئے لیکن اس تھر تھر کپ کپ کی حالت میں دیکھکر تو ہر کسی کو ہنسی بھی آئے رنج بھی ہو - لکڑہارے کو بھی ہنسی آئی - لیکن وہ بھی بھلا مانس تھا - اس نے آخر پوچھا کہ کیوں میاں - کیا ہوا - کیا جاڑا بہت لگ رہا ہے - وہ دیکھو میرا انگوچھا پڑا ہے اس کی جیب میں بیٹھ جاؤ - اور ذرا گرما لو" مگر میاں بالشتیے تھے کہ برابر پیچھے ہٹے چلے گئے اور جب خاصہ دور ہوگئے، تو بولے یہ نہ جانے کیا بلا ہے - کوئی بھوت ہے - یا جن ہے - اسی منہ سے گرم بھی اسی سے سرد - ہماری عقل میں نہیں آتا" اور واقعی یہ بات ان میاں بالشتیے کی ننھی سی عقل میں آنے کی تھی بھی نہیں -

طوطا اور درخت

کسی زمانہ میں بنارس شہر کے قریب ایک بہت بڑا جنگل تھا - ایک دن اندر دیوتا اس جنگل میں سیر کرتے ہوئے آئے اور اس جنگل کی شادابی اور سایہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا گھنا اور سرسبز جنگل تو ہماری بہشت میں بھی کوئی نہیں ہے -

جنگل کے سایہ میں ٹہلتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک بڑے سوکھے مرجھائے ہوئے درخت کے پاس پہونچے جس میں پھول، پتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا - لیکن انھوں نے اس کی سوکھی ہوئی ڈالیوں پر ایک دبلے پتلے طوطے کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا :- "بیوقوف پرندے! تو یہاں بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے ؟ کیا اس جنگل میں اور ہرے اور سایہ دار درخت نہیں ہیں ؟ ایک ایسے ٹھنڈ پر بیٹھنے سے کیا حاصل !"

طوطے نے نیچے تک اپنے سر کو جھکایا اور کہا "مہاراج! ایک زمانہ میں اس درخت سے بڑھ کر تناور اور سایہ دار اس جنگل میں کوئی دوسرا درخت نہ تھا - میں اس کی پتیوں میں پیدا ہوا، میں نے اس کی ڈالیوں پر اڑنا سیکھا، غرض شروع سے کر اب تک میں اس درخت کے سایہ میں پلا ہوں، لیکن بدقسمتی سے ایک دن کسی شکاری کا زہریلا تیر اس کی چھال میں چبھ گیا ہے اور اس وقت سے یہ درخت سوکھنے لگا ہے - پھر مہاراج! میں اس مصیبت کے وقت اب اس درخت کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟"

اندر طوطے کی ان باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے "اے چھوٹے پرندے! کاش انسان بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ایسے ہی رحمدل اور سچے ہوتے! اچھا تو میں تیری اس وفاداری کا صلہ دینا چاہتا ہوں - کوئی ایک چیز مانگ جو تو مانگنا چاہتا ہے ؟" طوطا فوراً بول اٹھا کہ "اچھا پھر یہ درخت ویسا ہی ہرا بھرا ہو جائے اور میں ہمیشہ آپ کی تعریف کے گانے اس پر گایا کروں گا"

اندر نے درخت پر اپنا ہاتھ لگایا اور وہ آناً فاناً سرسبز و شاداب ہوگیا - عقلمند ہے وہ شخص جس کے درخت جیسا دوست ہو اور مبارک ہے وہ شخص جس کا طوطے جیسا رحم سے بھرا ہوا اور شکرگزار دل ہے -

(بقیہ مضمون صفحہ ۵ کالم ۲ کا ملاحظہ ہو)

میں اپنے اوپر قابو رکھنے سے ہے - ایک فرد کے لئے اس سے مراد اپنے اوپر ان اخلاقی قوانین کی پابندی عاید کرنا ہے جن پر اس کا یقین ہے اور ایک درسگاہ کے لئے اس سے مراد ان ڈسپلن قوانین کی پابندی ہے جن پر اس درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی ہو - میں بہ لحاظ ایک ہندوستانی اور مسلمانوں ہونے ہی کے نہیں بلکہ ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ سب سے بڑی فکر اپنی قوم کے متعلق جو مجھے ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ڈسپلن اور نظم نہیں ہے اور اس چیز کا ہونا افراد اور اسی طرح درسگاہوں میں تمام خرابیوں اور بیماریوں کی جڑ ہے - اسمیں شبہ نہیں کہ اگرچہ ہماری مشکلات بہت زیادہ ہیں لیکن میں اس سے مایوس نہیں ہوں - آپکے باہر کی دنیا جس سے آپ اسقدر وابستہ نہیں ہو، جتنا ہیے رہا کرتی تھی، بہت تیزی سے بدل رہی ہے - فرقہ وارانہ کشیدگی جو گزشتہ چند سالوں سے ہماری پانی زندگی کی سب سے بڑی لعنت رہی ہے، وہ اب کم ہوتی جا رہی ہے - عورتوں میں تعلیم برابر بڑھ رہی ہے - معاشرتی اصلاحات کی طرف قدم اٹھایا جا رہا ہے، غرض ایک ایسی نئی نسل پیدا ہو رہی ہے جو فرقہ وارانہ خیالات و جذبات کو سرے سے خیرباد کہہ چکی ہے - اسی نسل کے ہاتھ میں ہمارا مستقبل ہے - آپ آیا اس کیساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں یا نہیں یہ آپکے لئے سب سے بڑا سوال ہے لیکن مجھے امید ہے کہ جس وقت آپ اس چہاردیواری سے نکلینگے اسوقت آپکے نظریے تعصب سے دامن میں پاک ہو جائینگے بلکہ قومی زندگی کی عام شاہراہ پر گامزن ہونگے - آپکی اور آپکی تعلیمی کوششوں کی قدر اسی امر پر ہوگی کہ آپ زندگی کے ان وسیع مسائل کیساتھ اتحاد عمل رکھتے ہیں

انور کی بھوک کا وقت

(۱)

انور بھوک سے بیتاب ہے۔ پیٹ پچک گیا ہے۔ انتیں قل ہو واللہ پڑھ رہی ہیں۔ گھر میں یہ دعا مانگتا داخل ہوتا ہے کہ "خدا کرے روٹی پک چکی ہو"

(۲)

انور کی ماں باورچیخانہ میں ہے۔ انور ماں سے کھانے کو دریافت کرتا ہے کہ "اماں! بھوک لگی ہے۔ اب کیا دیر ہے! اور کیا پکا رہی ہو؟

(۳)

ماں سالن بھوننے میں اتنی مشغول ہے کہ انور کی کچھ نہیں سنتی۔ انور چپکے سے کمرے میں پہنچکر خود ہی ڈھکے ہوئے برتنوں کی دیکھ بھال کرنے لگتا ہے۔

(۴)

پھر ایک مرتبہ ماں سے اپنی بھوک کے لئے فریاد کرتا ہے لیکن ماں باورچیخانہ میں ایسی مصروف کہ کچھ نہیں سنتی۔

(۵)

انور کو ایک دوسری میز پر ایک طشتری دکھائی دیتی ہے اور کچھ امید بندھ جاتی ہے۔

(۶)

انور طشتری پر سے سرپوش اٹھاتے ہیں چٹنی کو جو مارہرہ سے اسکی ماں کی سہیلی نے بھیجی تھی میز پر گرا لیتا ہے۔

(۷)

لیکن ماں کے ڈر کے مارے فوراً ایک رومال اوپر سے ڈالکر کھسک آتا ہے اور اماں کو پکار کر بسکٹ نکال لینے کی اجازت طلب کرتا ہے۔

(۸)

جب کوئی جواب نہیں ملتا تو "خاموشی نیم رضا" سمجھکر بسکٹ نعمت خانہ میں سے نکالکر کھانے لگتا ہے کہ جب تک کھانا تیار ہو۔ بھوک کو تو تسکین ملے۔

ممتاز رفیع بیگم

مارہروی

کوائف جامعہ

جامعہ کے اکثر حلقوں میں **پروفیسر محمد مجیب صاحب** بی اے (آکسن) کی شادی خانہ آبادی کی خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائیگی شادی کے بعد سے آپ نے اپنا پرانا مکان چھوڑ دیا اور ایک نئے مکان میں خانہ آبادی کی تیاریاں کررہے ہیں کچھ عرصہ ہوا آپ نے "نیا مکان" کے عنوان سے رسالہ جامعہ میں ایک نہایت دلچسپ افسانہ لکھا تھا۔ کسے خبر تھی کہ چند مہینوں بعد وہ افسانہ واقعہ کی شکل اختیار کرے گا۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ شادی اور خانہ آبادی دونوں آپکو مبارک ہو!

ماسٹر عبدالغفار صاحب مدھولوی جامعہ کے جونیر اساتذہ میں بعض حیثیتوں سے ایک نہایت نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کو جامعہ ملیہ نے اپنے خرچ پر طریقہ تعلیم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے موگا (گجرانوالہ) بھیجا ہے جہاں عیسائی مشنریوں کا نہایت اچھا اور جدید اصولوں پر ایک ٹریننگ سکول ہے۔ آپ ایکسال تک وہاں تعلیم حاصل کرینگے جسکے بعد آپ اپنے کو جامعہ ہی کی خدمت کے لئے وقف کردیں گے۔

جامعہ کے **سالانہ کھیلوں** کا سلسلہ اپریل کے آخری ہفتہ بھر رہا تقسیم انعامات کا جلسہ ۲۰ اپریل کو ہوا جس میں مسز آصف علی نے لڑکوں کو اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کئے۔ جامعہ نے باوجود اپنے محدود ذرائع آمدنی کے تقریبًا ڈھائی سو روپے انعامات میں صرف کئے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ انعامات زیادہ سے زیادہ طلبا کو ملیں۔ ان کھیلوں کے سلسلہ میں ہمیشہ ایک اساتذہ کی دوڑ بھی ہوا کرتی ہے جس میں شیخ الجامعہ اول آتے ہیں۔ اب کی بار عہدہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ سن کے لحاظ سے شیخ جامعہ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری اول آئے جس کے صلہ میں انکو بھی مسز موصوفہ کے ہاتھ سے ایک خوشنما انعام ملا۔ جامعہ میں ورزش اور کھیلوں کی یہ تمامتر دلچسپی پروفیسر ای سی کیلاٹ صاحب کی کوششوں کی رہین منت ہے جس کے لئے وہ قابل مبارکباد ہیں۔

جناب شیخ الجامعہ صاحب اپنے رنگون کے دورے سے اب تک واپس تشریف نہیں لائے ہیں اور نہ اس سشن کے ختم ہونے سے قبل آپ کی واپسی کی کوئی امید ہے آپکے تازہ خطوں سے معلوم ہوا ہے کہ آپ برابر لوگوں سے مل جل رہے ہیں اور لوگوں میں جامعہ سے دلچسپی پیدا کررہے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ بھی باوجود اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے جامعہ کے خیال سے غافل نہیں ہیں۔ امید ہے کہ یوں ممدوح کی توجہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو برما میں خاصی کامیابی ہوگی۔

ان تعطیلات گرما میں اساتذہ جامعہ کے **وفود** بھی ملک کے مختلف حصوں میں جائینگے جناب شیخ الجامعہ کی یاددہانی پر اساتذہ کرام اپنے اپنے حلقوں اور تاریخ روانگی کے متعلق فیصلے کررہے ہیں۔ امید ہے کہ جن جن حلقوں میں جامعہ کے ہمدرد بھی زیادہ ہونگے وہ ان وفود کی پوری مدد فرمائیں گے۔

مدرسہ جامعہ کے سالانہ **امتحانات** ۴ رمئی سے شروع ہونگے اور ۱۲ رمئی تک جاری رہیں گے۔ ۱۶ رمئی سے گرمیوں کی بڑی تعطیل شروع ہوگی۔ جامعہ جونیئر میٹرک کے امتحانات اپریل سے شروع ہوئے اور ۸ اپریل تک جاری رہے جسکا نتیجہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

آج کل طلبا کی صحت بہت خراب ہو رہی ہے اور اس کا ایک بہت بڑا سبب دہلی کی آب و ہوا کی خرابی ہے۔ اکثر لڑکے بخار میں بیمار ہوتے اور اچھے ہوگئے اور کئی ایک اب بھی بیمار ہیں۔ طبیہ کالج کے ڈاکٹر اور اطباء صاحبان بالخصوص **ڈاکٹر ظفریاب صاحب** ہاؤس سرجن کے ہم بہت ممنون ہیں کہ آپ نہایت توجہ اور مہربانی کے ساتھ ہمارے مریضوں کا علاج کرتے رہے آئندہ سال سے انشاءاللہ جامعہ خرابی صحت کے اسباب دور کرنے اور علاج وغیرہ کی طرف مخصوص طور سے توجہ کرے گی۔

نتیجہ امتحان سالانہ ۱۹۲۹ء

مدرسہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

ثانوی چہارم

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	معاشیات ۱۰۰	تاریخ	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱	مرزا عزیز اللہ بیگ	۴۴	۴۰	۳۹	۳۴	۶۰	۲۱۷	پاس
۲	فضل حق قریشی	۳۰	۲۴	۳۳	۲۵	غیر حاضر	۱۰۷	فیل

ثانوی دوم

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	ریاضی ۱۰۰	تاریخ و جغرافیہ	معلومات عامہ یا ڈرائنگ	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۳	شاہ عزیز الرحمن	۶۶	۴۷	۳۵	۱۴	۴۲	۷۵	۲۷۷ - اول	پاس
۴	اشفاق حسین	۵۴	۳۴	۳۰	۲	۱۵	۷۰	۲۰۵	فیل
۵	سراج الہدیٰ	۶۵	۲۹	۴۵	۲۴	۲۵	۳۰	۲۱۸	پاس
۶	مطیع اللہ	۳۸	۳۳	غیر حاضر	۴	۴۵	۱۷		
۷	محمد عمر	۳۵	۳۴	۲۵	۲۲	۲۹	۳۰	۱۷۱	ترقی نہیں ہوگی جبتک کہ حسابات صاف نہ ہوں
۸	نذیر حسین احمد	۵۵	۵۱	۷۵	۱۸	۱۲	۳۴	۲۳۵ - دوم	

ثانوی اول

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	ریاضی ۱۰۰	تاریخ و جغرافیہ	معلومات عامہ یا ڈرائنگ	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۹	مرزا محمود احمد بیگ	۵۷	۳۸	۴۳	۴۹	۳۱	۶۵	۲۸۳ - اول	پاس
۱۰	محمد حسین دہلوی	۵۰	۳۱	۳۴	۵	۱۵	۲۸ ½	۱۹۳ ½	فیل
۱۱	محمد سعید	۵۳	۳۴	۳۱	۴۸	۲۳	۷۰	۲۵۹	پاس
۱۲	ذوالفقار علی	غیر حاضر	۰	۰	۰	۰	۰	۰	″
۱۳	اسمٰعیل حاجی یوسف	۰	۰	۶۹	۰	۳۵	۳۰ ½	۰	″
۱۴	یوسف احمد ملا	۰	۰	۶۱	۰	۳۴	۲۸	″	″

ابتدائی ششم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible] ۱۰۰	[illegible] ۱۰۰	[illegible] ۱۰۰	[illegible] ۱۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱۵	عزیز الدین	۴۳	۳۰	۴۳	۳۰	۲۴	۲۸	۰	۱۹۸	ترقی نہیں دیجائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۶	خیر احمد	۲۲	۳۰	۳۱	۹	۵۶	۳۰	۳۲	۲۵۶	مشروط ترقی۔
۱۷	ساجد علی	۳۴	۳۰	۲۵	۱۵	۳۰	غیر حاضر	غیر حاضر	۱۳۴	مشروط ترقی۔
۱۸	محمد صادق	۲۰	۲۰	۳۳	۱۳	غیر حاضر	۳۴	۵۸	۱۸۶	مشروط ترقی۔
۱۹	نور الدین	۴۰	۳۰	۴۵	۱۳	۲۴	۳۴	۴۰	۲۲۶	ترقی نہیں دیجائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۲۰	مسعود اختر	۳۷	۳۵	۳۱	۳۰	۵۰	۸۰	۷۸	۳۳۴	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۲۱	عرفان الحق	۶۳	۴۰	۷۰	۱۵	۶۰	۳۰	۲۰	۲۹۸ - دوم	پاس
۲۲	محمد صیب	۶۰	۵۰	۴۶	۳۰	۵۴	۵۸	۷۲	۳۷۰ - اول	؍؍
۲۳	نبی احمد	۲۷	۳۰	۳۶	۱۴	۴۴	۳۴	۳۴	۲۱۹	؍؍
۲۴	محمد اسحٰق	۳۷	۳۰	۳۱	۶	۳۲	۶۰	۶۰	۲۵۶	؍؍
۲۵	معین الدین	۲۲	۲۸	۱۱	۱۰	۳۴	۹۰	۴۰	۲۳۵	حساب صاف ہونا چاہیئے۔
۲۶	مرتضیٰ کریم	۳۵	۳۳	۴۳	۳۰	۴۰	۳۴	غیر حاضر	۲۱۵	؍؍
	حسن مہدی	۴۲	۴۵	۳۰	۱۱	۴۸	غیر حاضر	غیر حاضر	۲۱۶	؍؍
	ابتدائی پنجم									
۲۷	شاہ میر خاں	غیر حاضر	۴۰	۳۰	۳۴	۶۰	۸۰	۷۰	۳۱۴	ترقی نہیں دیجائیگی جبتک کہ عربی میں کامیاب نہ ہوں۔
۲۸	محمد عقیل جعفری	۴۲	۶۰	۴۲	۲۰	۶۰	۳۶	۴۰	۳۰۰	پاس
۲۸	عین الدین	۳۴		۴۰	۳۶	۸۲	۴۰	۲۰	۲۵۲	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۳۰	سید یاور عباس	۲۸	۳۴	۵۰	۳۴	۶۰	۶۰	۳۰	۲۹۶	پاس
۳۲	ضیاء الحق	۵۸	۵۶	۴۰	۳۹	۷۸	۵۰	۶۰	۳۷۱ - دوم	؍؍
۳۳	عبد الماجد	۳۶	۳۰	۳۷	۳۸	۳۲	۷۰	۵۶	۳۰۱	؍؍
۳۴	کلیم اللہ	۳۹	۳۴	۴۳	۳۰	۲۶	۵۲	۲۴	۲۴۸	؍؍
۳۵	ممتاز احمد	۳۵	۵۰	۵۱	۱۵	۶۰	۷۸	۳۶	۳۲۵	؍؍
۳۶	مختار احمد	۳۵	۳۴	۳۵	۳۳	۱۳	۳۴	۴۲	۲۲۵	؍؍
۳۷	محمد اسمٰعیل	۱۰	۳۴	۳۰	۱۳	۱۲	۸۴	۴۸	۳۰۴	فیل
۳۸	رضوان الحق	۳۸	۸۰	۲۵	۳۰	۷۰	۳۸	۲۸	۲۳۴	حساب صاف ہونا چاہیئے۔

ابتدائی پنجم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۳۹	نور الدین	۳۲	۳۰	۶	۳۰	۷۰	۳۸	۲۸	۲۳۴	پاس
۴۰	شاکر علی	۳۶	۵۴	۴۰	۳۰	۸۰	۸۸	۴۰	۳۶۸	"
۴۱	کرامت علی	۳۷	۶۷	۵۲	۱۲	۶۰	۹۰	۵۰	۳۶۹	"
۴۲	محمود احمد	۴۳	۴۶	۱۸	غیر حاضر	غیر حاضر	۳۴	۲۱	۱۶۳	تمام مضامین دوبارہ امتحان ہوگا۔
۴۳	مجتبیٰ کریم	۳۰	۱۸	۳۰	۵۰	۶۰	۳۵	۴۴	۲۶۷	پاس
۴۴	اسمٰعیل حاجی یوسف	۰	۰	۵	۰	۰	۰	۰		
۴۵	یوسف احمد ملا	۰	۰	۱۲	۰	۰	۰	۰		
۴۶	عبد الخالق	۶۵	۵۳	۵۴	۶۲	۶۸	غیر حاضر	۴۴	۳۵۹-اول	پاس

ابتدائی چہارم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۴۷	سرتاج ولی	۵۰	۵۸	۳۰	۵۲	۷۶	۵۴	۴۸	۳۶۸	پاس
۴۸	رضی الحق	۸۰	۶۸	۳۰	۳۸	۳۴	۳۵	۴۹	۳۴۴	"
۴۹	منظور الحق	۷۰	۷۱	۴۹	۳۸	۴۲	۴۸	۳۵	۳۵۳	"
۵۰	محمد ابراہیم	۶۴	۶۱	۳۰	۴۲	۴۲	۵۵	۴۹	۳۴۳	ترقی نہیں دیجائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۵۱	عبد الرحمٰن	۷۶	۷۰	۳۷	۳۶	۵۰	۴۴	۵۵	۳۶۸	پاس
۵۲	منیر حسین	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	-	فیل
۵۳	ابو الحسن	۳۴	۱۳	۳۰	۳۴	۳۲	۳۳	۳۰	۲۰۶	پاس
۵۴	محمد احمد	۴۰	۴۰	۳۳	۴۰	۳۶	۵۰	۵۱	۲۹۰	"
۵۵	سلیم الدین	۸۴	۸۲	۳۰	۳۴	۳۸	۴۷	۴۲	۳۵۷	"
۵۶	ابو البرکات	۵۶	۹۴	۵۴	۸۰	۶۴	۷۲	۶۳	۴۷۵-اول	"
۵۷	محمد امین	۶۴	۸۲	۷۰	۳۴	۸۰	۵۱	۵۰	۴۴۹-دوم	"
۵۸	مزمل حسین	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	۰	حساب صاف ہونا چاہیے۔
۵۹	ریاض الحق	۴۶	۷۱	۱۵	۲۴	۶۰	۳۹	۴۲	۲۹۷	پاس
۶۰	شوکت علی	غیر حاضر	۲۴	۱۷	۶۰	۵۶	۵۲	۲۵	۲۳۴	"
۶۱	ماشاء اللہ	۶۰	۳۸½	۵	۴۸	۳۰	۴۸	۷	۲۳۶	حساب صاف ہونا چاہیے۔
۶۲	محمد ظریف	۲۴	۳۳	۳۰	۲۰	۳۶	۳۴	۳	۱۸۰	فیل

ابتدائی چہارم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۶۳	قیوم محمد خاں	۵۴	۵۷	۱۸	۴۶	۳۰	۵۰	۴۵	۳۰۰	پاس
۶۴	ریاض الدین	۲۲	۱۱	۱۴	۳۴	۲۸	غیر حاضر	۳۰	۱۳۹	فیل
۶۵	انیس الرحمٰن	۴۰	۴۷	۳۰	۲۰	۲۲	۲۳	۴۵	۲۲۷	پاس
۶۶	عبدالرزاق	۳۴	۲۱	۱۲	۴۴	۴۶	۵۸	۳	۲۱۸	فیل
۶۷	اقبال احمد	۴۲	۴۹	۴۰	۵۰	۴۴	۴۹	۴۳	۳۱۷	پاس
۶۸	محمد اعظم	۴۲	۵۴	۷	۳۴	۳۸	۴۱	۲۱	۲۳۷	〃

ابتدائی سوم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۶۹	محمد بشیر	۳۴	۴۶	۵۷	۵۴	۶۸	۴۷	۲۸	۳۳۴	پاس
۷۰	اصغر محمد خاں	۳۸	۶۱	۳۱	۵۶	۵۶	۴۵	۲۹	۳۲۰	〃
۷۱	ابو سہیل	۳۰	۳۹	۳۰	۳۰	۴۴	۳۶	۵۲	۲۶۷	〃
۷۲	محسن فریدی	۲۸	۳۳	۳۴	۶۰	۳۴	۳۷	۲۵	۲۵۱	〃
۷۳	محمد عظیم	۴۰	۳۶½	۳۰½	۳۶	۳۴	۴۲	۳۷	۲۵۶	〃
۷۴	شفیق احمد	۵۰	۳۸	۵۹	۸۶	۳۴	۴۸	۴۸	۳۶۳	〃
۷۵	تقی الدین	۳۲	۱۳	۴۲	۴۸	۵۸	۳۶	۳۷	۲۶۸	〃
۷۶	ابوالفرید	۳۰	۳۶½	۱۷	۴۶	۵۰	۴۰	۳۷	۲۵۶½	〃
۷۷	عبدالرحمٰن (دہلوی)	۳۴	۳۱	۳۱	۴۰	۵۰	۳۵	۴۴	۲۶۵	〃
۷۸	مسعود حسین خاں	۳۶	۴۵	۳۰	۵۸	۴۰	۳۸	۴۸	۲۹۵	〃
۷۹	غلام حسین	۶۰	۷۴	۵۲	۵۲	۶۶	۴۰	۵۵	۳۹۹	〃
۸۰	سعد الدین	۲۰	۵۹	۶۳	۳۴	۳۴	۳۳	۵۷	۳۰۰	〃
۸۱	نور الدین	۳۰	۲۴	۵۲	۳۴	۴۸	۳۴	۲۱	۳۴۳	〃
۸۲	علی ابن حسین	۳۶	۳۰	۲۰	۴۶	۲۴	۳۸	۳۴	۲۲۵	〃
۸۳	سراج الحق	۲۶	۳۷	۵۵	۷۰	۴۲	۴۷	۳۴	۳۲۳	〃
۸۴	اکرام الحق	۳۸	۴۳	۵۷½	۳۴	۳۴	۴۱	۴۸	۲۹۵½	〃

ابتدائی سوم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۸۵	مکاند حسین	۲۴	۳۶	۷۴	۶۴	۳۴	۴۸	۳۶	۳۱۴	پاس
۸۶	ملک محمد صدیق	۳۲	۵۰	۴۳	۴۲	۳۴	۵۲	۴۲	۲۸۵	״
۸۷	محمد رشاد	۳۶	۲۷	۱۲½	۲۴	۴۲	۲۰	۳۷	۲۰۲½	״
۸۸	محمد ابوبکر	۳۸	۴۵½	۶۱½	۹۰	۴۰	۴۱	۳۴	۳۵۰	״
۸۹	ابراہیم داؤد	۵۰	۴۲	۴۹	۳۶	۳۴	۳۹	۵۰	۲۹۰	״
۹۰	عبد الستار	۴۰	۳۲	۵	۷۲	۴۲	۴۷	۳۴	۳۱۷	״
۹۱	انوار علی	۲۰	۴۴½	۵۷	۳۸	۶۶	۳۵	۲۶	۲۸۶½	״
۹۲	محمد صادق	۲۰	۵	۴۶	۳۴	۵	۲۹	غیر حاضر	۱۴۲	
۹۳	محمود الحسن	۳۰	۳۰	۳۰	۴۸	۳۸	۲۸	۳۷	۲۴۱	پاس
۹۴	مجید احمد خاں	۳۸	۱۵	۴۲	۸۰	غیر حاضر	۴۷	۴۴	۲۶۶	״
۹۵	تاج محمد خاں	۲۸	۲۵	غیر حاضر	۳۴	غیر حاضر	۳۰	۱۴	۱۲۱	

ابتدائی دوم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۹۶	انوار الحسن	۸۰	۷۴	۳۰	۹۲	۸۰	۶۰		۴۱۶ - اول	پاس
۹۷	محمود احمد	۶۶	۴۰	۳۸	۹۰	۷۵	۳۸		۳۴۷ - دوم	״
۹۸	ریحان الحق	۶۶	۸۰	۳۸	۳۸	۵۰	۲۵		۲۹۷	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۹۹	خلیل الرحمن	۴۲	۲۶	۴۲	۳۴	۳۰	۱۲		۱۸۶	پاس
۱۰۰	یوسف	۷۰	۴۴	۴۸	۹۶	۳۵	۴۹		۳۴۲	״
۱۰۱	عباس فریدی	۷۲	۶۶	۵۳	۵۰	۳۵	۲۳		۲۹۸	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۰۲	دلاور عباس	۳۸	۵۶	۳۰	۴۰	۳۵	۳۳		۲۳۲	پاس
۱۰۳	رشید الدین	۴۶	۵۰	۳۴	۳۰	۳۰	۱۹		۲۰۹	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۰۴	محمد	۶۶	۳۶	۷۲	۳۸	۴۵	۴۵		۳۰۲	پاس
۱۰۵	اخلاق الرحمن	۶۴	۴۸	۵۹	۴۰	۵۰	۲۹		۲۹۰	״
۱۰۶	ابو الکلام	۳۸	۲۴	۱	۲۰	۱۵	۲۰		۱۱۸	فیل
۱۰۷	محمد صدیق	۴۰	۴۸	۶۳	۶۰	۲۵	۳۷		۲۸۳	پاس

نمبر شمار	نام طالب علم	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱۰۸	قمرالدین	۷۰	۶۴	۵۴	۶۰	۲۴۸	پاس
۱۰۹	محمد ابراہیم	۷۶	۶۰	۵۲	۸۰	۲۶۸	〃
۱۱۰	فضل الرحمٰن	۹۰	۸۰	۱۴	۱۰۰	۲۸۴	〃
						مکتب:-	
۱۱۱	مظہرالحق	۶۰	۷۴	۶۰	۷۰	۲۶۴ - اول	〃
۱۱۲	ممتازالدین	۵۰	۳۰	۶۲	۵۰	۱۹۲	〃
۱۱۳	محمد سلیم	۶۰	۶۸	۸۸	۴۰	۲۵۶ - دوم	〃
۱۱۴	علی محمد	۴۸	۷۶	۷۴	۳۸	۲۳۶	〃
۱۱۵	محمد عمر فاروق	۵۲	۷۴	۴۲	۸۰	۲۴۸	〃
۱۱۶	عبدالرحمٰن	۷۰	۳۲	۶۴	غیر حاضر	۱۶۶	〃

مجم جناب شیخ اسحاق صاحب نے زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم سے شائع ہوا -

اردو کی منتخب کتابیں

سیر المصنفین

از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل غازی آباد ادب اردو میں یہ بالکل پہلی اور قابل قدر کتاب ہے ابتدا سے اردو نثاروں اور مصنفین کا ایک دلچسپ تذکرہ ہے جو بڑی محنت و کاوش اور خوش ترتیبی اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے - حالات کے ساتھ ہی اردو زبان کے مختلف زمانوں اور دوروں کی تبدیلیوں اور ترقیوں کا بھی دلچسپ انداز میں ذکر ہے - مصنفوں کی تحریروں کے نمونے کتاب کی دلچسپی بڑھاتے ہیں - یہ کتاب داخل نصاب ہونے کے قابل ہے - جس طرح آب حیات اردو شاعری کی تاریخ ہے - یہ اردو نثاری کی سرگذشت ہے - قیمت حصہ اول دو روپے - حصہ دوم ہے

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کا وہ مشہور مضمون جو عام طور پر بہت مقبول و مشہور ہوا - اب معہ چند اضافوں کے کتابی صورت میں چھپا ہے پوری کتاب بڑے اہتمام و دیدہ زیبی کے ساتھ دو رنگوں میں چھاپی گئی ہے اردو شاعری پر یہ ایک مبسوط و محققانہ تصنیف ہے اور قابل دید ۲۰۰ صفحات کپڑے کی خوشنما جلد قیمت عہ ؍

ایشائی شاعری

مولوی سید امجد علی صاحب اشہری کی یہ وہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو مسلم انگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے سلسلہ شعبہ علمی کی ایک قابل قدر کڑی ہے - اردو شاعری پر ایک اچھی کتاب ہے - جس میں بڑی نفیس زبان استعمال کی گئی ہے اور بڑی ضروری اور کارآمد باتوں کا ذکر ہے - شاعری پر بہت خوب چیز ہے ۲۰ × ۲۶ صفحات (۱۳۶) قیمت صرف صہ ؍

محشر خیال

سجاد علی انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند بہترین ادبی و اصلاحی مضامین کا مجموعہ نادر جو ہمارے ڈھائی سو چھپا تھا - اب چند کاپیاں باقی ہیں - چونکہ اسے مرحوم کی جوانمرگی کی یادگار کے طور پر شائع کرنا تھا اس لئے بڑے اہتمام اور نفاست سے چھاپے اور جلد پر سنہرے حروف میں نام تحریر ہے - سجاد مرحوم خوش تحریر خوش گفتار ادیب تھے - ان کے مضامین میں خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف و بلند خیالی اور جذبات نگاری ہوتی ہے - آخر میں تھوڑا سا ذخیرہ غزلوں اور نظموں کا ہے - قیمت دو روپے آٹھ آنے -

تمنائے دید

اخلاق، تمدن اور معاشرت پر بے حد دلکش انداز اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بعض ضروری مسائل زندگی - از جناب سجاد مرزا بیگ مرحوم - ۱۰۵ صفحات قیمت ۵ ر

رنج و راحت

جناب آفتاب عمر صاحب برادر مسٹر ظفر عمر نے یہ ناول پوری کامیابی کے ساتھ لکھا ہے - ظفر عمر صاحب کی کتابیں جس درجہ مقبول ہوئیں سب جانتے ہیں لیکن اگر آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو کسی طرح کم نہ پائیں گے - اس میں غدر کی تباہی عام انتشار - مضطرب زندگی کا ہو بہو نقشہ ہے - ایک دردانگیز کہانی ہے - ایک ہندوستانی بی بی اور انکی بیٹی کے شریفانہ کارنامے ہیں - غرض یہ کتاب ناول بھی ہے اور عبرت کا بصیرت خیز مرقع بھی - قیمت صرف ع

جور فلک

مشہور و معروف انگریزی ناول ایسٹ لین کا دلکش سلیس اردو ترجمہ از پروفیسر انعام اللہ خاں علی گڑھ - تین حصوں میں مجموعی تعداد صفحات ۷۶ ۱۲ نفیس طباعت قیمت صرف عہ ؍

مینجر مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا
پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ



پیامِ تعلیم

نرخنامہ چندہ
سالانہ عہ/
ششماہی عہ
فی پرچہ ۱/

نرخنامہ اشتہار
فی صفحہ ...
نصف صفحہ ...
چوتھائی صفحہ ...

ایڈیٹر:- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۷ | ۲۱ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

سردار بھگت سنگھ اور بی۔ کے۔ دت جنکا اسمبلی میں بم پھینکنے کے سلسلہ میں مقدمہ چل رہا تھا اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ جج نے دونوں ملزموں کو مجرم قرار دیتے ہوئے کالے پانی کی سزا دی۔

مقدمہ سازش میرٹھ کی سماعت ۱۲ جون سے شروع ہوگئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ کہیں چار مہینوں میں ہوگا اور کوئی پانچسو گواہ پیش کئے جائیں گے۔

دریائے گومتی میں زبردست طغیانی آگئی تھی جواب کم ہو رہی ہے۔ اس طغیانی کی وجہ سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

مرکزی بینکنگ انکوائری کمیٹی کی ہیئت ترکیبی کا اعلان عنقریب کیا جائے گا۔ جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے اس کمیٹی کے صدر سر بی این مترا اور نائب صدر سر پرشوتم داس ٹھاکر داس مقرر ہوئے ہیں۔

تمام سرکاری ریلوں کی آمدنی امسال ۲۸ مئی تک ۱۵ کروڑ ۹۵ لاکھ ہوئی جو سال ماسبق کے اسی عرصہ سے بقدر ایک کروڑ ۲۳ لاکھ اور سال ۲۸-۱۹۲۷ء کے اسی عرصہ سے بقدر ۴۰ لاکھ کم ہے۔

بنگال کونسل کے انتخاب میں کانگریس کو زبردست کامیابی ہو رہی ہے۔

ڈلہوزی اور موہن باگن کے میچ میں جو بدمزگی پیدا ہوگئی تھی اور جسکی وجہ سے تمام ہندوستانی ٹیمیں لیگ سے علیحدہ ہوگئی تھیں اب ان میں اور لیگ کی کمیٹی میں ایک اچھا سمجھوتہ ہوگیا ہے اور لیگ میچ پھر شروع ہوگئے ہیں۔

ممالک غیر

انگلستان میں پارلیمنٹ کے انتخاب ختم ہوگئے ہیں۔ امسال مزدوروں کی جماعت کو فتح حاصل ہوئی ہے اور مسٹر رامزے میکڈانلڈ وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں نئی وزارت میں مسٹر ویجوڈ کو ہندوستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ کا عہدہ ملا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے محکمۂ سیاسی کے حکام کا خیال ہے کہ افغانستان کی بدامنی کے باعث بچہ سقہ کو وہاں کا بادشاہ تسلیم کرنا غیر ممکن ہے۔

حال ہی میں بچہ سقہ نے اپنے چار جنرل ملا شوربازار کی سرکردگی میں جنرل نادر خاں کی خدمت میں بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ وہ بادشاہ کا انتخاب کرنے کے لئے ایک قومی جرگہ میں شامل ہوں لیکن جنرل موصوف نے اس دعوت کو نامنظور کر دیا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ تمام افغان قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے ایسے جرگہ میں شمولیت کی دعوت تمام افغانی قبائل کی طرف سے ہونی چاہیئے۔

مسٹر کابلی پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے فن طیاری میں بڑی مہارت حاصل کی ہے اب وہ اپنے ہوائی جہاز پر بیٹھکر ہندوستان آرہے ہیں۔

چین کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے منگولیا پر حملہ کر دیا ہے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ روسی سفارت خانہ پر حکومتِ چین نے دست درازی کی تھی۔ اس کے جواب میں حکومت روس نے بھی چینی سفارت خانہ کو زیر حراست کر لیا ہے۔



بچوں کی جسمانی نشوونما

بچوں کی تربیت میں ماں باپ اور استادوں سے اکثر اسی لئے غلطی ہوتی ہے کہ وہ ان ننھی ننھی سی جانوں پر اپنی بڑی عمر کے معیار عاید کرنا چاہتے ہیں۔ بچے کو بچے کی حیثیت سے بہت کم دیکھتے ہیں اور ہمیشہ اس میں بڑے آدمی کے صفات دیکھنے کے متمنی رہتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ آدمی کی زندگی کے مختلف مدارج سب اپنی اپنی جگہ پر خود اپنے اصول اور معیار رکھتے ہیں۔ ایک منزل میں دوسری کے اصول چلانے سے اکثر نقصان ہوتا ہے۔ آپ نے تیتری دیکھی ہے، وہ کتنی منزلیں طے کرتی اور کیسی کیسی شکلیں بدلتی ہے۔ پھر ہر منزل اور ہر شکل کے لئے اپنے قواعد ہیں یہ نہیں کہ پروالی تیتری اور بے پر کی رینگنے والے کیڑے کو ایک ہی سمجھا جائے۔ جس طرح یہ جانور ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے میں اپنی ماہیت اور فطرت بدل دیتا ہے اسی طرح بچے، جوان اور بوڑھے میں بھی بہت سی باتوں میں ماہیت کا فرق ہو جاتا ہے۔ یورپ کے مشہور تعلیمی ماہر فروبل نے اس طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور بتلایا کہ ہر آنے والی منزل میں پوری ترقی اسی وقت ممکن ہے جب گزرتی ہوئی منزلوں کے مقاصد اور فرائض کو اچھی طرح پورا کیا گیا ہو۔ اس طرح نہیں کہ اگلی منزل کے مقاصد اور فرائض کو پچھلی منزلوں ہی میں طے کرانے کی کوشش کی جائے۔ معلم کو یہ نہ چاہیئے کہ بچہ میں لڑکے اور لڑکے میں جوان کی تلاش کرے۔ بچہ کو اچھا بچہ اور لڑکے کو اچھا لڑکا بنائے تب آدمی اچھا آدمی نکلے گا۔ بچہ کے حواس کی نشوونما مکمل نہیں ہوتی۔ قوت اظہار بھی پوری طرح موجود نہیں ہوتی۔ پھر اس سے یہ مطالبہ کیوں کیا جائے کہ وہ چیزوں کو اسی طرح دیکھے اور سنے جیسے ہم دیکھتے اور سنتے ہیں اور اپنے مطالب کو اسی طرح زبان اور جوارح سے ادا کرے جیسے ہم۔

کسی جوان آدمی کی تصویر بنائی جائے جس میں اعضاء کا تناسب وہی ہو جو بچے میں ہوتا ہے تو عجیب شکل نکل آئے گی۔ جو دیکھے گا ہنس پڑے گا اس کا سر بڑا ہوگا، چہرہ ذرا سا، اور ننھے ننھے ہاتھ پاؤں! بچپن کے مقابلے میں ایک تندرست پورے جوان آدمی کے اعضاء میں معمولاً یہ نسبت ہوتی ہے۔

سر	تقریباً	دو چند	ہو جاتا ہے
ہاتھ	"	۴ "	" جاتے ہیں
پاؤں	"	۵ "	" " " "
کل جسم	"	۱۳ ۳/۲۰ "	" " " "

کل جسم میں بچہ کی پیدایش کے وقت اور جوان آدمی میں مختلف اعضاء کی نسبت یہ ہوتی ہے۔

	بچہ میں کل وزن کا		جوان میں کل وزن کا	
پٹھے	۲۳٫۴	فیصدی	۴۲٫۰۹	فیصدی
بھیجہ	۱۴٫۳۴	"	۲٫۳۷	"
گردے	٫۸۸	"	٫۴۸	"
جلد	۱۱٫۳	"	۶٫۳	"
دل	٫۸۹	"	٫۵۲	"

بچہ کا دل پورا جوان ہونے تک ۱۲ گنا اور اس کے پھیپھڑے ۲۰ گنے ہو جاتے ہیں، اور بھیجہ ۴ گنا۔

بچہ کا خون جوان آدمی سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس میں جسم ساز عناصر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ نبض میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مردوں میں ۵ سے ۸ سال تک کے بچہ کی نبض منٹ میں ۸۵ مرتبہ چلتی ہے۔

۸ سے ۱۲ سال تک ۷۹ مرتبہ
۱۴ سے ۲۰ سال تک ۷۶ مرتبہ
عورتوں میں ۵ سے ۸ سال تک ۹۳ مرتبہ
" ۸ سے ۱۲ سال تک ۹۲ مرتبہ
" ۱۴ سے ۲۰ سال تک ۸۲ مرتبہ

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ایک منٹ میں ۴۰ مرتبہ سانس لیتا ہے، چھ سال کا بچہ ۲۲ مرتبہ اور پورا جوان کوئی ۱۳-۱۴ بار۔

معلوم کرنے کے لئے جیسے ان تغیرات کا ساتھ دینا اور ان سے مفید نتائج نکالنا ہوتا ہے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مختلف دوران تغیر میں مختلف اعضاء کس طرح بدلتے ہیں۔ مثلاً آنکھ بچپن کے پہلے دو تین سال میں ہی اپنی پوری بڑائی کی ⅔ ہو سکتی ہے اور ساتویں برس کے ختم ہوتے ہوتے تو اس کا بڑھنا ختم ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن آنکھ کے ساتھ جو اعصاب ہیں ان کی تکمیل کہیں سن بلوغ پر جا کر ہوتی ہے۔ صحیح طور پر دیکھنے کے لئے ان اعصاب کا مکمل نشو و نما اور آنکھ کے پٹھوں اور ان کے اعصاب کا پوری طرح مستعد ہونا ضروری ہے۔ اس لئے بچہ سے یہ توقع غلط ہے کہ وہ صحت کے لحاظ سے ویسا ہی دیکھے جیسے کہ بڑا۔ گھروں میں اور مدرسوں میں اس کی طرف اکثر کم توجہ کی جاتی ہے اور بچوں کی نظر کو مستقل نقصان پہنچ جاتا ہے۔

پیدائش کے وقت ہاتھ اور پاؤں بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ ہاتھ تو عمر کے تیسرے اور چھٹے سال کے درمیان بہت بڑھتے ہیں اسی بڑھوتی کی تیاری کے لئے بچہ ان دنوں میں ہاتھوں سے بہت کام کرتا ہے۔ ہر چیز کو ہاتھ سے لیتا ہے، چھوتا ہے، پاؤں خوب بڑھتے ہیں اس عمر میں ہاتھوں کا استعمال بچوں میں کم ہو چلتا ہے اور بچہ پیروں سے بہت کام لینے لگتا ہے، اچھلنا، کودنا، دوڑنا اس زمانے کے خاص اشغال ہیں۔

بچہ کے جسم کے پٹھے بھی بہت تیزی سے بڑھتے ہیں۔ جوان آدمی کا پورا وزن بچہ سے ۲۰ گنا ہوتا ہے۔ لیکن جوان کے پٹھوں کا وزن بچہ سے ۵۰ گنا ہوتا ہے۔ یہ بڑھوتی مختلف اوقات میں ہوتی ہے اور عموماً جسم کے ان حصوں میں جن سے عمر کے مختلف اوقات میں زیادہ کام لیا جاتا ہے، بچہ کے پٹھوں میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ بدن میں زہریلے مادے جلد پیدا ہوتے ہیں اور جلد دفع ہو جاتے ہیں۔ اگر بچہ کو اچھی طرح سانس لینے کا موقع نہ ملے یا تھک زیادہ جائے تو یہ زہریلے مادے دفع نہیں ہوتے۔ مدرسہ میں بچوں کو مار مار کر بٹھانا اور کتاب سے سر ہٹانے نہ دینا اس وجہ سے زیادہ مضر ہے کہ کتاب پر توجہ کے وقت سانس کا آنا جانا سست ہو جاتا ہے اور بچہ بیٹھے بیٹھے تھک جاتا ہے۔ خون کی صفائی نہ ہونے سے بچوں میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً دردِ سر، نکسیر پھوٹنا، بھوک نہ لگنا، قبض وغیرہ گھنٹوں چھوٹے بچوں کو بیٹھنے پر مجبور کرنا تاکہ وہ جلد جلد پڑھ جائیں دراصل ان کی نشو و نما میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے۔ دیر تک بیٹھے رہنے سے بچوں کے پھیپھڑوں اور دل پر اثر پڑتا ہے۔ خصوصاً جس زمانے میں بچوں میں کسی حصۂ جسم کی نشو و نما تیزی سے ہو رہی ہو۔

یہ تو اکثر لوگوں کو معلوم ہوگا بچوں کی بڑھوتی میں بعض زمانوں میں تیزی ہو جاتی ہے بعض زمانوں میں سستی۔ تیزی کے زمانہ "کھنچاؤ" کے زمانے اور سست نشو و نما والے زمانے "بھراؤ" کے زمانے کہلاتے ہیں۔ بھراؤ کا پہلا زمانہ ۲ سے ۴ تک کی عمر کا ہے۔ پہلا کھنچاؤ ۵ سے ۷ سال کی عمر تک۔ بھراؤ کا دوسرا زمانہ ۸ سے ۱۰ سال کی عمر تک رہتا ہے اور ۱۰ سے ۱۴ سال تک "کھنچاؤ" کا دوسرا زمانہ آتا ہے۔ اس دوسرے زمانے میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ بڑھتی ہیں۔ لیکن ۱۴ سال کے بعد لڑکے اس کمی کو پورا کر لیتے ہیں۔ کھنچاؤ کے زمانوں میں بچوں اور لڑکوں لڑکیوں کو بیٹھنے پر مجبور کرنا بہت مضر ہے۔

رفتار تعلیم

درس گاہ فن زراعت کا قیام

فانٹا پر ایک وسیع رقبہ محکمہ زراعت نے کلکتہ کے نواح میں بوس انسٹیٹوٹ کے لئے دیدیا ہے جہاں تحقیق فن زراعت کا درس ہوگا۔

ہندوستان کے سائنسداں کی امسٹرڈم کو روانگی

سر جگدیش بوس اور ان کی اہلیہ مع جوتی پرشاد سرکار کے بمبئی کی طرف روانہ ہوگئے ہیں جہاں سے وہ امسٹرڈم جائیں گے۔

اسپین میں طلباء پر جبر و تشدد کا دور

شاہ اسپین کے نیم مجسمہ کو منہدم کرنے کے الزام میں پولیس نے یونیورسٹی کے طلبا کی ایک معتدبہ جماعت کو گرفتار کرلیا ہے۔

ایک ہندو عورت کی علمی فضیلت

مسز انیا چندی ایم۔اے مدراس یونیورسٹی کے جدید امتحان بی ایل میں کامیاب ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں یہ پہلی عورت ہے جس نے قانونی ڈگری حاصل کی ہے۔ ایک مشہور زنانہ اخبار کے مینیجنگ اڈیٹر ہونے کی حیثیت سے وہ پہلے بھی مشہور ہیں اب وہ وکالت کا کام شروع کرنے والی ہیں۔

لاطینی حروف کے استعمال کے بعد ترکی میں مشکلات

ترکی اخبارات آج کل بہت مالی خسارہ اٹھا رہے ہیں۔ اس لئے کہ عربی حروف کو لاطینی حروف سے بدلنے سے یہ بُرا نتیجہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے اخبارات پڑھنا چھوڑ دیا کیوں کہ اب تک عوام کا بڑا حصہ لاطینی حروف سے نا آشنا ہے اور بہت سے افراد ایسے ہیں جن کو جدید حروف میں تحریر پڑھنے میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔

کوائف جامعہ

گذشتہ سال کی طرح اب کے پھر تالاب ان طلبا کے لئے جو چند وجوہات کی بنا پر تعطیلات میں مکان نہیں جاسکے دلچسپی کا مرکز ہے۔ روز صبح و شام طلبا تیرتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں۔ جناب شیخ الجامعہ صاحب بھی اکثر تشریف لاتے ہیں اور باوجود کوشش تیرنے میں اب تک تمام طلبا سے پیچھے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ امسال ہندوستان کے مختلف حصوں سے طلبا کے داخلہ کے لئے کثرت سے درخواستیں آرہی ہیں، امید ہے کہ اب کے گزشتہ سال کی نسبت طلبا کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگا۔

جامعہ کے اکثر حلقوں میں جناب ماسٹر اختر حسن صاحب فاروقی کی شادی خانہ آبادی کی خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی۔ ہم اہل جامعہ کی طرف سے فاروقی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

گزشتہ دو مہینوں سے دہلی میں سخت گرمی پڑ رہی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ تین چار روز سے موسم نہایت خوشگوار ہوگیا ہے اور کبھی کبھی پانی بھی برستا ہے۔ چنانچہ پرسوں شام کے وقت پہلی بارش ہوئی طلبا نے کبڈی وغیرہ کھیل کر پرانی روایات کو تازہ کیا۔

تعطیلات میں جو طلبا یہاں مقیم ہیں گو ان کی تعداد بہت کم ہے لیکن اس قلت تعداد و طلبا کی وجہ سے جامعہ کی دلچسپیوں میں اب بھی کوئی کمی نہیں اور اکثر تفریحی مجالس منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ چند دن ہوئے [illegible] مانیٹر صاحب نے ایک دعوت دی۔ تربوز کے موسم کی وجہ سے اسی کی زیادتی تھی۔ سننے میں آیا ہے کہ عنقریب آموں کی ایک زبردست دعوت ہونے والی ہے کیونکہ ہمارے اکثر جامعی احباب نے آم بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

مذہب

اسلام

(۲)

(یہ مضمون مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندھری کی کتاب الاسلام سے ماخوذ ہے - یہ کتاب مسلمان طلبا کے لئے بہت مفید ہے - ہم عنقریب دنیا کے دوسرے مذاہب پر بھی مفید مضامین پیام تعلیم میں شائع کرنے کا بندوبست کر رہے ہیں) (ایڈیٹر)

کوئی شخص جو کسی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہو اور عمر کے اس درجے کو پہنچ جائے کہ دین کی باتوں کو سمجھ سکے یا کسی دوسرے مذہب کا آدمی دین اسلام میں داخل ہو تو اس کو خدا اور خدا کے تمام پیغمبروں اور خدا کی تمام کتابوں اور فرشتوں اور تقدیر اور روز قیامت اور دوزخ اور بہشت پر ایمان لانا ضرور ہے - ان چیزوں پر ایمان نہ لانے والا مسلمان نہیں کہلا سکتا-

خدائے تعالےٰ پر ایمان لانا جس نے آدمی کے جامے میں جنم لیا ہے اس کو اتنی بات سمجھنی کچھ بھی مشکل نہیں کہ دنیا کے کارخانے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا اور بنانے والا اور چلانے والا ہے - جس طرح دنیا کے کارخانے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے - یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ہر طرح قدرت ہے - وہ کسی چیز سے غافل و بے خبر نہیں اس کی حکمت کی تھاہ نہیں - اسی طرح اور بہت صفتیں ہیں جن کا دنیا کے عظیم الشان کارخانہ کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے میں ہونا ضرور ہے

پیغمبروں پر ایمان لانا خدا نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب پر ایمان لانا فرض ہے - محاورے میں تو اسی طرح بولا جاتا ہے کہ خدا نے پیغمبر بھیجے ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ آسمان پر سے بھیجے گئے ہیں یا کسی دوسرے ملک سے ان کو ایلچی کرکے بھیجا گیا ہے - پیغمبر اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو وہ باتیں بتائے جو خدا نے اس کو بتائی ہوں - پیغمبروں کے بھیجنے سے خدا کا یہ مقصود تھا کہ دنیا میں خدا کی توحید قائم ہو اور نیکی پھیلے - اسی واسطے جس جس قوم اور جس جس ملک میں شرک اور کفر اور بت پرستی اور فساد کی باتیں ہونے لگیں ان کو سمجھانے کو خدا نے پیغمبر بھیج دیئے -

خدا کی کتابوں پر ایمان لانا جو کتابیں خدا نے اپنے پیغمبروں پر نازل کی ہیں من جانب اللہ نازل ہونے کا یقین کرنا بھی ضرور ہے - یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ جس طرح دوسرے مصنف اپنے دل سے بنا بنا کر کتابیں تصنیف کیا کرتے ہیں آسمانی کتابیں پیغمبروں نے اپنے دل سے نہیں بنائیں - بلکہ ان کا اتارنے والا خدائے علام ہے اور وہ سب اسی کا کلام ہے پیغمبر ان کتابوں کو پڑھ کر سنا دینے والے ہیں اور بس - چار تو مشہور کتابیں ہیں جو چار رسولوں پر اتریں - زبور حضرت داؤد پر - توراۃ حضرت موسیٰ پر - انجیل حضرت عیسیٰ پر - قرآن ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ پر - ان کے علاوہ اور صحیفے بھی دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئے - یہ بات نہیں کہ خدا نے ان کتابوں کو اپنے دست قدرت سے لکھ کر یا فرشتوں سے لکھوا کر ایک ہی دفعہ پیغمبروں کے حوالے کر دیا - بلکہ جن جن اوقات میں خدا مصلحت سمجھتا تھا تھوڑی تھوڑی آیتیں نازل فرماتا تھا - جب اس قدر احکام جو خدا کے نزدیک اترنے ضروری ہوتے تھے اتر چکتے تھے تو وہ ایک مکمل کتاب ہو جاتی تھی -

فرشتوں پر ایمان لانا فرشتے اس شکل و صورت کی مخلوق نہیں جیسے انسان - بلکہ وہ اور قسم کے ہیں - ان کی پیدائش نور سے ہے جیسے آدمی کی خاک سے یا شیطان اور جنات کی آگ سے - یہ بڑے نیک ہوتے ہیں خدا کے حکم سے کبھی انحراف نہیں کرتے -

مشہور فرشتے چار ہیں - جبرائیل - میکائیل - عزرائیل - اسرافیل - جبرائیل انبیا کے پاس خدا کے پیغام و احکام لایا کرتے تھے - میکائیل کو بندوں کے رزق پہنچانے کا اہتمام سپرد ہے - عزرائیل لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں - اسرافیل قیامت کے دن بگل بجائینگے جس کی آواز سے تمام لوگ زمین میں سے نکل کھڑے ہوں گے -

(باقی آئندہ)

ریڈیم کیا ہے؟

ریڈیم گھڑیاں کس نے نہیں دیکھیں؟ وہ گھڑیاں جن کے ہندسوں پر اور جس کی سوئیوں پر ایک زرد قسم کا مسالہ لگا ہوتا ہے اور جس کے باعث وہ رات یا دن کے وقت تاریکی اور اندھیرے میں آپ ہی آپ چمکنے لگتی ہیں۔ ان کی تابش ایسی ہوتی ہے جیسی اندھیری رات میں جگنو کی چمک۔

لیکن تم کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ حقیقت میں یہ مسالہ جو ان گھڑیوں کے ہندسوں اور سوئیوں پر لگا ہوتا ہے اصلی ریڈیم نہیں ہے بلکہ ریڈیم کے نمک اور اس کے مرکبات کے اجزا ہیں۔

ریڈیم تو بڑی کمیاب اور بے حد قیمتی چیز ہے۔ اور اس کی ایک تولہ مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو اس کا شمار دنیا کے کروڑ پتی لوگوں میں ہونے لگے۔

یوں سمجھ لو کہ جب سے اس نئی چیز کو انسان نے دریافت کیا ہے جس کو تیس اکتیس برس کا عرصہ ہوا اس وقت تک کوئی ڈھائی چھٹانک ریڈیم کی مقدار حاصل ہو سکی ہے۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں ساری دنیا کے اندر جب اتنی تھوڑی مقدار ریڈیم کی حاصل ہو سکی ہے تو پھر کس قدر بیش قیمت اور نایاب نہ ہوگا۔

ریڈیم کی قیمت کچھ اس کی کمیابی ہی پر اتنی زیادہ نہیں ہے بلکہ اس کے خواص ایسے کارآمد اور مفید ہیں کہ اگر اس کی قیمت موجودہ قیمت سے بھی زیادہ کر دی جائے تو بھی کم ہے۔

اس کی قیمت کا تم کو اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک تولہ ریڈیم کی قیمت سو من سونے کی قیمت سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

یہ ریڈیم حقیقت میں ایک دھات اور ایک عنصر ہے جس طرح اور عناصر مثل سونا، چاندی، آکسیجن وغیرہ ہیں۔ آکسیجن اگرچہ عنصر ہے لیکن دھات میں اس کا شمول نہیں۔ مگر سونا عنصر بھی ہے اور دھات بھی۔ بالکل اسی طرح ریڈیم بھی ہے۔ اس کی تحقیقات کا سلسلہ دراصل اور دوسرے ان عناصر کے دریافت سے شروع ہوا جن میں سے شعاعیں نکلتی تھیں جیسے یورانیم وغیرہ

یہ سن کر تم کو اور بھی زیادہ حیرت ہوگی کہ اس نایاب و کارآمد عنصر کو ایک سائنس داں خاتون نے دریافت کیا تھا۔ اس خاتون کا نام میڈیم کیوری تھا اور یہ امریکہ کی رہنے والی تھی۔

ریڈیم کی دریافت کے بعد اس کے استعمال کے مختلف تجربے کئے گئے۔ اور ان تجربوں کی بنا پر ریڈیم ہماری زندگی اور زندگی کے لوازمات کے لئے آخر کار ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

ریڈیم کی سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح کوئی کان یا مقرر و مخصوص جگہ نہیں ہوتی جہاں سے کہ یہ دستیاب ہو سکے۔ بلکہ یہ کچ دھاتوں کے نمک میں سے کیمیائی عمل کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کارنو نائٹ سے جو ایک ایسا ہی نمک ہے ریڈیم کا نمک نکالا جاتا ہے لیکن اس کے ایک گرام کے لئے ۹۰۰ مختلف عمل کرنے پڑتے ہیں اور اس میں چھ ماہ کی مدت صرف ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک دوسری کچ دھات پچ بلنڈ ہے جس سے بہت زیادہ ریڈیم نکلتا ہے اس کے اجزائے ترکیبی قریب قریب یورانی نائٹ کے مثل ہوتے ہیں۔ اور شکل و صورت بھی تقریباً ویسی ہی ہوتی ہے۔ یہ کچ دھات متصل دیو گو سلاویا میں بڑی مقدار میں ہوتی ہے اور یہاں ہی سے ریڈیم کی زیادہ مقدار اب تک حاصل ہوئی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں کوئی ۲/۵ گرام اور ۱۹۱۵ء میں ۱ ۱/۲ گرام اور ۱۹۲۰ء میں ۲ ۱/۲ گرام ریڈیم حاصل کیا گیا ہے۔

۱۹۲۱ء میں صوبہ انٹوریا (کینڈا) میں پچ بلنڈ کے ایک بہت بڑے ذخیرہ کا پتہ چلا ہے اور ۱۹۲۲ء میں سوئٹزرلینڈ (یوروپ) میں یورانیم کا ذخیرہ معلوم ہوا ہے۔

ہمارے ہندوستان میں بھی شمالی صوبوں میں خالص پچ بلنڈ تو نہیں البتہ اس کی مشابہ کچ دھات ضرور ملتی ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر تحقیق کی جائے تو یہاں بھی یہ کچ دھات (پچ بلنڈ) کا پتہ چلے گا۔ بہرحال دنیا کے اکثر حصوں میں ریڈیم نمکوں کا پتہ چلا ہے جن سے اس بیش قیمت

(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳)

سُلطان غیاث الدین بلبن

سلطان التمش کے چالیس غلام تھے جو سب کے سب خدمت شاہی پر مامور تھے لیکن بلبن ان سب میں سب سے زیادہ ہونہار اور لائق تھا - التمش کے مرنے کے بعد جب سلطنت اس کے جانشینوں کے زمانہ میں بہت کمزور ہوگئی تو خود اسنے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور کئی سال تک نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ دہلی کے تخت پر حکومت کرتا رہا -

بلبن اصل میں وسط ایشیا کے البری نامی ایک ترکی قبیلہ سے تھا - اور اوائل عمر میں وہ اور غلاموں کے ساتھ بغداد گیا لیکن قسمت وہاں سے اسے گجرات کھینچ لائی جہاں خواجہ جمال الدین بصری ایک شخص نے اسے لے لیا اور لیکر دربار شاہی میں لائے کہ منہ مانگے دام ملیں گے - سلطان التمش کا زمانہ تھا - بلبن پر نظر پڑتے ہی بادشاہ نے اسے خرید لیا اور خاص اپنے حضور میں رکھا - تھوڑے ہی عرصہ میں بلبن کے جوہر کھلنے لگے اور وہ روز بروز بادشاہ کی نظروں میں جگہ پانے لگا -

بلبن کی یہ مقبولیت اس کے آقا التمش ہی تک محدود نہ رہی تھی بلکہ وہ اس کے بعد اس کے جانشینوں کے زمانہ میں بھی روز افزوں ترقی کرتا رہا سلطان رضیہ کے وقت میں 'خاصہ دار' سے 'امیر شکار' ہوگیا - معز الدین کے زمانہ میں امیر آخور کے عہدہ پر مامور ہوا اور بادشاہ کی طرف سے دریائے راوی کے کنارے ایک بہت بڑی جاگیر عطا ہوئی - سلطان ناصر الدین کے عہد میں 'الغ خاں' یا 'خان اعظم' کے لقب سے وزارت کے عہدہ پر فائز ہوا اور سچ پوچھو تو اس تمام زمانہ وزارت میں حکومت کی اصل باگ بلبن ہی کے ہاتھ میں تھی -

ناصر الدین ایک نہایت متقی، پرہیزگار، سیدھا سادہ، نیک مزاج بادشاہ تھا - وہ بجز سلطنت اور سب کام کے لئے موزوں ہو سکتا تھا - اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کی تمام مدتِ حکومت میں ہر طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا - یہ بلبن ہی کی تدبیر ملکی اور قابلیت و شجاعت تھی جو تمام سرکش اور باغی زیر ہوئے اور ملک عام بدامنی اور فساد سے محفوظ رہا - ایک طرف ناصر الدین کے امرا باہم خفیہ سازشوں اور پردہ سازباز میں مصروف رہتے، دوسری طرف مفتوحہ علاقوں سے آئے دن شورشوں اور بغاوتوں کی خبریں آتی رہتیں - اور ان سب پر طرّہ یہ کہ مغلوں کا بھوت ہر وقت سر پر سوار رہتا - جہاں ادھر ملک میں ذراسی بے چینی اور انتشار ظاہر ہوا اور وہ ادھر سے بھونچال کی طرح آدھمکے - غریب دہلی ان وحشیوں کے خیال سے تھرتھر کانپتی تھی - اس وقت بلبن جیسا دوراندیش، لائق، جری اور بہادر نائب خدانہ ہوتا تو سلطنت غلامان کی کشتی کب کی ڈوب چکی ہوتی!

وزارت کا یہ زمانہ بلبن کے لئے اس امر کی ناقابل انکار دلیل تھی کہ ناصر الدین کے بعد تاج و تخت کا مالک اور کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا - چنانچہ ۶۶۴ھ میں جب بلبن، سلطان غیاث الدین کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا ہے تو کسی نے چوں تک نہیں کی - اپنی وزارت کے زمانہ میں ہر چند کہ وہ سیاہ و سفید کا مالک تھا لیکن سلطنت کے اندر وہ امن و استحکام پیدا نہ کرسکا جو وہ چاہتا تھا اور اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب عنان حکومت پورے طور سے اپنے ہاتھ میں ہو - اس نے سب سے پہلے اپنے دونوں بیٹوں کو پایہ تخت سے جدا کرکے دو بڑی جاگیروں پر بھیجا تاکہ سلطنت کے لئے مفید اور کارآمد ہوں - بڑے بیٹے محمد سلطان کو جو نہایت لائق اور باادب ہونے کے علاوہ اہل علم و فضل کا دل سے قدردان تھا، امور جہانداری کے متعلق کچھ ہدایتیں دیکر ملتان بھیجا تاکہ مغلوں کے سیلاب کے لئے بند کا کام دے - چھوٹے بیٹے بغرا خاں کو جو ذرا کم سن اور عیش پسند تھا، اخلاقی پند و نصائح کے ساتھ سامانہ کی جاگیر پر روانہ کیا - دربار کے دوسرے امرا اور افسران کے لئے اس نے خفیہ پولیس کا محکمہ قایم کیا تاکہ ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور مخفی سے مخفی حرکت کا ہر وقت پتہ چلتا رہے -

(باقی آئندہ)



گلف اسٹریم

شمالی اور جنوبی Equatorial Current جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل سے گذر کر بحر کریبین اور خلیج میکسیکو میں داخل ہوتے ہیں یہ طیارات یہاں اس قدر پانی جمع کردیتے ہیں کہ بڑے زور شور سے ایک گرم طیار ابنائے فلورڈا میں ہوکر نکلتا ہے۔ اس کو گلف اسٹریم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مشرقی امریکہ اور شمالی و مغربی یورپ اس کے وجود کا گیت گاتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ان دونوں ملکوں کا موجودہ اقتدار ایک بڑی حد تک گلف اسٹریم پر مبنی ہے۔ اس طیار کے پانی کا درجہ حرارت 3.81° ہے، ۵۰ میل چوڑا ہے اور ۳۵۰ فیدمز گہرائی تک اس کا اثر قائم رہتا ہے۔ اگر اس میں کوئی جہاز چھوڑ دیا جائے اور جہاز صرف طیار کی مدد سے چلے تو جہاز کی رفتار ۵ میل فی گھنٹہ ہوگی۔

ابنائے فلورڈا سے نکلکر یہ طیار شمال کی طرف بڑھتا ہے۔ شمالی امریکہ کے مشرقی ساحل کو پورے طور پر فائدہ بخشتا ہوا جزیرہ نیوفاؤنڈلینڈ تک پہنچتا ہے۔ یہاں پر ایک بہت دلچسپ بات نظر آتی ہے۔ شمال کی طرف سے ایک سرد طیار لیبراڈور اور اس گرم طیار میں تصادم ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں پر سخت کہرہ پڑتا ہے۔ جہاز جو اس طرف آتے ہیں اسی کہرہ سے گزر کر ساحل تک پہنچتے ہیں۔

اب گلف اسٹریم بجائے شمال کے مشرق کی طرف رخ کرتا ہے اور بحر اطلانٹک کو اپنے قابو میں کرکے خوب اچھی طرح اپنا غصہ دکھاتا ہوا یورپ کے مغربی جانب پہنچتا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی اپنی بخششوں کا زبردست ثبوت دیتا ہے۔ یورپ کے تمام مغربی حصہ پر اپنا کافی اثر ڈالتا ہے۔ خاص کر جزائر برطانیہ کی حالت بالکل تبدیل کردیتا ہے۔ جزائر برطانیہ و بحر بالٹک اور شمالی روس قریب قریب ایک ہی عرض البلاد میں واقع ہیں لیکن روس سال کے نو مہینے برف سے منجمد رہتا ہے بحر بالٹک بھی جہاز رانی کے لئے ناموزوں رہتا ہے۔ البتہ جزائر برطانیہ میں صرف ۳ ماہ برف باری رہتی ہے وہ بھی زیادہ تر کہرہ کی صورت میں۔ سال کے باقی حصہ میں کاشتکار کھیت تیار کرتے ہیں فصلیں کاٹتے ہیں۔ کارخانے والے بخوبی کام کرتے ہیں۔

یہاں سے گلف اسٹریم بحر شمالی میں ہوتا ہوا ساحل ناروے کے متوازی بہتا ہے اور اس ساحل پر بھی تعجب خیز اثر ڈالتا ہے۔ ناروے اور سوئیڈن بظاہر ملے ہوئے ملک ہیں صرف ایک پہاڑ اسکینڈینیویا درمیان میں حائل ہے۔ صرف اس پہاڑ کی وجہ سے یہ دو ملک تصور کئے جاتے ہیں ساحل ناروے سے گلف اسٹریم ٹکراتا ہے اور یہاں اپنا پورا اثر ڈالتا ہے لیکن پہاڑ کی وجہ سے سوئیڈن تک اس کا اثر بالکل ضائع ہو جاتا ہے اور روس کی طرف سے وہاں سرد ہوائیں آتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ناروے گرم اور تر رہتا ہے لیکن بدقسمت سوئیڈن سرد اور خشک رہتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ گلف اسٹریم نے ناروے اور سوئیڈن کی آب و ہوا میں اس قدر الٹا فرق پیدا کر دیا۔

ساحل ناروے کے بعد بحر منجمد شمالی شروع ہوتا ہے۔ اس میں داخل ہوکر گلف اسٹریم میں ایک زبردست تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس کی رفتار میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس کی گرمی بھی کچھ سردی سے تبدیل ہونے لگتی ہے لیکن اتنی نہیں کہ وہ یہیں سے ایک سرد طیار کہلانے کے قابل ہو جائے یہ طیار ایشیا کے شمالی ساحل کے متوازی بہت خاموشی سے بہتا ہے اس حصہ میں اس کی خصوصیات اتنی تبدیل ہو جاتی ہیں کہ کوئی شخص اسکو گلف کے نام سے نہیں پکارتا ہے۔ بلکہ یہ ایک گمنام طیار رہتا ہے۔

اسی گمنامی کی حالت میں بہتے بہتے ایشیا کے شمالی ساحل کو بالکل پار کرلیتا ہے اور ابنائے بیرنگ میں نکلکر جنوب کی جانب رخ کرتا ہے اب یہ اسقدر سرد ہوجاتا ہے کہ اس کو سرد طیار کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ وہی طیار ہے جو جاپان کے نزدیک کیوروسیو سے ملکر کہرہ پیدا کرتا ہے۔ اسکا نام صرف ساحل ناروے تک گلف اسٹریم رہتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ جاپان تک قائم رہتا ہے۔

نظم

بہادر بنو

بُرا کام کوئی نہ ہرگز کرو تم — بُری بات ہرگز نہ منہ سے کہو تم
صداقت کے رستے پہ سیدھے چلو تم — کرو عہد تو اس پہ قائم رہو تم
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

خطا ہو گئی تو نہ اس کو چھپاؤ — نہ جھوٹے بہانے کبھی تم بناؤ
کہاں چھپتے پھرتے ہو میداں میں آؤ — جو استاد پوچھے وہ سچ سچ بتاؤ
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

کہو کچھ کسی سے تو لفظوں کو تولو — کبھی گالیوں پر نہ منہ اپنا کھولو
کبھی بھول کر بھی نہ تم جھوٹ بولو — جو میری سنو سیدھے رستے پہ ہو لو
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

سبق یاد کرنا نہ سمجھو مصیبت — مصیبت کہاں یہ تو ہی عین راحت
نہیں علم سے بڑھ کے دنیا میں نعمت — کرو خوب محنت۔ کرو خوب محنت
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

تمھیں مدرسے کا ہے سب کام کرنا — تمھیں علم کی راہ سے ہے گذرنا
تمھیں امتحاں کا ہے دریا اترنا — نہ محنت سے ڈرنا نہ محنت سے ڈرنا
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

بہادر اکڑ کر ہیں میداں میں آتے — نہیں جان محنت سے ہرگز چراتے
بہادر ہی دنیا میں ہیں نام پاتے — تمھیں ہنر کا قول ہم ہیں سناتے
ارے پیارے لڑکو بہادر بنو تم

(از گلدستہ اخلاق)

———— . ————

بونے کی دُعا

اور

عنقا کا پَر

آج ہم تمھیں ایک پرانے زمانے کے بادشاہ کا دلچسپ قصہ سناتے ہیں۔ یہ بادشاہ کس ملک پر حکومت کرتا تھا اور اس کا نام کیا تھا یہی نہیں جانتا۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ اس کے کئی لڑکے تھے لیکن لڑکی ایک ہی تھی۔ تمام محل کے لوگ اس سے بہت محبت کرتے اور شہزادی شمہ شمہ کہکر اسے پکارتے ایک دن شہزادی کی طبیعت خراب ہوگئی۔ حکیموں اور طبیبوں نے بہتیرا علاج کیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

جب تمام ڈاکٹر اور حکیم علاج سے عاجز آگئے تو ایک بزرگ نے پیشینگوئی کی کہ اگر شہزادی ایک خاص قسم کا سیب کھالے تو اچھی ہوسکتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک اعلان جاری کیا کہ جو کوئی شہزادی کو اچھا کردے اسکے ساتھ اسکی شادی کردی جائے گی۔

ایک شہر کے قریب ایک کسان رہتا تھا جس کے تین بیٹے تھے۔ اس اعلان کو سنکر کسان نے اپنے بڑے لڑکے پھاٹک سے کہا "باغ میں سے اچھے اچھے سیب محل میں لے جا۔ شاید اس کے کھانے سے شہزادی اچھی ہو جائے۔ تم اس سے شادی کرلینا اور کچھ دنوں کے بعد تم بادشاہ ہو جاؤ گے"۔

پھاٹک نے اچھے اچھے سیب ایک ٹوکری میں جمع کئے اور محل کی طرف چلا۔ راستہ میں اسے ایک بونا ملا۔ بونے نے پوچھا "اس ٹوکری میں کیا ہے؟"

پھاٹک بدمزاج تھا اس نے خفا ہوکر کہا "مینڈک"

بونے نے کہا کہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

پھاٹک جب محل میں پہنچا اور بادشاہ کو اس کے آنے کا سبب معلوم ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ لیکن جب بادشاہ نے اپنے سامنے ٹوکری کھلوائی تو اس میں سے مینڈک نکلے۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کوڑے لگوا کر پھاٹک کو محل سے باہر نکلوا دیا۔

اب کسان نے اپنے دوسرے بیٹے سام کو سیب دیکر محل میں بھیجا جب محل تھوڑی دور رہ گیا تو وہی بونا سام کو بھی ملا اور اس نے وہی سوال کیا کہ اس ٹوکری میں کیا ہے'

سام نے بھی خدا کے فضل سے ویسی ہی طبیعت پائی تھی اکڑ کر کہا 'چھچھوندر'

بونے نے کہا خدا کرے ایسا ہی ہو۔

جب سام محل میں پہنچا تو اول اسے اندر جانے کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی لیکن جب اس یقین دلانے پر کہ اس ٹوکری میں سیب ہی ہیں، اجازت ملی اور بادشاہ نے اپنی موجودگی میں اس ٹوکری کو کھلوایا تو اس میں سے چھچھوندریں نکلیں بادشاہ بیحد غصہ ہوا اور اسے قید کرا دیا۔

کسان کے سب سے چھوٹے لڑکے کا نام تھا "قباچہ" اور اپنی بیوقوفی کی وجہ سے لوگ اسے بگلا کہتے تھے۔ جب اس نے اپنے دونوں بھائیوں کا پورا واقعہ سنا تو اس نے اپنے باپ سے محل میں جانے کی اجازت مانگی۔ باپ نے اول تو اجازت نہ دی کہ تم بگلے ہو وہاں جاکر کیا کرو گے لیکن اس کے بے حد اصرار سے اس نے کچھ سیب منگا دئے۔ راستہ میں اس سے اسی بونے سے ملاقات ہوئی۔ بونے نے کہا اس ٹوکری میں کیا ہے۔ قباچہ نے جواب دیا "سیب؟ بادشاہ کی لڑکی کے لئے لیجا رہا ہوں"

بونے نے کہا، خدا کرے ایسا ہی ہو۔

قباچہ جب محل کے دروازہ پر پہونچا تو اسے اندر جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی، اس پر اس نے زور زور سے رونا شروع کیا۔ آخر اس کی گریہ وزاری دیکھ کر دربان نے اس کو اجازت دی۔ بادشاہ نے اپنی موجودگی میں ٹوکری کھلوائی تو اس میں سے نہایت عمدہ سیب نکلے۔ بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور دو تین سیب چن کر شہزادی کے کمرے میں بھیجدیئے۔ ابھی شہزادی نے ایک ہی سیب کھایا تھا کہ نوکروں نے بادشاہ کو مژدہ جانفزا سنایا کہ شہزادی بالکل تندرست ہوگئی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد شہزادی خود ہی آموجود ہوئی۔

بادشاہ بہت ہی خوش ہوا لیکن قباچہ کی صورت دیکھ کر اپنے وعدہ سے پھر گیا اور کہنے لگا شہزادی سے تمھاری اس وقت شادی ہوگی جب تم ایک ایسی کشتی بناؤ جو خشکی اور تری دونوں پر چل سکے۔

قبانچہ نے جواب دیا کہ اچھا میں ایسی ضرور بناؤنگا اور گھر جاکر باپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ کسان نے فوراً اپنے بڑے بیٹے پھانک کو جنگل میں بھیجا اور اس نے وہاں کام شروع کر دیا۔ دوپہر کے وقت وہی بونا پھانک کے پاس آیا اور کہا کیا بنا رہے ہو؟ پھانک نے حقارت سے جواب دیا "لکڑی کے برتن" اور اپنا کام کرتا رہا۔ شام کو اس کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ ہر جگہ برتن ہی برتن بنے ہیں۔

دوسرے روز قبانچہ جنگل میں گیا اور اس نے بھی کام شروع کر دیا۔ دوپہر کے وقت وہی بونا پھر آیا اور اس نے سوال کیا کہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا، "ایسی کشتی جو خشکی اور تری دونوں پر چل سکے۔" قبانچہ مسرت وخوشی کے ساتھ شام تک کام کرتا رہا اور کشتی بنا کر اس میں بیٹھا اور بادشاہ کے محل میں پہونچا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور بڑے غور و فکر کے بعد شادی کے روکنے کی ایک اور ترکیب نکالی۔

بادشاہ نے قبانچہ سے کہا کہ تم صبح سے شام تک سو خرگوشوں کی نگہبانی کرو۔ اور اگر خرگوش ایک بھی گم ہو گیا تو شہزادی سے تمہاری شادی نہ ہو سکے گی۔

دوسرے دن صبح قبانچہ سوؤں خرگوشوں کو میدان میں لے گیا اور ایسی اچھی طرح سے ان کی حفاظت کی کہ ایک خرگوش بھی گم نہ ہوا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر اپنے ایک وفادار خادم کو پاس بلایا اور اس سے کچھ کان میں کہا وہ خادم آکر قبانچہ سے کہنے لگا "ابھی ابھی تمہارے بادشاہ سلامت کے ہاں کچھ مہمان آگئے ہیں۔ ان کی دعوت کے لئے ایک خرگوش کی سخت ضرورت ہے" قبانچہ نے جواب دیا کہ آج کچھ اور پکا لو۔ میں اس وقت تو خرگوش نہیں دینے کا۔ ہاں اگر شہزادی خود مانگنے آئے تو البتہ دے دوں گا۔ خادم یہ جواب سنکر محل واپس چلا گیا۔

ابھی وہ خادم نظروں سے ہٹا ہی تھا کہ وہی بونا قبانچہ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ "میں ایک سو خرگوشوں کی حفاظت کر رہا ہوں" اس نے جواب دیا، "تو اچھا یہ ایک باجا لو، جب تم اس باجے کو بجاؤ گے تو ہر خرگوش جہاں بھی کہیں ہوگا تمہارے پاس آجائے گا" بونے نے اسے وہ باجا دیا اور غائب ہو گیا۔ اتنی دیر میں شہزادی بھی آگئی اور ایک خرگوش کو پکڑ کر چلتی بنی۔ لیکن ابھی وہ دو ہی قدم گئی ہوگی کہ پھر اس بونے نے باجا بجایا اور خرگوش بھاگتا ہوا واپس آگیا۔

جب قبانچہ اس امتحان میں بھی پورا اترا تو بادشاہ نے کہا کہ تم اس پرندے کا پر لا دو جس کا نام عنقا ہے۔ لادوگے تو تمہاری شادی شہزادی کے ساتھ ضرور کر دی جائے گی۔

قبانچہ نے اس کا وعدہ کیا اور علی الصبح اپنے کام پر روانہ ہوا۔ جب شام ہوئی تو وہ ایک قلعہ میں پہونچا اور رات بھر قلعہ دار کا مہمان رہا۔ رات میں قلعہ دار نے جب اس سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو تو اس نے جواب دیا "عنقا کا پر لینے کے لئے"۔

"واقعی" قلعہ دار نے کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ دنیا کی تمام باتیں جانتا ہے۔ میری ہیرے کی انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔ تم ذرا مہربانی کر کے اس سے دریافت کرنا کہ وہ انگوٹھی کہاں ملے گی"۔

"بہت اچھا" قبانچہ نے جواب دیا۔

صبح تڑکے وہ پھر روانہ ہوا اور ایک دوسرے قلعہ میں پہونچا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ عنقا پرندے کے پاس جا رہا ہے تو ایک شخص نے اس سے کہا "میری لڑکی سخت بیمار ہے اور بچنے کی کوئی امید نہیں۔ ذرا اس کی دوا وغیرہ کے متعلق اس سے پوچھنا"۔ قبانچہ نے وعدہ کیا اور چل کھڑا ہوا۔ تین دن اور تین راتیں چلنے کے بعد وہ ایک جھیل کے کنارے پہنچا جہاں کشتی کی بجائے ایک آدمی مسافروں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لے جا رہا تھا۔ اس آدمی نے قبانچہ سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور جب اسے معلوم ہوا کہ عنقا کے پاس وہ جا رہا ہے تو اس نے کہا اگر تمہیں عنقا ملے تو اس سے پوچھنا کہ میں نے کیا قصور کیا ہے جو مسافروں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لے جانا پڑتا ہے۔

"بہت اچھا" قبانچہ بولا میں دریافت کروں گا۔

ایک دن سفر کرنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے قلعہ میں پہونچا جہاں عنقا اپنے بال بچوں اور بیوی کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جس وقت قبانچہ قلعہ میں پونچا تو عنقا موجود نہ تھا۔ اس نے بیوی سے تمام حال بیان کیا اور کہا کہ مجھے عنقا کے ایک پر کی بھی ضرورت ہے۔

اس کی بیوی نے کہا، یہ ذرا مشکل کام ہے۔ لیکن کوشش ضرور کرنی چاہئے؛ تم اس کی چارپائی کے نیچے چھپ جاؤ اور جب وہ گہری نیند

سو رہا ہو تو ایک پر کھینچ لینا - باقی باتوں کے متعلق میں خود پوچھ لونگی -

جب شام کے وقت عنقا گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہا "بیوی مجھے کسی آدم زاد کی بو آتی ہے"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو" بیوی نے جواب دیا "ایک آدمی یہاں آیا تھا لیکن دیر ہوئی کہ وہ چلا گیا" عنقا چپ ہو گیا -

آدھی رات کے وقت قبانچہ چارپائی کے نیچے سے نکلا اور دم میں سے ایک پر کھینچ لیا - پر کھینچتے ہی عنقا کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اپنی بیوی سے کہا "یہاں کوئی آدمی ضرور ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے مجھے ہاتھ لگایا ہے"

بیوی نے جواب دیا "تم کوئی خواب دیکھ رہے ہو گے - میں نے کہا نہ کہ ایک آدمی آیا تھا وہ کسی گم شدہ انگوٹھی کے متعلق پوچھ رہا تھا"

"سب کے سب بیوقوف ہیں" عنقا چلا کر بولا "وہ انگشتری باورچیخانے کے دائیں کونے کے پاس جو سوراخ ہے، اس میں رکھی ہوئی ہے"

"وہ ایک لڑکی کا ذکر بھی کر رہا تھا جس کے بچنے کی کوئی امید نہیں"

"لاحول ولا قوۃ" عنقا نے کہا "اس امیر کے مکان کے بڑے کمرے میں ایک پرندے کا گھونسلا ہے - اس گھونسلے سے ایک تنکا لے کر اسے کھلا دو بس وہ اچھی ہو جائے گی"

وہ آدمی ایک دوسرے آدمی کے متعلق بھی کچھ کہہ رہا تھا جو برابر مسافروں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لیجاتا ہے -

"ہاں وہ جھیل والا آدمی!" عنقا نے زور سے کہا - "وہ کسی ایک مسافر کو پانی میں گرا دے تو اسے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی"

جب صبح ہوئی تو قبانچہ وہاں سے روانہ ہوا اور اسی جھیل کے کنارے پہنچا - اس آدمی نے اپنے متعلق پوچھا کہ بھائی کیا دریافت کر لائے - قبانچہ نے کہا کہ دوسرے کنارے پر ہو چکر بتاؤں گا" جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچا تو کہا "کسی مسافر کو پانی میں گرا دو - اور تمھیں ہمیشہ کیلئے نجات ملجائیگی"

وہ آدمی بہت خوش ہوا اور قبانچہ سے کہا کہ "میں تمھاری اس مہربانی کے عوض میں چاہتا ہوں کہ تمھیں پھر دوسرے کنارے پر لیجاؤں - لیکن قبانچہ سمجھ گیا اور وہاں سے چل کھڑا ہوا - اسی طرح دونوں قلعوں میں اس نے عنقا کے جوابات سنا دیئے اور وہاں سے اس کو بہت سے تحائف اور مال و دولت ہاتھ آئے اور آخر اس نے بادشاہ کے حضور میں پہنچکر وہ پر پیش کیا -

بادشاہ نے اتنا مال و دولت دیکھ کر پوچھا کہ تم کو یہ سب کچھ کیسے ملا - قبانچہ نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ مجھے عنقا نے دیا ہے - بادشاہ نے سوچا کہ چلوں میں بھی عنقا کے پاس چلوں اور وہاں سے مال و دولت لاؤں - لیکن وہ جھیل کے کنارے پہنچا تو اس آدمی نے جو اس انتظار میں کھڑا تھا، بادشاہ کو پانی میں گرا دیا اور اس طریقہ سے مصیبت سے ہمیشہ کے لئے نجات پائی -

اور قبانچہ نے شہزادی شمیمہ سے شادی کر لی اور بڑی شان و شوکت سے اس کی تخت نشینی ہوئی -

(بسلسلۂ صفحہ ۷)

دھات کو حاصل کیا جا سکے گا -

حال ہی میں کانگوں میں ریڈیم کے نمک کی ایک خاص مقدار حاصل ہوئی جس کی وجہ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس کی قیمت میں کافی کمی ہو جائے گی یعنی بجائے چودہ پندرہ لاکھ روپیے فی ماشہ کے کوئی چار پانچ لاکھ روپیے رہ جائے گی - اور بازار میں اسی توقع پر اب یہ فی رتی دو ہوا دو لاکھ روپیہ کے حساب سے بکنے لگا ہے -

ریڈیم اس قدر مفید دھات ہے کہ اگر صرف اس کے استعمال کے مختلف طریقوں کا حال لکھا جائے تو ایک علیحدہ مضمون اس پر تیار ہو جائے - لیکن یہاں مختصراً اتنا بتا دینا کافی سمجھتی ہوں کہ بے تار کی خبر رسانی کی ایجاد کا بہت تعلق اس نایاب عنصر سے ہے - معدنیات کی کانوں میں بھی اسکو رہنمائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے -

مچھلی پکڑنے کے لئے ایک چھتری ایجاد ہوئی ہے اس میں اس کا استعمال ہے - اسی طرح سرطان اور ایسی ہی دوسری بیماریوں کا علاج اس سے کیا جاتا ہے -

آنکھوں کے علاج کے لئے اس کی شعاعیں اکسیر ہیں -

پھر ان سب پر بالا بڑی بات یہ ہے کہ حیات کے لئے یہ ایک ضروری چیز ہے کیونکہ یہ ریڈیم حرکتِ قلب کو قایم رکھتا ہے - ریڈیم کی سحر کاریوں سے ہم کو یہ امید ہے کہ دنیا کی مدنیت میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوگا اور ایک ایسا شاندار زمانہ آئے گا جسے ہم دورِ زرین کہہ سکیں گے جب کہ انسان کی زندگی طویل ہوگی اور ایجادات کے مقابلے میں یہ دور سب میں بڑھ چڑھ کر رہے گا -

انعامی معمّا

شرائط

۱۔ صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگا۔ پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

۲۔ خریدار "پیام تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۲ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

۳۔ روز اشاعت سے پندرہ یوم کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں۔

۴۔ تمام حل دفتر "پیام تعلیم" کے پتہ پر "ز۔ ی۔ و" کے نام بھیجے جائیں۔

یہ معمّا سید نصیر احمد صاحب۔ سابق طالبعلم جامعہ نے بنا کر بھیجا ہے۔ نصیر صاحب نے صرف ۱۲ر کا انعام پیش کیا تھا لیکن "پیام تعلیم" مبلغ ۴ر اور شامل کرکے مستحق کے لئے مبلغ ۵ر کے انعام کا اعلان کرتا ہے۔

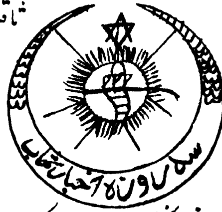
۶		۵	۴ الف	۴		۳	۲	۱
	■			۸	■			۷
	■				■			۹
	۱۲	■	■	■	۱۱			۱۰
	■		۱۵	۱۴ الف	۱۴	■		۱۳
■	۱۷	■				۱۶	■	
۲۱		۲۰			■		۱۹	۱۸
				۲۳	■			۲۲
■			۲۵	■				۲۴

دائیں سے بائیں

۱۔ دنیا کی ایک مشہور پرانی درسگاہ
۷۔ ملاپ
۸۔ کھانے کی ایک چیز
۹۔ بہادر
۱۰۔ ی۔ الف۔ ع۔ ل
۱۲۔ امید
۱۳۔ روپیہ
۱۴۔ اعراف
۱۶۔ ایک مشہور ذات
۱۸۔ ہندوستان کا ایک حصہ
۲۲۔ ایک طاقتور جانور
۲۳۔ قربانی
۲۴۔ آئرلینڈ کا ایک شہر (مقلوب)
۲۵۔ نقصان

اُوپر سے نیچے

۱۔ ایک مشہور عیسائی ناول نویس
۲۔ نیک
۳۔ فرمانبردار
۴۔ اقرار
۴ الف۔ ضروری
۵۔ یورپ کا ایک بدنصیب بادشاہ
۶۔ حکومت
۱۱۔ دودھ
۱۴ الف۔ ہجوم کا دھکا۔
۱۵۔ جیومیٹری کی ایک اصطلاح
۱۶۔ ایک مشہور جانور
۱۷۔ طریقہ
۱۹۔ کمانا
۲۰۔ دباؤ
۲۱۔ بھید



حکومت نے بھی دیکھ لیا ہے کہ جس

حریت و آزادی کا داعی، غریبوں اور مظلوموں کا حامی، صوبہ سرحد کا سب سے پہلا سہ روزہ اخبار

سہ روزہ شہاب

کا ابھی سے گھر گھر چرچا ہے۔ جس کے سحر تحریر نے عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے دلوں اور ذہنوں کو پلٹ کر رکھدیا ہے۔ جس کے پرچوں کو ملک کے گوشے گوشے میں دوست اپنے دوستوں عزیزوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں۔ جس نے غلامی ذلت۔ تاریک خیالی رجعت پسندی۔ بیدینی۔ جمود اور غفلت شعاری کے پردوں پر بجلیوں کی بارش برسادی ہے۔ جسکا پڑھنے والا صرف خدا کی غلامی کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر ہفت اقلیم کا باجبروت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مساوی انسان کی حیثیت سے برادرانہ طور پر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور نخوت و غرور اور تکبر و اقتدار پسندی کے بتوں کو ٹھکرا دیتا ہے **وہ اخبار "شہاب"** آگے چلکر کیا کیا نہ دکھائیگا۔ "شہاب" معقولیت اور صداقت کیساتھ دجل اور باطل کے قلعوں کو توڑ کر رکھدیتا ہے۔ اسکی بے تعصبی معقولیت پسند اور رواداری کا ہر طبقے میں اعتراف کیا جا چکا ہے۔

ہدایت کے ستارے بنجائیے:۔ شہاب کے پڑھنے والے ظلمتکدہ عالم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تبلیغ اسلام اور آزاد خیال ہونے اور اپنے انسانی فرائض سے واقفیت کرنیکے لئے "شہاب" کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کر دیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے۔ ششماہی ۴ھر۔ سہ ماہی ۲ع ہے۔ نمونہ کا پرچہ مفت ہے۔ لیکن نمونہ دیکھنے کا انتظار بے سود ہے۔

مینجر سہ روزہ "شہاب" راولپنڈی

"نورجہاں" کا کانفرنس نمبر

رسالہ نورجہاں کا "کانفرنس نمبر" اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔ اس نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ ہندوستان بھر میں سب سے بڑی زنانہ کانفرنس کے مکمل حالات اور مفصل کیفیت سوائے نورجہاں کے اس کانفرنس نمبر کے تمام ہندوستان بھر میں اردو زبان کے کسی دیگر زنانہ یا مردانہ اخبار یا رسالہ میں آپ کو نہ ملیں گے۔ کانفرنس نمبر شائع کرنیکا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان مستورات کو بھی ہندوستان کی اس سب سے بڑی زنانہ کانفرنس کی اس جدوجہد کا صحیح ترین علم ہوسکے جو یہ ہندوستان میں عورتوں کی تعلیمی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی ترقی کے لئے کر رہی ہے تاکہ مسلم خواتین علمی و تمدنی ترقی کے اس دور میں اپنی ہمسایہ قوم کی خواتین سے کسی طرح پیچھے نہ رہجائیں۔ جو ان کے لئے بیحد نقصان کا باعث ہوگا۔ اس کانفرنس نمبر میں متعدد عکسی تصاویر ان نمایندگان و عہدہ داران خواتین کی شائع ہوئی ہیں جن کی جانفشانی سے دو سال کے قلیل عرصہ میں اس کانفرنس نے نمایاں ترقی کرلی ہے۔ قیمت فی کاپی صرف ۸ر سالانہ چندہ پانچ روپے قسم اول۔ تین روپے قسم دوم۔ سالانہ خریدار کو علاوہ کانفرنس نمبر کے آئندہ کے وہ خاص نمبر بھی چندہ ہی میں ملیں گے۔

مینجر خاتون رسالہ نورجہاں گوجرانوالہ (پنجاب)

قرآن مجید

مترجمہ حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسن

یہ ترجمہ جس کے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالیٰ نہایت آب تاب کے ساتھ چھپکر مکمل ہوگیا ہے اور بکثرت طلب کیا جارہا ہے۔ آجتک جس قدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تحت لفظی ہونے کے باوجود بامحاورہ اور سلیس ہے۔ زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ زمین خانی چھپی ہوئی بختہ ہے ہدیہ مجلد چرمی منقش نقرئی سیزدہ (ﷲ) مجلد اعلیٰ منقش طلائی سولہ غیر مجلد ۱۲ محصولڈاک خرچ پیکنگ عا فرمائش کیساتھ پیشگی آنا ضروری ہے

المشتہر محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور

رعائتی اعلان

ہم نے تبلیغی اغراض ومقاصد کیلئے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ مسلمان کا ایک ہزار پرچہ جملہ قومی اسلامی وتبلیغی انجمنوں اور لائبریریوں وامام مسجدوں کے نام نصف قیمت پر جاری کردیا جائے پس آپ آج ہی اپنی اپنی انجمنوں لائبریریوں کے ناظموں اور اپنے اپنے علاقہ کے تمام امام مسجدوں کو مطلع کردیں کہ وہ فوراً عہ دفتر میں بھیجکر مسلمان جیسا علمی دینی اصلاحی اور تبلیغی رسالہ جو پچاس صفحات پر ماہوار شائع ہوتا ہے اپنے نام جاری کرالیں اور اس رعائت سے محروم نہ رہیں۔

المشتہر

مینیجر مسلمان لاہور

اخبار مدینہ بجنور

ہفتہ میں دوبار

۱۹۱۲ء سے قابل اہل قلم ایڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم وملک پاسداری مذہب وملت اس کا شعار ہے۔ آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علم بردار، اردو جرائد میں کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا مفسر حق وصداقت کا مشتہر، عربی انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ ومطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کرے گا۔ نمونہ مفت۔ قیمت سالانہ سے ششماہی ہے، سہ ماہی عا فی پرچہ ار۔ ممالک غیر سے للعہ سالانہ۔

دفتر روزنامہ اجمل بمبئی سے

ایک ہفتہ وار

باتصویر "اجمل" ۶ر جولائی سے نکلنا شروع ہوگا۔ جسکا سائز بڑا۔ کاغذ اور طباعت وکتابت نہایت اچھی ہوگی۔ اور تازہ ترین تصاویر عمدہ مقالات، ادبیات، دلچسپ افسانے، اور فنائیات کا اعلیٰ لٹریچر اسکے صفحات پر پیش کیا جائیگا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت سالانہ معہ محصولڈاک للعہ ششماہی ۳ سہ ماہی عہ اور فی پرچہ ۱۰ر ہوگی۔

پہلی ششماہی کی رعایت

پہلی ششماہی یعنی یکم جولائی ۱۹۲۹ء سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء تک کا چندہ جو اصحاب ۳۱ جولائی تک بذریعہ منی آرڈر بھیجیں ان سے صرف ۲ لئے جائیں گے۔

مشتہرین پتہ ذیل پر خط لکھ کر نرخنامہ اشتہارات طلب کریں۔

میجر روزنامہ اجمل پرنس بلڈنگ بمبئی نمبر ۹

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر وپبلیشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم سے شائع ہوا۔

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی کا

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

پیامِ تعلیم

نرخنامہ چندہ

سالانہ عا ر

ششماہی عہ ر

فی پرچہ ـا ر

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ للعہ ر

نصف صفحہ صہ ر

چوتھائی صفحہ ســہ ر

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد | ۷ر جولائی سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

آسام میں بہت زوروں کا سیلاب آیا ہوا ہے جس سے متعدد مقامات تہ آب ہو گئے ہیں۔ بہت سی جگہوں میں بہت سے مویشیوں اور انسانوں کی جانیں بھی ضایع ہوئی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس سیلاب کی وجہ سے سخت قحط پڑے گا، چنانچہ حکومت آسام نے بنگال گورنمنٹ سے ۵ ہزار من چاول مستعار لیا ہے۔

ملک معظم انگلستان کی صحت یابی کی خوشی میں یہاں جو سرمایہ جمع کیا جارہا ہے، اس کی مجموعی مقدار اس وقت ۲ لاکھ سے اوپر پہونچ چکی ہے جس میں ایک لاکھ سے اوپر دیسی ریاستوں کا حصہ ہے۔

مہاتما گاندھی آجکل یو۔ پی کے بعض مقامات کا دورہ کر رہے ہیں۔ ۱۵ رجون کو وہ نینی تال پہنچے جہاں ان کا بہت سرگرم خیر مقدم کیا گیا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور باشندگان نینی تال کے ایڈریسوں کے جواب میں گاندھی جی نے فرمایا کہ انھیں اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ایڈریس مختصر تھے لیکن اس سے افسوس ہوا کہ تھیلی نسبتاً ہلکی تھی۔

الموڑہ کے دورے میں مہاتما جی کے ساتھ ایک نہایت ناگوار واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ جس وقت وہ موٹر پر جارہے تھے، ایک بوڑھا شخص احتراماً پاؤں چھونے کے لئے بڑھ رہا تھا کہ اتفاق سے موٹر سے ٹکرا گیا اور کافی زخمی ہو گیا۔ مہاتما جی فوراً موٹر سے اُتر آئے اور اسے اپنے ہمراہ ہسپتال لے گئے جہاں ان کے صاحبزادے دیو داس گاندھی اس کی برابر تیمارداری کرتے رہے لیکن افسوس ہے کہ وہ شخص جانبر نہ ہو سکا۔ مہاتما جی ہر روز اس کو دیکھنے کے لئے ہسپتال جاتے تھے۔

ہندوستان کے باہر

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جدید وزیر اعظم انگلستان اور جنرل ڈاس امریکی سفیر متعینہ انگلستان کے درمیان تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر بہت دیر گفتگو ہوتی رہی تمام دنیا میں جنگ کو روکنے اور امن کے قایم کرنے کی کوششیں ایک عرصہ سے ہو رہی ہیں، متعدد بار مختلف ممالک کے نمایندوں کی کانفرنسیں ہوئیں اور ناکام رہیں لیکن دنیا کی ان دو بڑی طاقتوں کے ذمہ دار نمایندوں کی اس ملاقات و گفتگو سے کچھ کامیابی کی امید ہو رہی ہے۔

جنرل نادر خاں نے مختلف قبایل کے نمایندوں کا جو جرگہ (کانفرنس) منعقد کیا تھا، اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حبیب اللہ خاں عرف "بچہ سقہ" کو کسی طرح سے افغانستان کا امیر تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بچہ سقہ کے نمایندوں نے جو اس کانفرنس میں شریک تھے، اس کے جواب میں یہ کہا کہ جنرل نادر خاں کو اپنے دعوے سے دست بردار ہو جانا چاہیئے اور اس کے عوض میں حبیب اللہ خاں انھیں وزارت پیش کر رہے ہیں۔

انگلستان میں بھی محرم کی رسم منائی جاتی ہے، چنانچہ عشرہ کے دن کیکسٹن ہال میں کچھ مسلمان جمع ہوئے جن میں سر ذوالفقار علی خاں، سر عمر حیات خاں اور سر نواب علی خاں بھی تھے۔ عبد اللہ سہروردی نے جلسہ کے سامنے ایک ایڈریس دیا۔

---

۲۲ رجون کو امان اللہ خاں سابق امیر افغانستان مع اپنے اعزہ کے بمبئی سے بادل غمگین اور چشم پرنم اٹلی کیلئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے بھائی عنایت اللہ خاں ابھی وہیں ہیں اور وہ ۳۰ رجون تک ایران جائیں گے امان اللہ خاں نے اپنے تمام زیورات و جواہرات وغیرہ وغیرہ کا بیمہ کرا لیا ہے اور اپنے ہمراہ بہت تھوڑی نقدی لے جارہے ہیں۔

اسکول لائبریری

(۱) **ضرورت** - تعلیم کا مقصد طلبا کی جسمانی تعلیمی - اخلاقی - دماغی - روحانی تربیت کرنا ہے - جسمانی ترقی دیسی کھیلوں اور دیگر ذرائع سے اسکول کے وقت ہی میں کر سکتے ہیں - لیکن تعلیمی ترقی خاطر خواہ نہیں ہوتی - اس ترقی کے واسطے پرائمری سے لیکر مڈل اور ہائی اسکولوں تک میں لائبریری کا اجرا کیا گیا ہے - کیونکہ لائبریری سے زیادہ اور کوئی مفید ذریعہ نہیں - جس سے تعلیمی ترقی ہو - کوئی شخص خواہ کتنے ہی امتحان پاس کرکے سندات اکھٹی کرے - جب تک وہ اپنے فرصت کے وقت میں کتب کا مطالعہ نہیں کرے گا - شایستہ کہلانے کا مستحق نہیں -

(۲) **فوائد** - (۱) ریڈنگ روم میں تازہ اخبار اور رسائل موجود ہوتے ہیں - ان کے مطالعہ سے کمپوزیشن میں بہت مدد ملتی ہے - اور کمپوزیشن ہر ایک مضمون لکھنے کا طریق بتلاتی ہے -

(۲) اخباروں اور رسالوں میں اصلی واقعات درج ہوتے ہیں - قیاسی اور فرضی تذکرے نہیں - اس لئے ان کے مطالعے سے اصل واقعات کا علم ہو جاتا ہے -

(۳) ان کے لکھنے کا طریق موجودہ طریق کے مطابق ہوتا ہے - اور عام بول چال کے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں - اس لئے بولنے یا لکھنے میں اپنے اظہار خیالات میں ممد و معاون ہے -

(۴) مستقل مزاجی سے مطالعہ کا عادی ہو جاتا ہے -

(۵) مختلف حالات کا مطالعہ کرکے اپنے آپ کو دنیا میں مفید ہستی بنانے کی کوشش کرتا ہے -

اقسام لائبریری - سب سے بڑی جنرل لائبریری ہوتی ہے - اس کی پھر دو قسمیں ہیں - ایک ٹیچرز لائبریری اور دوسری کلاس لائبریری - جنرل لائبریری میں مشترکہ کتب یکجا پڑی ہوتی ہیں - گویا پبلک لائبریری اور کلاس لائبریری اور ٹیچرز لائبریری کے متعلق تمام کتب ایک جگہ پڑی ہوتی ہیں -

جنرل لائبریری

- پبلک لائبریری
- اسکول لائبریری
  - کلاس لائبریری
  - ٹیچرز لائبریری

ٹیچرز لائبریری - اس میں شک نہیں - کہ ٹیچرز لائبریری کے واسطے کتب مہیا کرنے میں ڈسٹرکٹ بورڈ کا کافی سرمایہ صرف ہو جاتا ہے - اس کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے - کہ ہر ایک سنٹر میں مختلف نسخے بھیج دیئے جائیں - وہ متواتر ایک سال مطالعہ میں لائے جائیں - سال کے اخیر میں ایک سنٹر دوسرے سنٹر سے تبادلہ کرکے مطالعہ کر سکتا ہے - یہ گویا ایک قسم کی سرکولیٹنگ لائبریری بن جائے گی - اس کے علاوہ مدرسین گرد و نواح کے سنٹر اور اسکولز کی تمام کتب کا مطالعہ کریں - لائبریرین ایک رجسٹر اس قسم کا جس میں مندرجہ ذیل اندراج ہوں - اپنے پاس رکھے -

نمبر شمار	نام کتاب	لینے کی تاریخ	واپسی کی تاریخ	ختم کی یا نہیں	دستخط مدرس یا مطالعہ کنندہ	کیفیت

لائبریرین ہر ایک مدرس کا علیحدہ علیحدہ گوشوارہ تیار کرے - کہ ہر ایک مدرس نے کس قدر رسالہ جات اخبارات و کتب کا مطالعہ کیا ہے - اسی طرح سال کے اخیر پر اندازہ لگائے - اور ڈی - آئی صاحب کی خدمت میں رپورٹ ارسال کرے -

کلاس لائبریری - اس کے واسطے جماعتوار کتابیں تقسیم ہوں - اور ہر ایک متعلقہ جماعت کے استاد کے پاس ہوں - عموماً کتابیں لیتے وقت طلبا ایک دو صفحے کی ورق گردانی کرتے ہیں - اگر اس کا دیباچہ اچھا ہوا - تو لے لی - ورنہ کسی اور کتاب کے متلاشی ہوتے ہیں - مدرس کو چاہیئے - کہ وہ گاہے بگاہے کتب کے متعلق طلبا کو اطلاع دیتا رہے - کہ فلاں کتاب میں فلاں خوبی ہے - اور انھیں مطالعہ کا شوق دلاتا رہے - اور اپنے رجسٹر میں طلبا کے مطالعہ کے متعلق حسب ذیل اندراج کرتا رہے -

نمبر شمار	نام طالبعلم	کتب جو اس نے مطالعہ کی ہیں					
		۱	۲	۳	۴	۵	۶ وغیرہ

اس کے علاوہ ہر ایک لڑکے کے پاس ایک کاپی ہو۔ جو کتب اس نے مطالعہ کی ہیں اس پر بطریق ذیل اندراج کرے۔

نمبر شمار	نام کتاب	لینے کی تاریخ	تاریخ واپسی	ختم کی یا نہیں	کیفیت

طالب علم ایک ماہ متواتر مطالعہ شدہ کتاب کا اندراج مندرجہ بالا طریق کے مطابق کرے۔ یا ور ایک ماہ کے اختتام پر انچارج لائبریری جس طرح عام گوشوارہ متعلقہ حالات تعلیمی وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ طلبہ کی کاپی دیکھ کر باقاعدہ اندراج کرے۔ اور ریکارڈ رکھے۔

اوصاف لائبریرین۔ (۱) لائبریرین ایسا مدرس ہو۔ جو درحقیقت لائبریری کو ہردل عزیز بنانا چاہتا ہو۔ اور تہ دل سے کام کرنے کیلئے تیار ہو۔ ایسے مدرس جو کتابوں کے گم ہو جانے کے خیال سے الماری کا دروازہ کھولتے سے ہچکچاتے ہیں۔ ان کو انچارج بنانا سراسر نقصان ہے۔

(۲) لائبریرین مطالعہ کرنے کا شائق ہو۔ گویا ہر وقت طالب علم ہے جو مدرس لائبریری کے صرف کردہ وقت کو ضائع خیال کرتے ہیں۔ وہ بھی انچارج بننے کے مستحق نہیں۔

(۳) خوش خلق ہو۔ جو بچہ یا پبلک میں سے کوئی شخص برائے مطالعہ ریڈنگ روم میں آئے۔ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ اگر کوئی بیجا حرکت کرتا ہے۔ یا لائبریری کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کسی احسن طریق سے اس کو سمجھائے۔ کہ اس کی دل شکنی کا باعث نہ ہو۔

(۴) صفائی پسند ہو۔ اکثر دفعہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ کتب خانے کی الماریاں گرد سے اٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور کتابوں کی کوئی ترتیب مقررہ نہیں ہوتی۔ اس طرح کتابوں کے نسخے بہت تلف ہو جاتے ہیں۔ لائبریرین کو "سکولوں میں دستکاری سکھاؤ" کے مقولہ کو مدنظر رکھ کر طلبا سے جلدیں بندھوانی چاہئیں۔ تاکہ زیادہ عرصہ تک کتابیں کام آسکیں۔

(۵) شیریں مقال ہو۔ ہر ایک کو خوش کر سکے۔ اور مطالعہ کے اوصاف بیان کر کے ہر ایک خواندہ کے دل میں مطالعہ کا شوق پیدا کر سکے۔ اور آئے دن کے واقعات کا اظہار پبلک اور لڑکوں کے روبرو اسی طریق سے کر سکے۔ جس سے جلدی متاثر ہوں۔

(۶) مستقل مزاج ہو۔ زیادہ کام سے اس کے دل میں گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ بلکہ متحمل اور مستقل مزاج رہے۔ اگر لائبریرین گھبرانے والا ہوگا۔ تو وہ اس ڈیوٹی کا اہل نہیں ہوگا۔

(۷) لائبریرین چست و چالاک ہو۔ تاکہ سنٹر سے دو تین میل کے فاصلہ پر پہنچکر تعلیم کی اشاعت بذریعہ لکچر۔ ڈرامہ جات وغیرہ کر سکے۔

جلد بندی۔ ہر ایک لائبریرین کو کتابوں کی جلد کرانے کا خاص خیال ہونا چاہئیے۔ مطالعہ کرنے کرانے سے پہلے جلد بندی کا خیال لازم ہے۔ اس کا نہایت آسان طریق ہے۔ یعنی ہر ایک لڑکے کو ایک کتاب کی جلد بندی کا سامان ہمراہ لانے کی ہدایت کرے۔ اور ایک جماعت کو بعد از اوقات مدرسہ صرف آدھ گھنٹہ رکھنے سے اپنی زیر نگرانی جلد بندی کرا سکتا ہے۔ حصہ مڈل کے دو تین دوروں میں تمام لائبریری کی کتب جلد ہو سکتی ہیں۔ اس طرح سے طلبا کو جلد بندی کا طریق آجائے گا۔ دوسرے لائبریری کی الماریاں صاف رہ سکیں گی۔ لیکن اس امر کا خیال رکھنا چاہئیے۔ کہ بڑی بڑی جلدیں تیار نہ کرائی جائیں۔ میرے خیال میں اگر دو کتابیں ہوں۔ تو دونوں کی تعداد صفحات ۵۰ تا ۲۰۰ سے تجاوز نہ کرنے پائے۔

اصول لائبریری۔ ہر ایک ریڈنگ روم میں ذیل کے اصول خوشخط لکھ کر آویزاں کرنے چاہئیں۔

(۱) ریڈنگ روم میں آکر با ادب خاموش مطالعہ کیا جائے۔

(۲) اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو۔ تو لائبریرین سے دریافت کر سکتا ہے۔

(۳) کوئی کتاب یا رسالہ گھر لے جانے کی اجازت نہیں۔ اور کوئی کتاب ایک ہفتہ یا دو ہفتہ (جیسا مناسب خیال فرمائیں) سے زیادہ مستعار نہیں رہ سکتی۔

(۴) اگر کوئی کتاب گم ہو جائے گی۔ تو اس کی قیمت داخل خزانہ کرانی پڑے گی۔

(۵) اسکول لائبریری کھلنے کا وقت سردیوں میں ۲ بجے سے لیکر ۳ بجے تک اور گرمیوں میں ۴ سے لے کر ۵ بجے شام تک ہے۔ وغیرہ

(ملاحظہ ہو صفحہ ۶)

رفتار تعلیم

مدراس جمعیت مقننہ کا اجلاس

تعلیم جبری اور مفت ہونیکا سوال

مدراس لیجسلیٹو کونسل کے منتخب ارکان کا ایک جلسہ وزیر تعلیم نے "ڈرافٹ ایلمنٹری ایجوکیشنل بل" پر غور کرنے کے لئے منعقد کیا - اس امر پر بحث ہوئی کہ آیا تعلیم جبری اور مفت ہونی چاہیئے یا نہیں کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر جلسہ برخاست ہوگیا -

ادارت تعلیمی کا بورڈ

دہلی میں دوسری کانفرنس کا افتتاح

ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند نے ادارت تعلیمی کے دعوت نامہ کو قبول کرلیا ہے اور ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو وہ اس بورڈ کی دوسری کانفرنس کا افتتاح کریں گے -

بمبئی میں گریجویٹ عورتوں کا اجلاس

ہندوستانی عورتوں کی یونیورسٹی کا گیارہواں اجلاس ۲۴ ر جون کو منعقد ہوا اور بنارس یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر نے نہایت عمدہ تقریر کی جس میں انھوں نے فارغ التحصیل خواتین کو مبارکباد دی -

ہندو یونیورسٹی کو ایک بیش بہا کتبخانہ کا عطیہ

مسٹر پی - چودھری بیرسٹر کلکتہ نے ہندو یونیورسٹی کو فرانسیسی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ عطا کیا ہے جسکی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہے -

مصری وزیراعظم کو اعزازی تعلیمی ڈگری

انگلستان کی سیاحت کے دوران میں محمود پاشا وزیر مصر کو جامعہ آکسفورڈ ۔ ڈاکٹر آف سول لا" کی ڈگری عنایت کی -

کوائف جامعہ

مجلس تعلیمی منعقدہ ۱۵ ر مئی ۱۹۲۹ء کے مطابق حسب ذیل ترمیم نصاب تعلیم میں منظور کی گئی ہے، ابتدائی دوم سے ابتدائی پنجم تک، دوران سال میں مختلف ہدایات اساتذہ کے نام جاری کی جایا کریں گی جن کی اطلاع پیام تعلیم کے ذریعے بھی ہوتی رہا کریں گی -

ثانوی دوم و سوم میں اردو میں "مقدمہ شعر و شاعری" کی بجائے "قند اردو" پڑھائی جائے اور فارسی کی دوسری اور تیسری کتاب شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی" کی بجائے انجمن حمایت اسلام لاہور کی فارسی چوتھی پڑھائی جائے -

ریاضی جیسا کہ جامعہ جونیر کے پرچوں سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہمنے ریاضی کی تعلیم اور امتحانات کو رفتہ رفتہ اردو میں رائج کیا ہے اور گزشتہ سال کل پرچے اردو زبان میں دیئے گئے تھے - لہذا آئندہ ریاضی کی کل تعلیم اردو زبان میں دی جائے -

جیومیٹری (علم ہندسہ) میں پیرپونٹ کی جیومیٹری (جس کا اردو ترجمہ مکتبہ جامعہ ملیہ سے مل سکتا ہے) نہایت مفید ثابت ہوگی اس کتاب کا پہلا حصہ حسب ذیل طریق سے پڑھایا جائے - مفصل تجربات اور فصل عملی بلا ثبوت ابتدائی ششم تک اور فصل عملی مع ثبوت و فصل نظری ثانوی اول میں پڑھایا جائے اس کتاب کا دوسرا حصہ ثانوی اول کے بعد جماعتوں میں شروع کیا جائے -

جامعہ کا آئندہ سشن ۳ ر اگست سے شروع ہوگا مگر انتظامات ابھی سے شروع ہوگئے ہیں - جامعہ کے ثانوی طلبا کے لئے ایک شاندار دو منزلہ کوٹھی کرایہ پر لی جا رہی ہے بڑے طلبا کے لئے بھی دوسرے مکان کی تلاش کی جارہی ہے -

اس ہفتہ جناب شیخ الجامعہ صاحب یو- پی کے دورہ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں چنانچہ یہاں سے آپ علی گڑھ اور علی گڑھ سے بنارس وغیرہ ہوتے ہوئے اعظم گڑھ جائیں گے، واپسی آخر ماہ تک ہوگی -

مذہب

اسلام

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

تقدیر پر ایمان لانا تقدیر کے معنی ہیں اندازہ مقرر کرنا۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔ یہ خدا ہی کا اندازہ ٹھیرایا ہوا ہے کہ آفتاب ایک وقت میں نکلتا اور دوسرے وقت میں غروب ہوتا ہے۔ چاند کبھی گھٹتا کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی دن ہوتا ہے کبھی رات۔ کوئی مرتا ہے۔ کوئی بیمار ہوتا ہے۔ کوئی شفا پاتا ہے غرض دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوگا سب خدا کے علم میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ "اسی پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی پتا درخت سے نہیں جھڑتا مگر وہ اسکو معلوم ہے"

یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جب ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے تو پرستش اور جزا اور سزا کیوں ہے؟ یا یہ کہ جو تقدیر میں ہوتا ہے ہو رہتا ہے اپنی جانب سے کسی بات کی کوشش کرنے یا عمل صالح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھو! کوئی شخص کاٹھ کی پتلی کی طرح بے اختیار نہیں ہے کہ کسی کے ہلانے کے سوا ہل ہی نہ سکتا ہو۔ سب آدمی اپنے ارادے سے اٹھتے اپنے ارادے سے بیٹھتے۔ اپنے ارادے سے بولتے۔ اپنے ارادے سے نماز پڑھتے اور اسی قسم کے دین و دنیا کے تمام کام اپنے ارادے سے کرتے ہیں۔ خدا نے انسان کو عقل دی ہے انھیں اختیارات اور سمجھ کے سبب اس نے انسان کو اپنے احکام کی بجا آوری کا پابند کیا ہے۔ ایک جگہ خدا کا ارشاد ہے "جس نے خیرات کی اور (خدا سے) ڈر رکھا اور بھلی بات کو سچ جانا تو ہم اس پر نیکی کرنی آسان کریں گے اور جس نے بخل کیا اور نہ دیا تو ہم اس کو سختی میں پہنچائیں گے"

تقدیر کے مسئلے میں دراصل اس بات کی تعلیم ہے کہ خدا کو تمام حالات موجودہ اور گزشتہ اور آیندہ کا عالم سمجھا جائے یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور ہوگا۔ سب ازل سے ابد تک اس کو معلوم ہے۔ اور یہ کہ ہر بات اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ جس طرح چاہے ہر چیز میں تصرف کر سکتا ہے۔ لیکن لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنی انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو اس کی کوشش ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

روز قیامت پر ایمان لانا خدا نے دنیا کو دار جزا اور مقام انتقام نہیں ٹھیرایا بلکہ ایمان، یقین، اعمال اور اقوال کے بدلے کے لئے ایک اور دن مقرر فرمایا ہے۔ قیامت کا دن وہی دن ہے۔ اس روز تمام لوگوں کو خواہ کوئی مرنے کے بعد آگ میں جلایا گیا ہو یا زمین میں دفن کیا گیا ہو۔ یا پانی میں گر کر مرا ہو۔ یا درندوں نے پھاڑ کھایا ہو غرض سب کو خدا از سر نو زندہ کرے گا تاکہ ان کے اعمال کا جو وہ دنیا میں کرتے رہے حساب کرے اور سب کو بدلا دے۔

دوزخ اور جنت پر ایمان لانا دوزخ نہایت عذاب اور تکلیف کی جگہ ہے یہ اللہ کی سلگائی اور بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو مشرکوں، کافروں، منافقوں، بے ایمانوں، ظالموں، گناہ گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

بہشت عجیب دلکش اور راحت بخش مقام ہوگا۔ خدا کو ایک جاننے، اس کی عبادت کرنے، گناہوں سے بچنے، ماں باپ کی عزت و ادب کرنے ابنائے جنس کا بھلا چاہنے، ان کا بھلا کرنے۔ غرض تمام نیکیوں کا یہی صلہ ہے،

ریڈنگ روم۔ ریڈنگ روم میں ہر ایک کلاس کے متعلق علیحدہ علیحدہ فہرستیں تیار کرکے لگائی جائیں۔ علاوہ ازیں کمرہ مطالعہ کو مختلف قطعات اور پند ہائے سود مند سے مزین کیا جائے۔ اور بڑی بڑی میزوں پر اخبارات و رسائل نہایت صفائی سے ترتیب دیئے جائیں۔ تمام اخبارات و رسائل متواتر ایک میز پر پڑے رہیں۔ ایک ماہ بعد ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ فائل تیار کی جائے۔ ایک سہ ماہی یا ششماہی کے رسائل و اخبارات اکٹھے کرکے ایک جلد کرائی جائے۔ اور رجسٹر لائبریری میں درج کردیئے جائیں۔ علاوہ ازیں کمرے کے باہر ایک نوٹس بورڈ ہو جس پر روزانہ چیدہ چیدہ خبریں درج ہوں۔ اگر کوئی رسالہ کا نفیس اور پر معنی اور نصیحت آمیز مضمون ہو۔ تو وہ بھی درج کیا جائے۔

سائنس

کیا اور کیوں؟

احمد۔ دیکھو سلیم آج تالاب میں کتنا پانی ہے۔ اور کس قدر صاف شفاف' آٹھ فٹ سے زیادہ ہی ہوگا۔

سلیم۔ کیا کہتے ہیں۔ آج تو میں تالاب کے تین چکر ضرور لگاؤں گا۔ ڈوبنے کا تو کچھ ڈر ہی نہیں۔ اگر تھک گئے تو بس دیوار کو پکڑ لیا۔

احمد۔ تو بھئی میں پیچھے رہنے والا تھوڑا ہی ہوں۔ بس جہاں تم وہاں میں۔ دونوں دوستوں نے کپڑے اتارے اور تیرنا شروع کیا۔ ابھی سلیم نے دو ہی چکر لگائے تھے کہ تھک گیا اور سیڑھیوں پر بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔

احمد۔ بس۔ کہاں گئے آپ کے دعوے۔

سلیم۔ بھئی میں بہت تھک گیا ہوں۔ میرے دل کی حرکت بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ آدمی تھکتا کیوں ہے؟ اور اس کے دل کی حرکت کیوں زیادہ ہو جاتی ہے؟

احمد۔ بس اتر آئے فیلسوفیانہ گفتگو پر۔

سلیم۔ مذاق مت سمجھو۔ میں تو جا کر ماسٹر صاحب سے پوچھونگا،

دو گھنٹے کے بعد سلیم اور احمد بورڈنگ پہنچے اور سلیم سیدھا ماسٹر صاحب کے کمرے میں گیا اور کہا ماسٹر صاحب مجھے دو باتیں تبلا دیجئے۔ ہم تھکتے کیوں ہیں اور زیادہ دوڑنے یا تیرنے کے بعد ہمارے دل کی حرکت کیوں تیز ہو جاتی ہے؟

ماسٹر صاحب۔ تمہارے دل میں یہ خیالات کیسے پیدا ہوئے؟

سلیم۔ آج میں نے تالاب کے دو ہی چکر لگائے تھے کہ میرا سانس پھول گیا اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

ماسٹر صاحب۔ تھکنے کی دو وجوہات ہیں۔ لیکن تمھیں عام وجہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو مختلف تبدیلیوں کی بنا پر ہمارے جسم میں ایسے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جو زہریلے ہوتے ہیں۔ یہی زہریلے مادے ہمارے جسم پر اثر کرتے ہیں۔ اور ہم تھک جاتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم کوئی سخت کام کرتے ہیں تو جسم کے دوسرے حصوں سے زیادہ ہمارا دماغ اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور تھک جاتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ "ہمارا دماغ کام نہیں دیتا" دماغ میں اسوقت زہریلے مادے پیدا ہوتے ہیں جب ہمارا جسم کام میں مشغول ہو۔ اگر ہم کسی ایسے کتے کا خون جو تھکا ہوا ہو کسی دوسرے کتے کے دماغ میں جسے تھکاوٹ نہ ہو ڈالو تو دوسرے کتے کو فوراً تھکاوٹ محسوس ہوگی۔

اب رہی دل کی دھڑکن تو دل کبھی تھک ہی نہیں سکتا ہے اس کی حرکت تیز نہیں ہو سکتی اگر ہم اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، دل کی ایک مقررہ حرکت ہی سے ظاہر ہے کہ اگر ہم دل سے زیادہ کام لیں گے تو اس کی حرکت بھی تیز ہو جائیگی یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یہ زیادہ حرکت کہاں سے آتی ہے؟" دل کے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ایک مخفی قوت ہے جو ایسے موقعوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ لڑکے جب زیادہ دوڑتے یا تیرتے ہیں تو اس مخفی قوت کا ظہور ہوتا ہے یعنی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ جہاں تم دیکھو کہ یہ مخفی قوت ظاہر ہوگئی ہے تو تم دوڑنا یا تیرنا بند کردو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا اور اکثر اوقات تم بے ہوش بھی ہو جاؤگے۔

سلیم۔ ماسٹر صاحب' یہ بیہوشی کیا چیز ہے اور آدمی بیہوش کیوں ہوتا ہے۔

ماسٹر صاحب۔ سلیم واقعی بیہوشی ایک چیز ہے۔ جب آدمی زیادہ تیز دوڑتا یا تیرتا ہے تو اس کے دل کی مخفی قوت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ اس وقت دل دماغ کو زیادہ خون نہیں پہنچاتا۔ دل اور دماغ کا آپس میں تعلق ہے اور دل کا یہ فرض ہے کہ وہ دماغ کو خون پہنچائے۔ جب دماغ کو کافی خون نہیں پہنچتا تو دماغ کام نہیں کرتا اور زمین پر گر جاتا ہے۔ اور بیہوش ہو جاتا ہے لیکن گرنا اس کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ جب ہم کھڑے یا بیٹھے ہوں تو دل کو دماغ تک خون پہنچانے میں کافی دقت ہوتی ہے۔ کیونکہ زمین تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسلئے جب آدمی گر جاتا ہے تو دل کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور جیسے ہی دماغ کو خون پہنچتا ہے دماغ اپنا کام شروع کر دیتا ہے جسکو ہم کہتے ہیں کہ ہوش و حواس درست ہو گئے۔"

جغرافیہ

آبادی

دنیا کے ہر ایک حصہ میں یکساں آبادی نہیں ۔ پھر ایک ہی ملک کے سب حصوں میں ایک سی آبادی نہیں ہوتی ۔ جس طرح کوئی شہر بڑا ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا ۔ اسی طرح دنیا کا کوئی حصّہ زیادہ آباد ہے اور کوئی کم ۔ اس کی وجہ سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئیے کہ لوگ رہتے کہاں ہیں؟ ظاہر ہے کہ انسان کی آبادی شہروں میں ہوتی ہے یا گانوں میں ۔ اب اگر ہم یہ معلوم کرسکیں کہ دنیا کے مختلف حصص میں شہروں اور گاؤں اور پھر شہروں اور گاؤں میں آبادی کی کمی بیشی کا کیا سبب ہے تو ہم یہ سمجھ سکیں گے کہ آبادی کا انحصار کن باتوں پر ہے ۔ فرض کرو تم سے یہ کہا جائے کہ کسی ایسے ویرانے میں اپنا گھر بناؤ جہاں کوئی چیز پیدا نہ ہوتی ہو تو کیا تم وہاں رہنے کے لئے تیار ہو جاؤگے ۔ ہرگز نہیں ۔ اسیطرح اونچے اونچے پہاڑ جہاں سال بھر تک سوائے برف یا گھنے جنگلوں کے اور کچھ نہیں ہوتا، دشوار گذار گھاٹیاں، دشت وصحرا، سنگلاخ ساحل اور گھنے جنگل آبادی کے لئے موزوں نہیں ہوتے، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ دنیا کے کوہستانی سلسلوں کا بیشتر حصہ، ایشیا اور افریقہ کے صحرا، ایمیزن اور کانگو کے جنگل اور متعدد سواحل آبادی سے بالکل خالی ہیں ایسے ہی شمالی اور جنوبی سمندروں کے اکثر جزائر، قطبی علاقے اور افریقہ کے اکثر حصص آب وہوا کی ناموزونیت کی وجہ سے آبادی کے لائق نہیں ۔ مثلاً انتہائی شمال اور انتہائی جنوب میں تو اس قدر سردی پڑتی ہے کہ انسان اسے برداشت نہیں کرسکتا صوبجات متحدہ کے شمال میں ہمالیہ کے ساتھ ساتھ ایک نشیبی علاقے میں جو ترائی کے نام سے موسوم ہے لیکن یہاں کی آب وہوا صحت کے لئے نہایت مضر ہے ۔ ان سب علاقوں میں یا تو سرے ہی سے آبادی نہیں یا ایسے ہی کہیں خال خال کچھ لوگ بستے ہیں ۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کرۂ ارضی کے بعض حصے آبادی سے کیوں محروم ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتا سکیں گے کہ دنیا کے جن حصوں میں کثرت سے آبادی ہے اس کی کیا وجہ ہے صاف ظاہر ہے کہ انسان ہمیشہ جنگلوں اور پہاڑوں سے دور سرسبز اور شاداب وادیوں، مرتفع ونشیبی میدانوں اور ایسے سواحل پر آباد ہوگا جہاں آمد و رفت میں کوئی چیز مانع نہ ہو ۔ انسان اپنی ضروریات زندگی جب ہی پوری کر سکتا ہے اگر کھیتی باڑی بھی ہوتی رہے اور لوگ صنعت وحرفت میں حصہ لیتے رہیں ۔ یہی ایک صورت ہے تجارت، کاروبار، ذرائع آمد و رفت اور شہروں اور گانوؤں کے قایم ہونے کی ۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ ہم نے تو صحراؤں اور جنگلوں اور دشوار گذار پہاڑوں میں بھی انسانوں کو بستے دیکھا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحراؤں میں کہیں کہیں عمدہ نخلستان بھی ہوتے ہیں جہاں آدمی باآسانی رہ سکتا ہے اور دوسرے ملکوں میں آجا سکتا ہے اسی طرح جنگلوں میں ایسی چیزوں کی کمی نہیں ہوتی جن سے انسان اپنا پیٹ بھی بھر سکتا ہے اور جن کی تجارت سے وہ روپیہ کما سکتا ہے ۔ اسی لئے لوگ کبھی جنگلوں ہی میں آباد ہو جاتے ہیں اور زیادہ تر شکار پر گزر کرتے ہیں ۔ بعض ساحلوں کے کنارے کنارے ماہیگیر قومیں ہمیشہ حرکت کرتی رہتی ہیں ۔ ان کی گذر مچھلی کے شکار پر ہوتی ہے ۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چھوٹی چھوٹی تنگ وادیوں میں بھی تھوڑی بہت جگہ آبادی کے قابل نکل آتی ہے اور وہاں کچھ آدمی آباد ہو جاتے ہیں ۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ ان تمام مقامات پر میدانوں کے مقابلے میں آبادی بہت کم ہوگی ۔ بہر کیف جس طرح ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بعض علاقوں میں جو آبادی کے قابل نہیں ہوتے کہیں کہیں کیوں تھوڑے بہت لوگ آباد ہوگئے ۔ اسیطرح ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک یا ایک ہی ملک کے مختلف حصوں میں آبادی کی کمی بیشی کے کیا وجوہ ہو سکتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جسقدر کسی ملک میں یا کسی ملک کے کسی حصے میں پہاڑوں، صحراؤں، وادیوں اور بنوں کی کثرت ہوگی اسیقدر وہاں آبادی بھی کم ہوگی ۔

(بقیہ آئندہ)

تاریخ

سلطان غیاث الدین بلبن

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

پایہ تخت کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد اس نے بیرون شہر کی طرف رخ کیا - دہلی کے مضافات میں کچھ میواتی رہا کرتے تھے اور مغربی دروازے سے باہر ان کا کمین گاہ تھا - یہ وقت بے وقت جہاں موقع پاتے، شہر کے اندر گھس آتے اور شہر والوں کو لوٹ مار کر پھر اپنے کمین گاہ میں واپس چلے جاتے - بادشاہ نے ایک چھوٹا سا فوجی دستہ لیکر ان کا سراغ لگایا اور بالآخر انھیں وہاں سے منتشر کرکے شہر کو مامون و محفوظ کردیا - علاوہ اس کے قرب وجوار میں جہاں اورکہیں قیام امن اور تحفظ جان و مال کی ضرورت تھی، بادشاہ نے فوجیں بھیج بھیجکر اسے درست کیا - کام پلیہ اور پٹیالہ کے درمیان جو سڑک تھی، اس پر غارتگری کی شکایت تھی، بادشاہ نے اس کی روک تھام کی - بدایوں کے قریب کچھ لوگوں نے سر اٹھایا، بادشاہ نے عین وقت پر پہنچکر ان کی سرکوبی کی - شیر خاں نامی ان چالیس غلاموں میں ایک غلام تھا جس کی طرف سے بادشاہ کو بغاوت کا خطرہ تھا، بادشاہ نے اس کانٹے کو راہ سے دور پھینکا -

لیکن سب سے زیادہ فکر و تردد کا باعث لکھنوتی (بنگالہ) کا علاقہ تھا جو پایہ تخت سے اس قدر دور ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سرکشی اور بغاوت کا مرکز بنا رہتا تھا - اس وقت جب کہ بادشاہ قرب وجوار میں قیام امن کی تدبیروں میں مصروف تھا، طغرل نامی ایک شخص کے علم بغاوت بلند کرنے کی خبر بجلی کی طرح گری - مخبروں نے آکر خبر دی کہ طغرل نے حضور کے مقابلہ میں مغیث الدین کے لقب سے خود مختاری کا اعلان کردیا ہے اور خطبہ میں اپنا نام رکھا ہے اور اپنے ہی نام کا سکہ بھی جاری کردیا ہے - بادشاہ نے یہ سنتے ہی امیر خاں نامی ایک افسر کی سرکردگی میں فوج بھیجی، امیر خاں کو شکست ہوئی اور وہ عتاب شاہی کے مورد ہوئے - اس کے بعد پھر دوسری فوج بھیجی گئی لیکن اس کا بھی یہی انجام ہوا - اب تو بادشاہ کا جوش انتقام بھڑک اٹھا - پایۂ تخت کا انتظام قاضی شہر کے سپرد کیا - چھوٹے بیٹے بغرا خاں کو سامانہ سے بلایا اور ایک بڑے لشکر کو ہمراہ لے کر لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا -

طغرل نے جو کہ سلطانی کی آمد کی خبر سنی تو فوراً راہ فرار اختیار کی اور جاجنگر میں جاکر پناہ لی - لشکر سلطانی نے طغرل کا تعاقب کیا اور ابھی بہت دور نہیں پہنچے تھے کہ بعض جانباز سرداروں نے اسے جالیا - طغرل اس بدحواسی کے عالم میں ایک دریا میں کود پڑا اور چاہا کہ پار اتر جائے - لیکن قضائے الہی سر پر آچکی تھی، ایک سردار نے اسی حالت میں اپنی تیغ بے نیام سے اس کا سر تن سے جدا کردیا اور وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا - سر لاکر لکھنوتی کے بازار میں لٹکا دیا گیا تاکہ سرکشوں اور باغیوں کو عبرت ہو اور بغاوت و سرکشی کا سودائے خام ان کے دماغ سے نکل جائے - طغرل کے جتنے رفیق اور شریک کار باقی رہ گئے تھے بلبن نے انھیں سخت سے سخت سزاؤں کا حکم دیا - چنانچہ دہلی میں قطار کی قطار پھانسیاں کھڑی کردی گئیں تاکہ غداران سلطنت اور بے وفایان دولت کی گردنیں ان سے لٹکادی جائیں، لیکن بلبن جیسا سخت مزاج تھا، ویسا ہی رحمدل بھی تھا - قاضی شہر نے جب یہ قیامت برپا دیکھی تو ہمہ تن سفارش بنکر سامنے آکھڑے ہوئے - بادشاہ نے آنے کا سبب پوچھا تو دبی زبان سے عرض کیا کہ "اگر اتنے انسانوں کی جان بخشی کردی جائے تو یہ عفو و کرم ہمیشہ کے لئے ان کی گردنوں میں اطاعت و وفاداری کا پھندا ڈالدے گا" - بادشاہ نے قاضی کی اس سفارش پر سب کو یکقلم معاف کردیا - (باقی آئندہ)

نظم

بچپن

(میر نذر علی صاحب درد ہماری اُردو اکادمی کے رکن ہیں اور اس لحاظ سے اس نظم پر ان کا شکریہ ایک رسمی بات ہوگی البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ "پیام تعلیم" کے لئے ایسی دلچسپ نظموں کی ابھی اور ضرورت ہے (ایڈیٹر)

اے مرے بچپن، مرے ہمدرد، میرے غمگسار
اک زمانہ تک رہا ہے تو۔ تو میرا یارِ غار
تو مری شخصی حکومت کی ہے نادر یادگار

تو غنی، اور فکریں رہتے سبھی تیرے لئے
کون سی شے تھی نہ جو موجود تھی تیرے لئے
تونے جو ضد کی، وہ پوری کی گئی تیرے لئے

تو قیودِ عالمِ تہذیب سے آوارہ تھا
جلوۂ آغوشِ فطرت بس ترا گہوارہ تھا

سچ تو یہ ہے تو بھی اپنے وقت کا ہے بادشاہ
اب اثر تیرا نہ وہ تیری حکومت، آہ آہ

ایک وہ دن تھا کہ تجھ سے عقل بھی تھی کوسوں دور
ایک وہ دن تھا کہ بالکل ہی نہ تھا تجھ کو شعور
ایک وہ دن تھا کہ جب ہوتا تھا کچھ تجھ سے قصور

لوریاں دے دیکے ماں تجھ پر ہوا کرتی فدا
تجھ کو جھولے میں لٹا کر گیت گاتی نیند کا
شمع سے باتیں کیا کرتا تھا تو گھنٹوں پڑا

مارنا کیسا؟ کوئی تجھ کو جھڑکتا بھی نہ تھا
مطلعِ امید روشن فعل تھا ہر اک ترا

تیرا ہر اک فعل سب کو اس قدر محبوب تھا
جرم کرنے پر بھی کچھ تجھ کو نہ ملتی تھی سزا

کھلتی ہونٹوں پہ تیرے جب مسرت کی لہر
باپ خوش ہوتا تو ماں مسرور ہوتی دیکھ کر
پھر مچل کر روٹھ جانے سے ترے ہر بات پر

تھے یہ سب تیرے ہنر، جب تک سمجھ آئی نہ تھی
جب سمجھ آئی۔ تو کس حرکت میں رسوائی نہ تھی
خندہ زن تجھ پر اکیلی یاس و تنہائی نہ تھی

ماں اسی دم جھنجھنا کے کر مناتی پھر تجھے
اور گھنٹوں گُدگُدا کر وہ ہنساتی پھر تجھے

شانِ استقلال بھی ہنستی رہی آٹھوں پہر
حیف تجھ میں آج تک باقی ہے بچپن کا اثر

صبح سے پھر دو پہر تک یہ ترا رہتا نظام
کھیلتا رہتا تو مٹی کے کھلونوں سے مدام
پھر اسے توڑا اُسے پھینکا اسی میں ہوتی شام

کیسے ہیں ہمدرد، کچھ ہم، کہ گذرتے ہی نہیں
نقشِ ہستی میں بقا کا رنگ بھرتے ہی نہیں
حیف ہے۔ ہم۔ کام کوئی۔ جم کے کرتے ہی نہیں

تیری ہستی لذتِ عالم سے لذت کش نہ تھی
تیری خوش کیفی کسی حالت کی منت کش نہ تھی

پھر تو پھر کس طرح ہو کس طرح پھولیں پھلیں
جب قدم راہِ عمل میں ڈگمگاتے ہی رہیں

احسان کی قید

سردی کا موسم ہے۔ شام کے آٹھ بجے ہیں - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے - شملہ کی شاہی سڑک کے دورویہ جابجا خوشنما پھول لگے ہیں جو اپنی خوشبو سے سڑک کی فضا کو معطر کر رہے ہیں -

افضل باہر نکلا - وہ غریب اور محتاج بیکس تھا - ایک دفعہ چوری کے الزام میں دو سال کے طویل عرصہ تک جیل میں قید رہا - چوری کرنے کے وقت ایک ۱۶ سالہ نوجوان تھا اب وہ ۱۸ برس کا ہے - چوری کی عادت اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی - وہ اپنے دل میں طرح طرح کے خیال لا رہا ہے اور ہر کام سرانجام دینے کی قوت اپنے اندر پاتا ہے - وہ ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر ایک جانب کو روانہ ہوا اس کا اس وقت کا خیال چوری تھا - اور پریشانی کی حالت میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر جاتا تھا - اتنے میں گھڑیال نے دس بجائے - تو وہ چونک پڑا - ہر طرف نظر دوڑائی - اور پانچ دس سکنڈ سوچکر ایک طرف کو چل پڑا ایک بازار سے ہوکر ایک تنگ گلی میں پہنچا - یہاں اس نے چپ چاپ ایک ٹوٹا سا دروازہ کھولا - اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - آخری سیڑھی کے پاس کھڑا ہوگیا - کیونکہ مالک مکان جو ایک شریف اور مدبر بیرسٹر تھا - سویا نہیں تھا - بلکہ اپنے مطالعہ میں مشغول تھا -

تھوڑے عرصے بعد بارش ہونے لگی - اور افضل سردی برداشت نکر سکا کیونکہ اس کے پاس کوئی اوڑھنے کا کپڑا نہ تھا - سردی کی وجہ سے اس کے دانت کٹ کٹانے اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے - تنگ آکر اس نے مالک مکان سے رہائش کی جگہ مانگی -

بیرسٹر کے دریافت کرنے پر "جناب میں ایک لاچار یتیم اور غریب آدمی ہوں - بوجہ گردش ایام میرے پاس کپڑا نہیں - سردی کے مارے مرتا ہوں - اور تنگ آکر آپ کے پاس پناہ گزین ہوا ہوں اس وقت میری حالت قابل رحم اور آپ کے ترس کی محتاج ہے"

یہ سن کر بیرسٹر کو بہت رحم آیا - پہلے اس کو چائے پلائی پھر سونے کے لئے ایک بستر دیا - تھوڑی دیر اور مطالعہ کے بعد بیرسٹر صاحب بھی سوگئے - افضل نے لحاف سے منہ نکالا - شمع جل رہی تھی - اور اس کی چمک دار روشنی میں دو نقرئی گلدستے اپنی بہار دکھا رہے تھے - اور ایک طرف ایک سونے کا گلدستہ رکھا تھا جو جگمگ جگمگ کر رہا تھا - مگر افضل کی نگاہ صرف ان دونوں نقرئی گلدستوں پر پڑی - یہ دیکھ کر اسے لالچ نے آدبایا - کہ بیرسٹر صاحب اب خواب میں مدہوش ہیں - یہ چرا لے جانے کا اچھا موقع ہے - ادھر بیرسٹر کی مہمان نوازی اسے ملامت و ندامت کر رہی تھی - مگر آخر اس پر چوری کی عادت غالب آئی - وہ بستر سے اٹھا - اور دونوں گلدستے اٹھا کر دروازے کی طرف چل دیا - اس کا دل ضمیر پر فتح پا گیا - حرص اس کو گلدستے دکھا کر حوصلہ دلا رہی تھی - اس نے چپکے سے دروازہ کھولا - اور سیڑھیوں پر سے اترنے لگا - ہر ایک سیڑھی اسے ملامت کرتی تھی بالآخر وہ باہر چلا گیا -

صبح سویرے بیرسٹر صاحب اٹھے - تو گلدستے نہ پاکر بہت گھبرائے لیکن انھیں افضل پر رحم آیا - اور وہ اطمینان سے مطالعہ میں مشغول ہوگئے دفعتا سیڑھیوں سے کسی کے اوپر آنے کی آواز آئی - اور جلد ہی ایک پولیس کانسٹبل افضل کو پکڑے ہوئے لایا - اور بولا - "بیرسٹر صاحب - یہ شخص آپ کو اپنا دوست بتا رہا ہے - اور کہتا ہے کہ بیرسٹر صاحب نے یہ دونوں گلدستے تحفے کے طور پر دئے ہیں - مجھے شک و شبہ ہوا - اس لئے اس کو آپ کے سامنے پیش کیا - بیرسٹر نے کہا :-

"او ہو - انھیں جلدی چھوڑ دو - یہ تو میرے عزیز دوست ہیں - میں نے انکو یہ دو نقرئی گلدستے تحفے میں دیئے ہیں - اور ایک اور بھی طلائی گلدستہ دینا تھا - مگر یہ صاحب اس گلدستے کو بھول گئے تھے - اچھا ہوا - جو واپس آگئے" یہ کہکر بیرسٹر صاحب نے ایک اور طلائی گلدستہ لاکر افضل کے ہاتھ میں دیا - اسدن سے افضل نے توبہ کی - کہ آیندہ چوری نہ کروں گا -

"بن باسی قلندر"

چودھویں رات کا چاند فلک پر کمال اوج پر تھا۔ قریب بارہ کے بج چکے تھے شہر کی ساری وسعت پر شب کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ راہروں کی آمدورفت کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ آسمان صاف و شفاف صورت بلوریں بنا ہوا تھا۔ فضا نہایت خاموش اور ہوا کی رفتار نہایت نرم اور خنکی آمیز تھی۔

اس پُراثر کیفیت کو دیکھتے ہوئے میں آنگن کے صحن میں چارپائی پر پڑا ہوا تھا۔ بجائے اس کے کہ اس منظر سے میں متاثر ہوتا عجب بے قراری اور بے کلی تھا طبیعت پر انتہائی وحشت کا غلبہ تھا اور تفکرات چند در چند کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ہر چند ممکنہ کوشش کی کہ نیند آجائے اور یہ بیقراری دور ہو لیکن نیند نہ آئی تھی نہ آئی اور بے چینی سے چھٹکارہ نہ ملا۔

آخر اکتا کر گنگا جی کی راہ لی۔ گنگا جی کا منظر عجب سحر آگین اور دل خوش کن تھا ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ موجیں اٹھ اٹھ کر اپنے جوبن کو دیکھ کر اکڑ رہی تھیں۔ مہتاب کا عالم بھی عجب ہوشربا تھا۔ دودھ سی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ موجوں کے تلاطم سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ چاندنی کے پتھر ہیں یا بلوری آئینہ۔ یہ بلوری آئینہ اتنا مرغوب تھا کہ جس میں خوبانِ فلک بھی اپنا جلوہ دیکھ رہے تھے۔

ان پُراثر مناظر کو دیکھ کر میری تمام بیقراری اور تفکرات مبدل بخوشی و فرحت ہوگئے اور میں اس تنہائی کی حالت میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ قریب ایک میل راستہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک دور پہاڑی نظر آئی جو گنگا سے متصل تھی۔ جب اس کے قریب پہونچا کیا دیکھتا ہوں کہ اس پہاڑی پر چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی ہے اور سامنے کچھ فاصلے پر آگ روشن ہے پہلے تو کسی قدر خوف پیدا ہوا اور آگے بڑھنے کو طبیعت ہچکچائی۔ آخر دل مضبوط کر کے اس پہاڑی پر چڑھا۔ پہاڑی اوپر کی جانب نہایت مسطح تھی۔ ہر طرف جھاڑی ہی جھاڑی نظر آتی تھی۔ اس طرح دشت و جبل کا دلکش منظر میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے درختوں سے عجیب سُہانے راگ نکلتے تھے ہر طرف ہرے ہرے سبزے کی بساط بچھی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سنجاب و سمور کا فرش کر دیا ہے پہاڑی کے اطراف بہت بھاری چشمے تھے چاندنی میں ان کا پانی ایسا معلوم ہوتا کہ گویا سیماب بہ رہا ہے چاروں طرف نالوں نے دھوم مچا رکھی تھی۔ غرض فطرت کی تمام چیزیں وہاں موجود تھیں۔

میں ان چیزوں کا حظ اٹھاتے ہوئے اور آگے بڑھا جہاں وہ جھونپڑی واقع تھی جب جھونپڑی کے پاس پہنچ چکا دیکھا کہ اس جھونپڑی کے سامنے ایک "بن باسی قلندر" بیٹھا ہوا ہے۔ سامنے بڑی بڑی راکھ آلود جٹیں چھوٹی ہوئی ہیں۔ انگ پر بھبوت ملا ہوا ہے اور ایک گھٹنے تک لنگوٹی باندھے ہوئے مستانہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے جب میری اور اس بن باسی کی آنکھیں دو چار ہوئیں تو میں نے ادب سے جھک کر سلام کیا بن باسی نے نہایت حیرت سے دیکھتے ہوئے سلام کا جواب دے کر اپنے پاس بڑی مہربانی سے بلایا اور ہرن کے چمڑے کو میرے لئے بچھا دیا۔ میں اس کے اصرار کرنے پر اس پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد بن باسی مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا "کیوں بابا تم اس طرف اتنی رات کو کدھر نکلے"

میں۔ بابا جی یونہی طبیعت جو اکتا گئی اور وحشت کا غلبہ ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دریا کا منظر بھایا۔

بن باسی۔ تم کچھ کھاؤ گے؟

میں۔ جی نہیں مہاراج مجھے بالکل اشتہا نہیں ہے۔ آپ کے دیدار سے ہی طبیعت سیر ہوگئی۔

غرض بن باسی نے بڑے اصرار سے بے وقت کھانے پر مجبور کیا بھگ رنگ جی (چیلہ) نے کئی قسم کے پھل لا کر سامنے رکھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بن باسی کے اس طرح تنہائی میں رہنے کی وجہ پوچھی اور دریافت کیا کہ آپ نے اس طرح آبادی سے منہ پھیر کر اس پہاڑی پر رہنا کیونکر پسند کیا

کیا شہر میں ایسے لوازمات میسر نہیں آسکتے تھے؟ کیا شہروں میں رہکر خدائے تعالےٰ کو نہیں پا سکتے۔

میرے اس طرح سوال کرنے پر بن باسی نے جواب دیا بابا! جو چیزیں ہم بن باسیوں کو جنگل میں رہ کر میسر ہوتی ہیں وہ شاہوں کو عمر بھر کبھی میسر نہیں ہو سکتیں۔ تم لوگوں کے دن رات دنیا کے فکروں میں۔ مکاری۔ دغابازی اور حرص و ہوا میں گزرتے ہیں۔ کسی کو وال حیاتی کی شکایت ہے۔ کسی کو سنگی ساتھی کا شکوہ ہے۔ غرض ہر وہ ناقص اور ذلیل افعال جو انسان کو گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں دنیا میں رہکر اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

مجھ کو دیکھو کہ کسی سے سروکار نہیں۔ سنسار سے ہم نے مکھ پھیر لیا اور ساجن کی طرف رجوع ہو گئے۔ اس جنگل میں ہماری زندگی نہایت اطمینان اور آرام کے ساتھ گزرتی ہے جنگل کے پھل ہماری غذا ہیں۔ چشموں کے پانی سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ سونے کیلئے ہمیں سبزہ مخمل کا فرش ہے۔ دن کو سورج کی مشعل ہے۔ رات کو ستاروں کی سبھا ہے۔ ہمیشہ خوش گوار ہوا ہمارے لئے موجود ہے۔ پرندے آکر عرفان کی تانیں اوڑاتے ہیں۔ کیا ایسی زندگی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ کیا آبادی میں رہ کر ایسی پاک زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ کیا ہم اس اطمینان کے ساتھ پیتم کی یاد کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

دنیا کی تو یہ حالت ہے کہ ہر دم پیٹ کے دھیان میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ دغا فریب دروغگوئی ان کا رات دن مشغلہ ہے۔ کبھی بھی بھگوان کی یاد نہیں ہوتی حالانکہ سب چیزیں فانی ہیں صرف خدا ہی کی ذات کو بقا ہے۔

بن باسی کی تقریر سے میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور مجھ پر تھوڑی دیر کے لئے غنودگی چھا گئی۔ انھیں باتوں اور دیگر مختلف تصوں میں آسمان کا رنگ بدل گیا۔ چاند ستارے ماند پڑنے لگے۔ طائران خوش نوا اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔ میں نے بن باسی سے اجازت لی اور جدھر سے آیا تھا اسی طرف روانہ ہو گیا۔



انعامی مضامین

۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ہماری عزیز درس گاہ کا یوم تاسیس ہے اور اس خوشی میں "پیام تعلیم" کا بھی تاسیس نمبر اسی تاریخ کو شائع ہوگا۔ اس خاص نمبر کے لئے ابھی سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اچھے اچھے مضامین جمع کئے جا رہے ہیں۔ طلبا کے مذاق اور دلچسپی کی تصاویر کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس نمبر کی کتابت اور طباعت بہت دیدہ زیب ہوگی اور اگر ممکن ہوا تو بعض صفحات کی دوہری رنگین چھپائی کرائی جائے گی۔ اس خوشی میں کہ جامعہ اپنی زندگی اور خدمت خلق کے نو سال بخیر و خوبی ختم کر رہی ہے آج ہم بعض انعامی مضامین کا اعلان کرتے ہیں جن کا نتیجہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کے "پیام تعلیم" میں شائع ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ "پیام تعلیم" کے تمام خریدار اس مقابلے میں ضرور شریک ہوں گے اور انعامات حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

(۱) پانچ روپے کا پہلا انعام اس طالبعلم کو دیا جائے گا جو دنیا کے مذہب مثلاً اسلام، عیسائیت وغیرہ وغیرہ میں سے کسی ایک پر بہترین مضمون لکھے گا۔

(۲) پانچ روپیے کا دوسرا انعام پیام تعلیم کے سائنس کے صفحہ کیلئے بہترین مضمون لکھنے والے کو ملیگا۔ عنوان کا انتخاب ہر طالبعلم خود کرے۔

(۳) پانچ روپیے کا تیسرا انعام اس طالبعلم کو دیا جائیگا جو کسی بڑے مفتش ( ) مثلاً کولمبس وغیرہ کی تفتیش اور سفر کے حالات بہترین انداز میں لکھے گا۔

(۴) پانچ روپیے کے چوتھا انعام کا مستحق وہ طالبعلم ہوگا جو کسی تاریخی موضوع پر بہترین مضمون سپرد قلم کریگا۔

(۵) پانچ روپیہ کا پانچواں انعام اس طالبعلم کو دیا جائیگا جو بہترین نتیجہ خیز کہانی لکھے گا۔

شرائط (۱) مقابلہ میں صرف دسویں جماعت تک کے طالبعلم شریک ہو سکتے ہیں جماعت کا حوالہ دینا بھی ضروری ہے۔

(۲) خریداران "پیام تعلیم" اپنے خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دیں۔ دوسرے طالبعلم اپنے ہر مضمون کے ساتھ ۲ر کا ٹکٹ بھیجیں۔

(۳) انعامات ۱۵ ستمبر ۱۹۲۹ء تک "زی۔ دفتر پیام تعلیم۔ دہلی" کے پتہ پہنچ جانا ضروری ہیں۔

انعامی معمّا

دائیں سے بائیں

۱- یورپ کی ایک قوم
۲- ٹہرنا
۳- حرفِ ندا
۵- کھیلنے کی چیز
۷- چکّی
۹- چہرہ
۱۲- چادر
۱۴- ناپید
۱۶- آواز
۱۷- کھیل (انگریزی)
۱۸- یہی
۲۰- پرانا

اوپر سے نیچے

۱- ایک شاعر کا نام
۴- آتش
۶- بانسری
۸- راستہ
۹- انگریز شاعر
۱۰- دوڑ
۱۱- کوئی
۱۳- شان
۱۵- حیات
۱۹- ایک
۲۱- بچوں کی پرورش کرنے والی
۲۲- برداشت کر
۲۳- روانہ ہو
۲۴- شراب
۲۵- جسم

۲۳	■	۱۵		۱۰	۸	۶	۱
	۲۱	۱۶	■				۲
■			۱۲	■		■	
۲۴		۱۷	■	۱۱	■		۳
		۱۸	■		۹	■	
■	■	■	۱۳			۷	■
۲۵	۲۲	۱۹	۱۴	■		■	۴
		۲۰	■				۵

شرائط

۱- صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی کتابیں پیش کیجائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائیگا۔ پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

۲- خریدارِ "پیامِ تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۲ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہوسکتے ہیں۔

۳- روزِ اشاعت سے پندرہ یوم کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں

۷؍ جون کے معمے کا حل

ل	د	ہ	و	ن	ز	ی	گ	و	ن	ز
ی	م	■	م	و	ب	■	ل	و	ا	■
ک	ن	خ	■	ج	ر	د	■	ل	خ	ن
ا	■	ر	ز	■	د	ا	گ	■	د	ی
ہ	م	و	■	ا	س	م	■	ن	ا	ہ
ے	ل	■	ک	ر	ت	■	م	ی	■	ے
ن	ح	م	■	ا	ی	ر	■	و	ف	ت
ا	■	ن	م	ی	■	س	ا	ی	■	ر
م	س	ق	■	ش	ا	م	■	ا	ر	ک
■	ک	ا	ب	■	ع	■	م	ر	ز	ا
م	ر	د	ہ	د	ل	خ	ا	ک	ج	ی

نتیجہ

۷؍ جون ۲۹ء کے معمے کا صحیح حل تو کوئی موصول نہیں ہوا البتہ مندرجہ ذیل اصحاب کے حل تقریباً صحیح ہیں۔ شرائط کے مطابق انعام برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے:-

۱- ابوالکلام محمد فخر عالم صاحب۔ آرہ
۲- ساجد علی صاحب بھیوڈر لاج۔ دہلی
۳- سعید احمد صاحب۔ بالاگھاٹ
۴- محمد عبدالسلام صاحب۔ بالاگھاٹ
۵- محبوب الرحمٰن صاحب۔ دیوبند

انعامات ایک ہفتہ کے اندر حاضر کردیئے جائیں گے۔

مشاعرہ

شعرائے زبان اردو کا ماہوار رسالہ ہے - اس رسالہ میں شعر و شاعری پر مفید اور بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں - بعض لوگ نافہمی سے اردو شاعری پر جو اعتراض کرتے ہیں ان کا معقول اور مدلل جواب دیا جاتا ہے ہر ماہ ایک ہی طرح میں تمام مشاہیر شعرا کی غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی ہیں - اردو کے قدیم و جدید لٹریچر کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے -

قیمت سالانہ (للعہ)

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ مشاعرہ پرانی حویلی حیدرآباد (دکن)

قرآن مجید

مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن

یہ ترجمہ جس کیلئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالیٰ نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپکر مکمل ہو گیا ہے اور بکثرت طلب کیا جا رہا ہے - آج تک جس قدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے - تحت لفظی ہونے کے باوجود بامحاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جسکو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے - لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ زرین حاشیہ چھپی ہوئی نجیہ ہے ہدیہ مجلد چرمی منقش نقرئی پندرہ (۱۵ے) جلد اعلیٰ منقش طلائی ۱۵ے غیر مجلد ۱۰ے محصولڈاک و خرچ پیکنگ عما فرمایش کے ساتھ پیشگی آنا ضروری ہے -

المشتہر محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور

قوم پرست طالبعلم

یہ ایک تازہ ترین قومی، اصلاحی اور تعلیمی ڈرامہ ہے - جو ہمارے جامعی بھائی منشی عبدالغفار صاحب حیدرآبادی نے تالیف کیا ہے اور پچھلے سال عید ڈنر پر طلباء جامعہ نے حاضرین کے سامنے پیش کیا تھا - جس میں مولانا محمد علی ڈاکٹر انصاری اور دوسرے معزز مہمان شامل تھے اور سب نے اسے بہت پسند کیا تھا اب یہ طلباء اور دوسرے احباب کے اصرار پر نہایت اہتمام اور سلیقہ سے چھاپا گیا ہے - مختصر ڈراموں میں عبدالغفار صاحب کا یہ ڈرامہ طلبا اور دوسرے شائقین کے لئے یکساں دلچسپ ہے - قیمت صرف ۴ر پوسٹیج ۱ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی

دنیا کے بسنے والے

حبشیوں - امریکہ کے پرانے باشندوں - بدو عربوں، افریقہ کے بونوں اور جاپان - سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گرتی ہے - سید بشیر حسین زیدی صاحب بی اے (کینٹب) بیرسٹر ایٹ لا ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی اسکول علی گڑھ نے بچوں کے لئے آسان زبان میں لکھی ہے - کتاب میں تقریباً پچاس تصویریں ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ انھیں دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا محال ہے - لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے - ٹائٹل خوبصورت اور رنگین - قیمت صرف ۶ر پوسٹیج ۱ر

مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلیشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم سے شائع ہوا -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

پیامِ تعلیم

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ للعہ

نصف صفحہ صہ

چوتھائی صفحہ سہ

نرخنامہ چندہ

سالانہ عہ

ششماہی عہ

فی پرچہ ۱ر

ایڈیٹر:- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۷ — ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء — نمبر ۶

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

بھگت سنگھ اور دت نے جن کو اسمبلی میں بم پھینکنے کے جرم میں عبور دریائے شور کی سزا ہوئی تھی ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے کھانا چھوڑ رکھا ہے ان کا حکومت سے یہ مطالبہ ہے کہ اسیران سیاسی کی حیثیت سے ان کے ساتھ خاص برتاؤ کیا جائے کیونکہ ہر ملک میں سیاسی قیدیوں کو خاص مراعات دی جاتی ہیں۔

حکومت ابھی تک اس مطالبہ کے تسلیم کرنے میں تامل کر رہی ہے، بھگت سنگھ اور دت بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں، دت کی حالت تشویش ناک ہو گئی ہے، اور کمزوری حد سے بڑھ گئی ہے، بھگت سنگھ پر بھی کمزوری اور نقاہت کے آثار نمایاں ہیں، ملک میں ہر جگہ احتجاجی جلسے ہو رہے ہیں اور ان دو بہادر نوجوانوں سے ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

لارڈ اِروِن لندن پہنچ گئے، ان کی غیر موجودگی میں گورنر مدراس ان کی جگہ کام کریں گے، لارڈ اِروِن کے اس سفر کو برطانوی اور ہندوستانی سیاسی حلقوں میں خاص اہمیت دی جا رہی ہے، لارڈ اِروِن نے جاتے وقت اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ وہ حکومت برطانیہ کے سامنے ہندوستان کا مسئلہ پوری طرح پیش کر دیں گے، نیز اس وقت برطانوی کابینہ کا رویہ بھی ہندوستان سے معاندانہ نہیں۔

۵ر جولائی کو مہاتما جی دہلی تشریف لاتے تھے، اسٹیشن پر آپ کا شاندار خیر مقدم کیا گیا، اسی دن آپ نے کانگریس کی مجلس انتظامیہ کے جلسہ میں شرکت فرمائی، جلسہ میں یہ طے پایا ہے کہ کونسلوں اور اسمبلی میں سوراجی اراکین کی عدم شمولیت کے فیصلہ کو بحال رکھا جائے، اور اس امر پر مزید غور کرنے کیلئے ماہ رواں کے اواخر میں الہ آباد میں کانگریس کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہو گا۔

ہندوستان کے باہر

روس اور چین کے تعلقات میں بھی کشیدگی پیدا ہو رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت چین بالشویکی اثر کو اپنے ملک سے زائل کرنا چاہتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بالشویک سفارت خانوں پر چھاپے ڈالے جاتے ہیں، روس نے حکومت چین کو الٹیمیٹم دیا ہے۔ دونوں طرف افواج سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔

حزب العمال کے برسر حکومت ہونے کی وجہ سے برطانوی پارلیمنٹ میں آئے دن ہندوستان کے متعلق سوالات کی بھرمار رہتی ہے، کابینہ ابھی تک تو زبانی ہمدردی کی دعاوی کر رہی ہے، دیکھئے یہ دعاوی کب عملی صورت اختیار کرتے ہیں، وزیر ہند پر زور ڈالا گیا تھا کہ وہ مقدمہ میرٹھ واپس لے لیں، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

ایک طرف تو ہندوستانیوں پر روس سے تعلقات قایم کرنے پر مقدمات چلائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف وزارت برطانیہ بالشویک روس سے از سر نو سیاسی تعلقات قایم کرنے کی کوشش میں ہے، موجودہ حکومت کی اس دو عملی نے عجب مضحکہ خیز صورت اختیار کر لی ہے۔

سابق شاہ افغانستان امان اللہ خاں روم پہنچ گئے، میسولینی کی حکومت نے آپ کا خیر مقدم کیا، شاہ موصوف افغانی سفارت خانے میں مقیم ہیں۔ اطلاعات مظہر ہیں کہ آپ ترکی جانے کی فکر میں ہیں، اور اسی سلسلہ میں اپنی والدہ، اجدہ کو مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس خط دے کر بھیجا ہے۔



خط

(جناب شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی نے اب جب کہ جامعہ کی تعطیلات موسم گرما ختم ہونے کو ہیں یہ دو شرا خط تمام طلبار جامعہ کے نام دفتر سے بھجوایا ہے چونکہ اس کا مضمون عام لوگوں کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہوگا اور اس میں بعض مفید باتیں بچوں کے ذہن نشین کرائی گئی ہیں ناظرین پیام تعلیم کی خاطر ہم اسے حسب ذیل درج کرتے ہیں:- (ایڈیٹر)

جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی

۶ر جولائی ۲۹ء

عزیزم سلمہٗ - تمہاری گرمی کی تعطیل تین چوتھائی کے قریب ختم ہوچکی - اب تم واپسی کی تیاریاں کررہے ہوگے - جامعہ اور تمہاری اقامت گاہیں تمہاری منتظر ہیں - امید ہے کہ تم آرام کے بعد کام کے لئے اچھی طرح تیار ہو کر آؤگے -

پچھلے سال تم نے دیکھ لیا تھا کہ تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی بھی گھر سے پہننے کے کپڑے اور اوڑھنے بچھونے کا کافی سامان نہ لانے سے سال بھر تکلیف رہتی ہے - ابھی وقت ہے، اپنا سب سامان ٹھیک کرلو -

مجھے یہ لکھنے کی تو ضرورت نہ ہونی چاہیئے کہ اپنے سب کپڑے کھدر کے بنوانا - تم کھدر پہننے کی ضرورت اور اس کے فوائد سے واقف ہو - لیکن میرے پاس اسی تعطیل میں تمہارے کئی ساتھیوں کے خط آئے ہیں کہ انکے والدین کھدر پہننے کی ضرورت کو نہیں سمجھتے - اور ان سے بحث کرتے ہیں - اور اعتراض کرتے ہیں - کہ یہ ہندوؤں کا پہناوا ہے - تم سے بھی اگر کوئی کہے تو تم کہہ سکتے ہو کہ ہمارے تو سب بڑے بڑے دینی بزرگوں نے ہاتھ کا کتا اور بنا ہی پہنا - ان کے زمانہ میں تو یہ مشینوں کا بنا ہوا کپڑا ہوتا ہی نہ تھا - اور کھدر کے پہننے میں ہندو مسلمان کا کیا سوال! یہ تو اسلئے پہنا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے غریب کسانوں کو جس میں ہندو مسلمان دونوں ہیں بیکاری کے وقت میں کرنے کو کام ملے اور ان کی بہت چھوٹی آمدنی میں تھوڑا سا اضافہ ہو جائے -

شہروں کے رہنے والے شاید بھول جاتے ہیں کہ ہمارے ملک کے زیادہ لوگ گانوؤں میں بستے اور کھیتی کا پیشہ کرتے ہیں - ان کے کھیت اکثر اس قدر چھوٹے ہیں کہ ایک خاندان کو سال بھر اس پر کام کرنے کا موقع نہیں ہوتا - پھر کھیتی کے کام کا موسموں کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ پورے سال بھر کسان مشغول نہیں رہ سکتا - ہر ملک میں جہاں زیادہ لوگ کھیتی باڑی سے روزی کماتے ہیں کسان کوئی نہ کوئی کام اور بھی کرتے ہیں - کہیں کھلونے بناتے ہیں مرغیاں یا مویشی پالتے ہیں - کہیں دیا سلائی کی ڈبیاں تیار کرتے ہیں کہیں کچھ کہیں کچھ ہندوستان میں بھی کسی ایسے کام کی سخت ضرورت ہے - لیکن یہاں کے کسان دنیا میں سب سے زیادہ مفلس ہیں - ان کے لئے ایسا کام چاہیئے جس میں شروع میں دام بہت کم لگانے ہوں، یا کام ایسا ہو کہ جب چاہا اسے شروع کیا جب چاہا بند کردیا تاکہ کھیتی کے کام کے وقفوں میں کیا جاسکے - اور چونکہ یہ ضرورت سارے ہندوستان میں عام ہے اس لئے وہ کوئی ایسا کام ہو جس سے ہماری ضرورت کی کوئی خاص چیز بن سکے - ایسا کام سوائے سوت کاتنے اور بننے کے اور کوئی نہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے خیرخواہوں نے کھدر کو پھر رواج دینے کی کوشش کی ہے - اور اب تو اس میں رفتہ رفتہ سرکاری غیر سرکاری سب لوگ ہم خیال ہوتے جاتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے -

اگر کوئی کہے کہ تم تو کسان نہیں ہو اور تمہیں تو اپنی آمدنی میں دو چار آنے بڑھانے کی کوئی بہت ضرورت نہیں تو تم کہہ سکتے ہو کہ ہماری تعلیم میں شروع سے اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہم اپنی قوم کی بھلائی کو اپنی بھلائی سمجھیں اور غریبوں کی مدد جس طرح ہو سکے کریں -

جو لوگ تم سے کھدر کی بابت کچھ کہیں اُن سے تم یہ سب باتیں کہہ سکتے ہو - لیکن یہ یاد رکھو کہ جو کچھ کہو بہت ادب سے - بے ادبی سے سچی بات جھوٹی معلوم ہونے لگتی ہے - تمھیں اپنے بڑوں کے ادب کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے -

مجھے یقین ہے کہ تم نے چھٹیوں میں اپنے عزیزوں اور جاننے والوں میں جامعہ کو نیک نام بنایا ہوگا - اور لوگ تم کو دیکھ کر اپنے بچوں کو تمہارے ساتھ جامعہ بھیجنا چاہتے ہوں گے - اپنے ساتھ ضرور اپنے عزیزوں اور جاننے والوں کے بچوں کو جامعہ میں داخل کرانے لاؤ - اگر کوئی بچہ ساتھ

آنا چاہتا ہو تو ابھی سے جامعہ کے دفتر کو لکھ کر داخلہ کا فارم منگالو اور اسے بھروا کر دفتر کو واپس کر دو۔

تمہارے ساتھ یہ چیزیں ہوں تو بہت اچھا ہے:۔

چھ کھدر کے کرتے، چھ پاجامے، چھ بنیان دو شیروانیاں، چار ٹوپیاں۔ دو تہمد دو نیکر دو تولیے، ۶ رومال، دری اور تکیہ، دو پلنگ کی چادریں، تین تکیہ کے غلاف۔ ایک جوڑا مضبوط جوتوں کا، ایک کھڑاؤں یا چپل، ایک لوٹا، ایک لالٹین۔ ایک بکس اور قفل ضرور ساتھ ہو۔

جاڑوں کے لئے ایک توشک، ایک لحاف، ایک دولائی، اور ایک مرزائی اور ہونی چاہیئے۔

ان میں سے اکثر چیزیں تو تمہارے پاس ہوں گی۔ جو کم ہوں وہ پوری کرلو۔ اور جو نئے لڑکے تمہارے ساتھ آتے ہوں انھیں بھی یہ فہرست بتادو۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہوگے اور تمہارے سب عزیز اور دوست خیریت سے ہوں گے۔ فقط

تمہارا

ذاکر حسین

(سلسلہ صفحہ ۷)

دو تین سال ہوئے ہماری جامعہ میں ایک صاحب پڑھتے تھے۔ "پیام تعلیم" کے کسی کام سے وہ سائیکل پر جارہے تھے کہ راستہ میں گر پڑے اور سخت چوٹ آئی فوراً ان کو لوگ ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ جسم کے کسی حصہ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ہڈی کہاں ٹوٹی ہے۔ اس موقع پر فوراً بجلی ڈاکٹر کی مدد کو پہنچی اور ڈاکٹر نے فوراً معلوم کرلیا کہ بازو کے فلاں حصہ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ چند دنوں کے بعد وہ صاحب بالکل اچھے ہوگئے۔ اگر بجلی ایسے نازک موقعہ پر نہ پہنچتی تو نہ معلوم ان غریب کو کن کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔

جہازوں کا رواج تو بہت پرانے زمانہ سے ہے۔ لیکن پرانے زمانے میں اکثر جہاز غرق ہو جاتے تھے اور ان کا نام نشان بھی نہیں ملتا تھا۔ ہماری خادمہ کو اس دشواری کا احساس ہوا۔ اس نے ایسا انتظام کیا کہ اگر کوئی جہاز ڈوب رہا ہو تو وہ فوراً دوسرے جہازوں تک یہ خبر پہنچا دے اور ٹھیک وہ جگہ بھی بتادے جہاں وہ جہاز ڈوب رہا ہو۔ بس دوسرے جہاز فوراً اس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔

اگلے پرچہ میں ہم تمھیں یہ بتائیں گے کہ ایسی وفادار ہمیں کہاں سے ملی اور کیسے ملی؟۔

رفتار تعلیم

حکومت ہند کی طرف سے دہلی، اجمیر میرواڑہ، اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کے لئے ایک تعلیمی کمیٹی مقرر ہوئی ہے جس کی غرض ابتدائی تعلیم کے لئے لڑکے اور لڑکیوں کو آسانیاں بہم پہنچانی، دائرہ تعلیم کو پھیلانے اور اچھوت ذاتوں کے لئے خاص سہولتیں مہیا کرنی ہے۔ مسٹر آرنشل ہیلیز، کمشنر تعلیمات حکومت ہند اس کمیٹی کے صدر ہیں اور حسب ذیل اشخاص اس کے رکن مقرر ہوئے ہیں:-

(۱) سر عبدالقیوم (۲) مسٹر ہربلاس سردا (۳) ریورنیڈ سے چٹرجی اور (۴) مس ایل۔ ایم اسٹریٹفیورڈ

مسٹر جے۔ آر گزین اس کمیٹی کے سکرٹری ہوں گے۔

جارج سمپسن نامی، اوہیو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک بیس سالہ نوجوان طالبعلم نے ۱۰۰ گز کی دوڑ ۹ ۲/۵ سکنڈ میں پوری کی ہے جو آجتک کوئی نہیں کر سکا ہے۔ اس سے پیشتر اڈی ٹولن نامی ایک حبشی ۱۰۰ گز کی دوڑ ۹ ۱/۲ سکنڈ میں دوڑا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سی۔ ڈبلو پیڈک نامی ایک شخص دنیا کا سب سے تیز دوڑنے والا انسان ہے جو سنہ ۱۹۲۱ء میں ۱۰۰ گز کی دوڑ ۹ ۳/۵ سکنڈ میں دوڑا تھا، اگرچہ اس سے پیشتر بھی دو اور امریکی اسی قدر فاصلہ اتنی ہی مدت میں طے کر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی دو اور امریکی اشخاص سنہ ۱۹۲۲ء اور سنہ ۱۹۲۷ء میں یہ سہرا اپنے سر لے چکے ہیں۔

کوائف جامعہ

جناب شیخ الجامعہ صاحب اعظم گڈھ اور یوپی کے دورے سے واپس آگئے ہیں، اس دوران میں آپ نے دارالمصنفین اعظم گڈھ میں چند روز قیام فرمایا۔

آجکل جامعہ کے وفود مختلف مقامات پر دورہ کر رہے ہیں، جناب خواجہ عبدالحی صاحب بجنور اور نگینہ کے اطراف میں کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور طلباء اور چندہ کی فراہمی کے لئے دورہ فرما رہے ہیں اسی طرح بہار میں جناب ارشاد الحق صاحب اور جناب سعید انصاری صاحب جامعہ کا وفد لیکر گئے ہیں آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو وفود کو خاصی کامیابی ہو رہی ہے۔

دہلی کا موسم اب غیر معمولی طور پر اچھا ہو رہا ہے، بارش کی قلت کی شکایت اب بالکل نہیں رہی، قریباً ایک ہفتہ سے بونداباندی کا سلسلہ جاری ہے، جامعہ کے اردگرد کا منظر سبزے کی وجہ سے دلفریب ہو گیا ہے۔

یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ اس سال سے جامعہ میں اسکاؤٹنگ شروع ہونے والی ہے، یہ تحریک ہمارے اسکولوں میں خاص طور پر مقبول ہو رہی ہے، اس کے فوائد کو دیکھتے ہوئے جامعہ میں اس کا ہونا ایک بڑی کمی تھی، خدا کا شکر ہے کہ کارکنان جامعہ نے اس کو رفع کر دیا، دہلی کے شعبہ اسکاؤٹنگ کے افسران نے جامعہ کو اس کام میں ہر طرح کی مدد دینے کا وعدہ کیا ہے، آج جب کہ جامعہ کے کھلنے پر کم و بیش ایک ہفتہ رہ گیا ہے، جامعہ کے منتظمین خاص سرگرمی سے انتظامات میں مصروف ہیں۔

محاسن اسلام

تیسری قسم

آداب و اخلاق

اسلام انسان کو زیادہ سے زیادہ اونچا اور بلند کرنا چاہتا ہے، انسان کا عروج و شرف اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ زمین پر اللہ تعالے کا نائب ہے۔ لیکن قدرت کا یہ عجیب و غریب راز ہے کہ یہ اعلیٰ رتبہ صرف انسان کی کامل جدوجہد اور حقیقی شوق و ولولے پر موقوف ہے۔ پروردگار عالم نے اپنی بے مثل فیاضی سے صرف وہ اسباب و سامان مہیا کر دیے ہیں جن کی مدد سے نفس انسانی اپنے حسب منشا عروج و ترقی کے مدارج طے کرتا ہے، اس لئے اگر ایک طرف انسان آسمان ترقی پر اونچا سے اونچا اڑ سکتا ہے تو دوسری طرف تحت الثریٰ کے میں گر بھی سکتا ہے۔

عقائد و عبادات کے بیان سے تم پر اتنا ضرور واضح ہو چکا ہو گا کہ انکا منشا زیادہ تر مالک حقیقی کے گہرے تعلق سے نفس انسانی میں وہ ملکہ استعداد پیدا کرتا ہے جو اس کو مدارج کمال کی طرف والہانہ و بیتابانہ راغب و متوجہ کرے۔ اب وہ امور بیان ہوں گے جو روح انسانی کی تربیت و ترقی کے عملی ارکان میں آداب و اخلاق انسانی زندگی کا وہ ہمہ گیر باب ہے جس کی اصلاح و درستی پر انسان کی انفرادی و اجتماعی ہر طرح کی فلاح موقوف ہے، اس لئے مذاہب عالم کی تعلیم کا بڑا حصہ تہذیب نفس کے اصولوں و ارکان پر شامل ہے۔ اسلام جو دنیا کا آخری اور کامل ترین مذہب ہے اس کا جامع پیغمبر بھی مکارم و اخلاق کے لئے اپنی زبان سے یہ الفاظ ارشاد فرماتا ہے۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق	میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

اسلام کا یہ زندہ جاوید پیغمبر نہ صرف اپنی زبان سے بلکہ اپنے ذاتی عمل سے بھی مکارم اخلاق پر تکمیل کی مہر لگا دیتا ہے۔ تہذیب نفس کے جملہ اوصاف اگر ایک برگزیدہ بشر میں مجتمع دیکھنا چاہتے ہو تو ریگستان عرب کا وہ نبی امی کامل ہے جس کی ایک ایک جنبش عمل کو حیات انسانی کا کامل نمونہ بنانے کے لئے پروردگار عالم نے ہمیشہ کے لئے جریدۂ عالم پر ثبت کر دیا ہے۔ جو انسان دنیا کی پرخطر زندگی میں امن و سلامتی کے ساتھ گامزن ہونا چاہتا ہے وہ قرآن حکیم کے نور مبین اور حضور نبی کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ سے اپنا نہ ٹوٹنے والا رشتہ جوڑے۔

اس مختصر تمہید کے بعد تہذیب نفس کے وہ اہم ارکان جو انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو زیادہ سے زیادہ سنوارنے والے ہیں بیان کئے جاتے ہیں سب سے پہلے ہم اس کے ادب کو بیان کرتے ہیں جس کی ذات زمین و آسمان کی مالک اور کل جہانوں سے اعلیٰ واشرف ہے

اللہ عزوجل کا ادب

اس ادب کی دو قسمیں ہیں:۔

اول ایک سلیم الطبع اور ذی عقل انسان کو اپنے مالک بے نیاز کے ساتھ خطاب کرتے ہیں ادب و احترام کی کونسی طرز ادا اختیار کرنی چاہیئے۔ اور اس عالم کی جملہ اشیاء کو کس اسلوب حسن سے اس ذات اقدس کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ارشاد فرماتا ہے۔

الذی خلقنی فهو یهدین ۝ والذی هو یطعمنی و یسقین ۝ و اذا مرضت فهو یشفین ۝	جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھکو ہدایت دیتا ہے اور مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب بیمار پڑتا ہوں تو وہی شفا بخشتا ہے۔

سائنس

خادمہ بجلی

اس مضمون میں ہم بجلی کو ایک خادمہ فرض کریں گے۔ اور تم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ خادمہ کسے کہتے ہیں۔ اپنے مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے ہمیں یہ فرض کرنا ہوگا کہ جس وقت میں ہماری خادمہ بجلی بھی ایک جان دار مخلوق ہے۔ وہ جو کام کرتی ہے اصلی ہیں۔ جس وقت تمھیں خادمہ کا خیال آتا ہے تمھارا ذہن فوراً کام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تمھیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ بجلی بھی کیسی وفادار اور محنتی خادمہ ہے۔

پچھلے زمانہ میں سب لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں کوئی پیام بھیجنا چاہتے تھے تو کیا کرتے تھے۔ یا تو وہ کسی تیز رفتار شخص کو اجرت دیکر بھیجتے تھے یا کسی آدمی کو گھوڑے یا سانڈنی پر یہ پیام دیکر بھیجا جاتا۔ لیکن ان دنوں ہمیں ان تمام مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات مل گئی ہے کیونکہ ہماری خادمہ نے اس کام کو تمام تر اپنے سر لے لیا ہے۔ پچھلے زمانہ میں تو کئی کئی ہفتے اور مہینے پیام پہنچانے میں صرف ہو جاتے تھے لیکن بسا اوقات اب اس میں ایک منٹ بھی مشکل سے صرف ہوتا ہے۔ کتنا ہی بڑا پیام ہو تم ادھر "عبدالکریم خاں" کا لفظ منہ سے نکالو اور ادھر تمھارا پیام اتنی دیر میں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

تم اپنے شام کے اخباروں میں وہ واقعات اور حالات پڑھتے ہو جو اسی دن دور دور کے شہروں میں واقع ہوتے ہیں یہ بجلی ہی ہے جو یہ واقعات اور حالات تم تک پہنچاتی ہے۔ اگر بجلی سوائے اس کے کہ ہمارے پیامات کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائے اور کچھ بھی نہ کرے پھر تو بھی ہم اسے اچھی خادمہ کہیں گے۔ لیکن بجلی اس سے بھی مشکل اور اہم کام انجام دیتی ہے۔

جب کسی شہر کے ایک حصے میں آگ لگ جاتی ہے تو کوئی شخص خطرہ کی گھنٹی بجا دیتا ہے اور بجلی فوراً اس واقعہ کی اطلاع آگ کے "اسٹیشن" تک پہنچا دیتی ہے اور وہاں سے فوراً آگ بجھانے والا انجن آکر آگ بجھا دیتا ہے۔

یہ تو تمھیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ گھنٹی کیسے بجتی ہے اور یہ آواز آگ کے "اسٹیشن" تک کیسے پہنچاتی ہے لیکن اگر ہم چاہیں تو بجلی خود ہی گھنٹی بجا کر لوگوں کو خطرہ کی اطلاع دے سکے۔ تمھیں ماننا پڑے گا کہ بجلی ایک عجیب خادمہ ہے۔

پہلے پہل جب ریلیں بنائی گئیں تو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک یہ اطلاع دینے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ گاڑی فلاں اسٹیشن سے روانہ ہو چکی ہے لہذا لائن بالکل صاف رکھی جائے۔ لیکن کوئی بھی ایسا تیز رو پیام رسان نہیں ملتا تھا جو اس کام کو انجام دیتا۔ اس مشکل وقت میں بجلی نے اس مشکل کو آسان کیا اور یہ پیام پہنچانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ ہم بجلی کی مدد کے بغیر ان گاڑیوں کو ہرگز نہیں چلا سکتے تھے۔

تمھارا دوست ٹیلیفون پر تم سے گفتگو کرتا ہے۔ تمھیں تو یہ معلوم ہے کہ یہ سب کام بجلی کا ہے لیکن بجلی ایسا عجیب کام کیسے انجام دیتی ہے۔ یہ تم نہیں جانتے۔ فی الحال اس قدر بتا دینا ضروری ہے کہ بجلی ہمارے دوست کی آواز کو جمع کر دور ایک پلیٹ کے ذریعہ سے دھراتی ہے اور یہ آواز تم تک پہنچتی ہے۔ لیکن تم کہتے ہو کہ آواز تو ہو بہو ہمارے دوست کی آواز ہوتی ہے کیونکہ بغیر بتائے ہوئے بھی تم اپنے دوست کی آواز پہچان سکتے ہو۔ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن تم کو یقین دلایا جاتا ہے کہ تمھارے دوست کی آواز صرف اس کے کمرے ہی تک محدود رہتی ہے، اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ ہماری خادمہ بجلی کیسی وفادار خادمہ ہے۔ وفادار بلکہ تم دیکھو گے کہ کیسی طاقتور بھی ہے۔

بڑے بڑے شہروں میں ٹرام وے اور بڑی بڑی مشینیں بجلی ہی سے چلتی ہیں۔ بجلی ہی ہمارے گھروں اور سڑکوں کو روشن کرتی ہے۔ ایک منٹ کے اندر شہر کے تمام قمقمے روشن ہو جاتے ہیں۔

آجکل بجلی نے ایک اور نیا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ ڈاکٹروں کی نازک موقع پر مدد کرتی ہے، تم نے "ایکس ریز" کا نام سنا ہوگا جس کے ذریعہ سے ڈاکٹر جسم کے ہر ایک اندرونی حصہ کو دیکھ بھال سکتے ہیں۔ (دیکھئے صفحہ ۱۴)

تاریخ

سلطان غیاث الدین بلبن

غرض لکھنوتی کی اس فتح و کامیابی پر شہر میں ہر طرف خوشیاں منائی جا رہی تھیں کہ یکایک دوسری ہی سال پنجاب سے مغلوں کے حملے کی خبر آئی۔ بادشاہ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے خان ملتان کو لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ پایۂ تخت سے بھی عنقریب کمک آ رہی ہے۔ لیکن جب کہ دونوں فوجوں میں تصادم ہوا تو پٹھانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور انھیں مغلوں کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ امیر لشکر خان ملتان شہید ہوا، فارسی کے مشہور شاعر امیر خسرو مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ اس شکست اور جوان بیٹے کی شہادت کا بوڑھے باپ پر بہت گہرا اثر پڑا۔ اس صدمے سے وہ روز بروز کمزور ہوتا گیا، یہاں تک کہ یہی صدمہ بالآخر اس کی موت کا باعث ہوا۔

سلطان بلبن کے انتقال کا زمانہ جب قریب آ پہونچا تو اس نے اپنے چھوٹے بیٹے بغرا خاں کو لکھنوتی سے بلوا بھیجا۔ جب وہ دربار میں آیا باپ نے اسے بہت کچھ پند و نصیحت کے بعد تخت دہلی پر متمکن ہونے کی تاکید کی لیکن بغرا خاں لکھنوتی کے پر امن گوشہ کو چھوڑ کر دہلی کے اس ہنگامہ زار میں پڑنا نہیں چاہتا تھا باپ نے بیٹے کا یہ میلان دیکھ کر خان شہید کے بیٹے کیخسرو کو تجویز کیا جو تمام اولاد میں سب سے زیادہ لایق اور اس کام کا اہل نظر آتا تھا۔ لیکن بعض امرا کو یہ انتخاب کچھ پسند نہ تھا اور انھوں نے بلبن کے انتقال کے بعد اسے ملتان بھیج دیا اور بغرا خان کے ایک کمسن بیٹے کیقباد کو تخت پر بٹھایا جو نہایت عیش پرست اور سلطنت کے لئے بالکل نا اہل تھا اس کے عہد میں خاندان غلامان کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔

سلطان بلبن کی کامیابی کے اسباب اس کی وہ ذاتی خوبیاں تھیں جو اس عہد میں بہت کم لوگوں کے اندر پائی جاتی تھیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ شخصی حکمراں کی کامیابی کا سب سے بڑا گُر یہ ہے کہ عوام اور ایک حد تک خواص سے بھی بہت زیادہ بے تکلفی نہ ہونی چاہیئے اور سلطنت کے رعب و وقار کو ہر طرح سے قایم اور مستحکم رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ عام لوگوں کے سامنے بہت کم آتا اور جب تک ان کے سامنے رہتا، کبھی مسکراتا تک نہ تھا۔ دوسرے سلاطین اپنے امرا اور اہل دربار کو اکثر مے نوشی اور رقص و سرود کی محفلوں میں شریک کرتے لیکن وہ انھیں شرف باریابی بھی بمشکل بخشتا۔ اپنے دربار کے رعب و وقار کو ایسا قایم رکھتا کہ دو، دو تین، تین سو کوس سے لوگ دیکھنے کے لئے آتے۔ وہ کبھی کسی ادنیٰ اور معمولی شخص سے براہ راست ہمکلام نہ ہوتا اور نہ ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی ذمہ داری کا کام سپرد کرتا۔

لیکن اس کنارہ کشی اور علیٰحدگی کے معنی یہ نہ تھے کہ وہ اپنی رعایا کے دکھ درد کا خیال نہ رکھتا تھا۔ وہ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ فریاد کو سنتا اور اس فریاد کی پورے طور سے داد رسی کرتا۔ تاریخوں میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ بدایوں کے کسی بڑے امیر نے ایک شخص کو قتل کروا ڈالا۔ اس کی بیوی دربار میں آئی اور آکر بادشاہ سے فریاد کی۔ بادشاہ نے اس کی فریاد کو نہایت غور سے سنا اور فوراً گھوڑے پر زین کسکر بدایوں روانہ ہوا اور وہاں پہونچکر واقعہ کا پتہ لگایا۔ جب تمام واقعہ صحیح طور پر معلوم ہو گیا تو اس نے قاتل کو بلا لحاظ مرتبہ مناسب سزا دی۔ اس طرح وہ ہمیشہ کمزوروں اور حاجتمندوں کی امداد کے لئے آمادہ رہتا تھا۔

وہ نہایت نیک اور متقی تھا۔ تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد یہ اتقا اور پرہیزگاری اور بھی بڑھ گئی تھی۔ بادشاہ ہونے سے پیشتر اس کا معمول تھا کہ وہ تین دن تک ایک محفل عیش و طرب منعقد کرتا جس میں شراب کے دور چلتے اور نغمہ و سرود کے راگ الاپے جاتے لیکن جب سے بادشاہت کی ذمہ داریاں سر پہ آئیں، اس نے تمام منشیات سے یک لخت توبہ کر لی اور عیش و عشرت کے تمام سامان کو ترک کر دیا۔ اس کے بعد سے وہ روزہ و نماز کا نہایت سختی کے ساتھ پابند ہو گیا اور اکثر وعظ و تذکیر کی مجلسوں میں شریک ہوتا رہا۔

جغرافیہ

آبادی

ہندوستان اور چین دنیا کے آباد ترین ملک ہیں تو اس کی یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے وسیع میدان موجود ہیں جن کی سرسبزی اور شادابی کی انتہا نہیں ان کے مقابلے پر صحرائے اعظم اور وسطی ایشیا میں بہت کم آبادی ہے اس لئے کہ ان ممالک کا زائد حصہ صحراؤں اور پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو جو اسباب آبادی کی تقسیم اور اس کی کمی بیشی میں حصہ لیتے ہیں انھیں پر ایک حد تک شہروں اور گاؤں کی تقسیم اور ان کی آبادی کا انحصار ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی آباد ہوگا وہاں شہر ہوں گے یا گاؤں۔ وہ خانہ بدوش قومیں جو خیموں یا چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں گھوما کرتی ہیں اور بہت تھوڑے دنوں کسی ایک جگہ قیام کرتی ہیں ان کی حیثیت بھی دراصل عارضی گاؤں کی سی ہوتی ہے۔ پس اگر ہم شہروں اور گاؤں کی تقسیم یا ان کی آبادی کے گھٹنے بڑھنے میں اس امر کا اندازہ کر دیا کریں کہ ان کا موقع، محل کیا ہے، وہاں آمد و رفت کی کیا صورت ہے، تجارت، کاروبار اور زراعت کا کیا عالم ہے۔ آب و ہوا کیسی ہے۔ انتظامی امور اور جنگی کارروائیوں کے لئے موزوں ہیں یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اس سے ہم یہ سمجھ سکینگے کہ کسی علاقے میں گاؤں ہی گاؤں کیوں ہیں۔ شہر کیوں نہیں۔ یا صرف شہر ہیں گاؤں کیوں نہیں یا ایک شہر بڑا ہے تو دوسرا چھوٹا کیوں ہے۔

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ ان قدرتی اسباب کے علاوہ ایک اور سبب بھی ہے جو آبادی کی تقسیم اور اس کے اضافہ و تخفیف پر کچھ کم اثر نہیں ڈالتا اور وہ انسان کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ امریکہ کے اکثر حصے محض اس لئے ویران پڑے تھے کہ انسان کو ان کا علم نہیں تھا۔ اسی طرح بعض علاقے ذرائع آمد و رفت اور نظام آب رسانی کی مدد سے آباد کئے جا سکتے ہیں۔ پنجاب میں بار کا علاقہ اسی طرح آباد ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے جنوبی امریکہ میں دریائے لاپلاٹا (ارجنٹائن) کے میں دن بدن آبادی بڑھ رہی ہے۔

پھر جوں جوں انسان کی ضروریات بڑھ رہی ہیں اور اس کے علم و حکمت میں اضافہ ہو رہا ہے اس نے ان علاقوں کی طرف بھی قدم بڑھانا شروع کر دیا ہے جہاں پہلے سوائے چند وحشی اقوام کی خال خال آبادی کے اور کسی کو جانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ گزشتہ ڈیڑھ صدی کی ایجادات و اختراعات اور ذرائع آمد و رفت کو غیر معمولی ترقی کی بدولت اب یورپ کی حکمران قومیں اس قابل ہو گئی ہیں کہ وہ دنیا کے بعض ایسے حصوں سے بھی فائدہ اٹھا سکیں جو اب تک بیکار نظر آتے تھے۔ اس کی مثال ہمیں سائبیریا، کناڈا اور کانگو کے غیر آباد حصوں سے ملیگی جہاں اب جنگلوں کے کنارے کنارے بڑے بڑے شہر آباد ہو گئے ہیں اور وہاں نہ صرف اس حصے کی مخصوص صنعتیں بلکہ زراعت بھی ترقی پر ہے۔ کانگو اور ایمزن کی وادی اور اور کناڈا دنیا میں ربڑ اور لکڑی کے سب سے بڑے ذخیرے ہیں۔ پھر ان چیزوں کے علاوہ وہاں ہاتھی دانت اور متعدد معدنیات بھی ملتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا کے ان حصص سے انسان بغیر علمی ترقی کے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اور فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہاں مستقل طور سے انسان کی نوآبادیاں قائم ہو جائیں سائبیریا اور کناڈا میں جو بڑے بڑے شہر آباد ہیں ان سے کوئی ناواقف نہیں۔ اسی طرح کانگو اور ایمزن کی وادی میں بھی نئی نئی بستیاں آباد ہو رہی ہیں۔ پھر یہ ذرائع آمد و رفت کی ترقی ہی کا نتیجہ تھا کہ جنوبی افریقہ کے آباد کار شمال کی طرف بڑھتے بڑھتے دریائے زمبیسی کے کنارے تک پہنچ جاتے اور اس معدنی دولت سے فائدہ اٹھاتے جو یہاں موجود ہے۔ اسی طرح بعض حصے ایسے ہیں جن سے آدمی اگرچہ براہ راست نہیں لیکن ایک اور لحاظ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہ ان طبعی قوتوں کا استعمال ہے جو بڑے بڑے دریاؤں، پہاڑوں اور آبشاروں میں پوشیدہ ہیں۔ اس کی مثالیں خود ہندوستان ہی میں مل جائیں گی۔

کہانیاں

خرگوش کا ہونٹ

ایک خرگوش بہت شریر تھا۔ ایک دن سڑک پر کود رہا تھا۔ کہ شیر سے مڈبھیڑ ہوگئی شیر نے خرگوش سے کہا کہ میں تو تجھے ضرور کھاؤں گا۔ خرگوش نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ماموں جان" بھلا مجھ غریب کو کھا کر کیا پیٹ بھروگے۔ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو تو آپ کو ایک ایسی جگہ لے چلوں جہاں سے آپ کو ایک موٹا تازہ جانور ہاتھ آئے گا شیر نے کہا "اچھا" چنانچہ دونوں چل پڑے۔ چلتے چلتے رات ہوگئی۔ اندھیرا جو ہوا تو خرگوش نے ہونٹ چاٹنے شروع کئے اور ایسی آوازیں نکالیں کہ کوئی چیز کھا رہا ہے۔ شیر بولا "بھانجے یہ اکیلے اکیلے کیا کھا رہے ہو؟" خرگوش نے کہا "بھوک لگی ہے آنکھ نکال کر کھا رہا ہوں آہا ہا! بہت مزے دار ہے" یہ سن کر شیر نے بھی اپنی آنکھ نکال کر کھا ڈالی۔ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ خرگوش نے پھر ہونٹ چاٹنے شروع کئے۔ شیر نے کہا۔ کیوں بھانجے اب پھر کیا کھا رہے ہو۔ خرگوش بولا "ماموں جان" اب اپنی دوسری آنکھ کھا رہا ہوں یہ تو پہلی سے بھی بہت مزے دار ہے۔ یہ سنکر شیر بے وقوف نے دوسری آنکھ بھی نکال کر کھالی۔ اور بالکل اندھا ہوگیا۔ خرگوش شیر کو لئے ایک غار کے منہ پر گیا۔ وہاں جاکر خرگوش نے کہا کہ تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ۔ چاہئیے پھر چلیں گے شیر بیٹھ گیا ہوا چل رہی تھی اس لئے خرگوش نے شیر سے کہا کہ سردی ہے آگ جلانی چاہیے خرگوش نے آگ جلائی جب آگ خوب روشن ہوگئی تو خرگوش نے آگ شیر کے نزدیک کردی۔ شیر جو پیچھے ہوا تو ایک ایسی قلابازی کھائی کہ نیچے گرنے لگا۔ راستے میں ایک درخت تھا۔ جس کی ایک شاخ شیر کے منہ میں آگئی جسے اوس نے خوب زور سے پکڑ لیا۔ اور وہیں لٹک رہا۔ خرگوش نے اوپر سے جو دیکھا کہ شیر تو بچ گیا۔ تو بولا۔ "ماموں جان" "ماموں جان" جیتے تو ہو مرے تو نہیں گئے ذرا منہ سے ہائے تو کردو کہ میں آپ کی جان بچاؤں شیر نے جو خرگوش کو خوش کرنے کے لئے منہ کھولا تو دھم سے نیچے گرا اور وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔ دوسرے روز صبح کو میاں خرگوش سڑک پر اچھل رہے تھے۔ کہ ایک آدمی پر نظر پڑی جو گھوڑوں کو ہانکتا ہوا آرہا تھا۔ شرارت جو سوجھی تو آدمی سے جاکر کہا۔ ابا جان سلام علیکم۔ کہو تو ایک ایسی جگہ بتاؤں جہاں سے شیر کی عمدہ کھال ہاتھ آئے آدمی نے کہا بیٹا کہاں ہے۔ خرگوش نے اسکو غار کی راہ بتادی۔ جب آدمی غار تک پہونچکر غار میں اتر گیا تو خرگوش نے دیکھا۔ کہ پہاڑی کوّے درخت پر بیٹھے ہیں اس نے ان سے کہا کہ دیکھو کیسے موٹے موٹے گھوڑے کھڑے آؤ اور ذرا ان کو دق کرو۔ کوّے یہ سنکر گھوڑوں کی پیٹھوں پر آبیٹھے اور ان کے زخموں پر چونچیں مارنے لگے گھوڑے مارے درد کے میدان میں دوڑنے لگے۔ پھر خرگوش نے جو ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک گڈریا اپنی بھیڑیں چرا رہا ہے اس کے پاس پہنچا اور بھیا جان اس درخت پر پہاڑی کوّوں کا گھونسلا ہے جس میں بہت انڈے ہیں۔ جائیے اس وقت بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ گڈریئے نے کہا کہ تم میری بھیڑوں کے پاس رہو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر گڈریا بھی چلا گیا۔ پھر خرگوش نے جو ادھر ادھر دیکھا۔ کہ ایک بڑا بھیڑیا ایک ٹیلے پر بیٹھا ہے۔ فوراً اس کے پاس پہنچا اور کہا چچا جان وہ میدان میں دیکھو کیسی موٹی تازی بھیڑیں ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کا مالک بھی پاس نہیں۔ میری اگر سنیں تو اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور دو چار کا ناشتہ کریں یہ سنتے ہی بھیڑیا بھیڑوں کے گلے میں کود پڑا اور خوب جی بھرکر دو چار پر ہاتھ صاف کیا۔ اور میاں خرگوش ایک بہت اونچی پہاڑی پر جا بیٹھے۔ جہاں سے اسے یہ سب تماشا بخوبی نظر آتا تھا۔ اب میاں خرگوش سے نہ رہا گیا، وہ ہنسا اور اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے اس بچارے کا اوپر کا ہونٹ چر گیا۔



مقبرہ رابعہ دورانی

مغل بادشاہوں کی حکومت کو ہندوستان سے گزرے ایک زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کی شان وشوکت وکارنامے ابھی تک ہمارے دلوں پر نقش کالحجر ہیں۔ اس خاندان کی سب سے بڑی خصوصیت عمارات ہیں۔ اور انھوں نے جس مذاق کی عمارتیں بنائی ہیں اس کی مثال آج بھی دنیا پیش نہیں کرسکتی۔ چنانچہ تاج محل ان عجائبات میں سے ایک ہے۔ اور یہ شرف صرف مغل بادشاہوں کو حاصل تھا ورنہ اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی ایسی عمارت آج تک کہیں نظر نہیں آتی۔

میں آپ کے سامنے ایک ایسی عمارت کا نقشہ پیش کرتا ہوں جو گو زیادہ مشہور ومعروف تو نہیں لیکن مغلیہ دور کی ایک پرانی یادگار دکن میں باقی ہے۔ یہ مقبرۂ رابعہ دورانی ہے۔ مقبرہ اپنی گزری ہوئی شان وشوکت کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہ پہاڑوں کے دامن میں بنا ہوا ہے۔ جس کے کنارے سے چھوٹی سی ندی بہتی ہے۔ اس پرانی عمارت سے مغلیہ دور کے بادشاہوں کی عظمت اور تمدن کا پتہ لگتا ہے۔ یہاں اورنگ زیب عالمگیر کی بیوی کا مزار ہے۔ اور اسی ملکہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ملکہ اس سرزمین پر گہری نیند سو رہی ہے جہاں صبح کی خوشگوار نسیم اس کی نیند کے دنوں میں ہمیشہ اضافہ کرتی رہتی ہے۔ اور چڑیاں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھتی ہیں۔

اگر مقبرہ کا نقشہ پیش کیا جائے اور اس کو ایک نظر میں دیکھا جائے تو اس کی عظمت کا دبدبہ اور اثر دلوں پر ہوتا ہے۔

جب ہم مقبرہ میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے پہلے ہم کو ایک عالی شان دروازہ ملتا ہے۔ جس کے اندر کی طرف کمانیں ہیں اور اوپر نقارخانہ ان کمانوں کی دیواروں پر سرخ اور سبز رنگ کے پھول اور بیلیں بنی ہوئی ہیں۔ جو اب تک زمانے کے دست برد سے محفوظ رہکر وہی اپنی خوبصورتی اور دلفریبی بتا رہی ہیں۔ اس کے بعد سامنے ہم کو ایک مستطیل نما حوض ملتا ہے جس کے چاروں طرف پھولوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ حوض ہمیشہ پانی سے لبریز رہتا ہے۔ جس کے اندر رنگارنگ کی مچھلیاں آنکھ مچولیاں کرتی ہیں۔ اس کے بعد ایک روش ملتی ہے جس کے دونوں جانب پھولوں اور سرو کے درخت ایک قطار میں لگے ہیں۔ یہ نہایت ہی خوشنما منظر ہے۔ یہاں گھنٹوں لوگ چہل قدمی کرتے ہیں لیکن طبیعت نہیں اکتاتی۔ اسی طرح چاروں رخ ایسی روشیں بنی ہوئی ہیں۔

اب ہم عمارت کے اس حصے میں داخل ہوتے ہیں جہاں ملکہ رابعہ دورانی کا مزار ہے۔ یہ ایک مربع چبوترہ پر ہے۔ قبر پر ایک بڑا گنبد ہے۔ اس کے چاروں جانب چار بڑی بڑی کمانیں ہیں جن کی دیواروں پر عمدہ عمدہ اور خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے زیر حصے میں قبر ہے جہاں سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اتر کر جانا ہوتا ہے۔ یہاں سنگ مرمر کا فرش ہے۔ ہر کمان کے اوپر چھوٹے چھوٹے گنبد بنے ہوئے ہیں جو بڑے گنبد کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ اس چبوترے پر تینوں طرف سنگ مرمر کے حوض بنے ہوئے ہیں۔ اور مغرب جانب ایک مسجد اس کے بعد اس کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں۔ ان برجوں پر سے شہر اورنگ آباد صاف نظر آتا ہے۔ اس کی دوسری جانب پہاڑوں اور وادیوں کے مناظر بہت دلچسپ نظر آتے ہیں۔ جس سے دل ودماغ میں تر وتازگی اور مردہ روح میں بھی جان پڑ جاتی ہے۔

یہاں تک قبر اور گنبدوں کا حال بیان کیا گیا۔ اس چبوترے سے مشرق مغرب اور شمال جنوب روشیں جاتی ہیں جو خانقاہوں، مسجد اور دروازہ پر ختم ہوتی ہیں۔ پھر ان روشوں کے وسط سے ایک ایک روش اور نکلتی ہے اور ایک ایک ہشت پہلو حوض پر ختم ہوتی ہے۔ ان حوضوں کے اطراف گملے رکھے ہوئے ہیں۔ ان روشوں کے درمیان جو جگہ بچ رہتی ہے ان میں مختلف قسموں کے پھولوں اور پھلوں کے تختے ہیں۔ جو ہر موسم میں اپنا اپنا بہار پیش کرتے ہیں۔ جو ان سے

جہانگیر کا انصاف

یوں تو مغل بادشاہوں میں عام طور پر اکبر کو بڑا سمجھا جاتا ہے لیکن جو شہرت جہانگیر کو اس کے انصاف کی بدولت حاصل ہوئی شاید ہی کسی دوسرے بادشاہ کو نصیب ہوئی ہو۔ نور جہاں اور جہانگیر کی محبت کے متعلق سینکڑوں قصے مشہور ہیں اور ان کو بچہ بچہ جانتا ہے۔ دراصل دو روح اور ایک قالب تھے۔ لیکن انصاف کے وقت وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ ذیل کے قصے سے جہانگیر کے انصاف کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

ایک مرتبہ نور جہاں اپنے خاص باغ میں ٹہل رہی تھی۔ کنیزیں ہمراہ تھیں۔ یکایک ایک اجنبی مسافر وہاں سے گذرا۔ وہ اس سے بےخبر تھا کہ باغ میں نور جہاں ٹہل رہی ہے۔ اچانک دونوں کی نگاہیں چار ہوگئیں۔ بیگم کو بہت غصہ آیا اور فوراً تمنچہ نکال کر مار دیا۔ اجنبی مسافر کے گولی لگی اور وہ آناً فاناً میں مرگیا۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد اس کے بھائی کو معلوم ہوا۔ اس نے فوراً جہانگیر کی عدالت میں مقدمہ پیش کردیا۔ جہانگیر نے مقدمہ بغور دیکھا اور اس کے بعد عالموں سے پوچھا کہ شریعت کا کیا حکم ہے۔ عالموں نے صاف جواب دے دیا کہ قاتل کو قتل کرنا چاہیئے۔ جہانگیر کو جوش آگیا اور اس نے فوراً حکم دے دیا کہ بیگم کو پکڑ لاؤ اور زنجیروں میں باندھو۔ شہنشاہ کے انصاف کا یہ حال دیکھ کر بیگم کے ہوش اڑ گئے۔ لیکن اس نے مصیبت کے وقت عقل سے کام لیا۔ اور عدالت میں کہلا بھیجا کہ شریعت نے خون بہا دینے کو بھی تو کہا ہے۔ بادشاہ نے پھر عالموں سے پوچھا۔ جواب ملا کہ واقعی اگر خون بہا لینے کو مقتول کا بھائی راضی ہو تو شریعت کی رو سے بیگم کی رہائی ہوسکتی ہے۔ فوراً مقتول کے بھائی کو اس کی مرضی کے مطابق شاہی خزانے سے روپیہ دیا گیا۔ جس کو اس نے نہایت خوشی سے لے لیا اور بادشاہ کے انصاف کی بہت تعریف کی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

پانی گھنگرن پختہ کیاریوں سے ہوتا ہوا ان پھولوں اور پھلوں کے تختوں میں پہنچتا ہے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی نہریں چل رہی ہیں یہ حصہ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ مزار کے مغرب جانب ایک خوبصورت مسجد ہے۔ اس کے چھت اور دیواروں پر بھی خوشنما پھول پتیاں بنی ہوئی ہیں اور حاشیوں پر قرآن شریف کی آیات کھدی ہوئی ہیں۔ مشرق اور شمال جانب ایک ایک خانقاہ ہے۔

مقبرہ کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ یوں تو سرزمین دکن مناظر قدرت کے لحاظ سے مشہور ہے لیکن خاص طور پر اورنگ آباد کے اطراف کے حصے مثلاً دولت آباد و خلد آباد قابل ذکر ہیں۔

علی الصباح سر شام اور چاندنی میں مقبرہ کے مناظر ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور ہر وقت نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔

صبح کا وقت کتنا سہانا اور بھلا ہوتا ہے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانوں سے نکلکر درختوں پر بیٹھتے ہیں اور سُریلی آوازوں سے فضا میں ایک ایسا راگ چھیڑتے ہیں کہ سننے والا بیخود ہو جاتا ہے۔ یہ ہوائیں لمبی لمبی تانیں لگاکر مقبرہ کے گنبد کے گرد گھومتے ہیں۔ کتنا پرلطف اور دل کش سماں ہوتا ہے۔

شام جب آفتاب مغرب میں ڈوبنے لگتا ہے تو اس کی سنہری کرنیں سنگ مرمر کے شفاف فرش پر پڑتی ہیں اور یہاں سے شعاعیں منعکس ہوکر مقبرہ کے تاریک حصوں کو روشن کرتی ہے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سونے کا فرش ہے۔

چاندنی میں اگر آپ مقبرہ کی سیر کریں تو یہ ایک خاموش منظر پیش کرتا ہے جو خوشیوں اور غموں کی ملی ہوئی ایک تصویر ہوتا ہے۔ افسوس کہ اب وہ لوگ نہ رہے اور وہ زمانہ نہ رہا۔ آج اس مقبرہ کی یہ حالت ہے کہ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے اور یاس و حسرت آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہے اور چار مینار گویا اس ملکہ کے محل کی دربانی کر رہے ہیں۔

نقل کرانے کا نتیجہ

(۱)

ناظم نویں درجہ کا طالب علم تھا۔ پڑھنے لکھنے میں اس قدر نکمّا کہ اسکول والے تک عاجز آگئے تھے۔ اسکولوں میں مشکل سے کوئی لڑکا ایسا ہوتا ہے جو کہ سب مضامین میں کمزور ہو۔ ہمارے ناظم صاحب کے سب مضامین ایک سے ہی تھے۔ سہ ماہی اور ششماہی دو امتحان ہو چکے تھے لیکن آپ کسی مضمون میں پاس نہ تھے۔ والدین نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس سال سے پڑھنا لکھنا چھڑا دیں گے لڑکا بیکار روپیہ ضائع کرتا ہے۔

(۲)

مہینے گزر گئے لیکن ناظم کے کان پر جوں نہ رینگی۔ آخر ہوتے ہوتے امتحان کا مہینہ بھی آگیا۔ تاریخ مقرر ہوگئی۔ پروگرام بھی آگیا۔ آخر نویں درجہ کا امتحان تھا۔ مذاق نہ تھا۔ لیکن ناظم اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوا۔ والدین نے بہت ڈانٹا پھٹکارا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ لڑکے نے کتاب تک اٹھا کر نہ دیکھی۔ بیکار وقت ضائع کرتا رہا۔

(۳)

جب امتحان کا ایک دن رہ گیا تو ناظم کو کیا حرکت سوجھی کہ نقل کیا جائے تو اچھا ہے۔ اگر پاس ہوگئے تو پھر کیا کہنا ہے اور فیل ہوگئے تو زیادہ ملال بھی نہ ہوگا کیونکہ سارا سال بیکار گزارا ہے۔

(۴)

بڑوں کو بُری صحبت ملتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ناظم نے اظہر سے دوستی پیدا کی۔ اظہر بھی نویں درجہ میں پڑھتا تھا۔ لکھنے پڑھنے میں اچھا تھا ہمیشہ دوسرے تیسرے نمبر کامیاب ہوتا۔ خیر ناظم نے اظہر کو اس بات پر راضی کر دیا کہ وہ امتحان میں نقل کرائے۔ اور نہایت صفائی سے کرائے تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ اگر ناظم کامیاب ہوگیا تو پھر چھٹیاں خوب گزریں گی۔

(۵)

ان لوگوں نے دفتری کو بھی ملا لیا۔ اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اگر وہ ناظم کا ڈیسک اظہر کے پاس رکھے گا تو اس کو پانچ روپئے دیئے جائیں گے۔ دفتری غریب آدمی تو تھا ہی پانچ روپیے کا نوٹ دیکھ کر جی للچا گیا۔ وہ اس بات پر راضی ہوگیا۔

(۶)

آج امتحان کا پہلا پرچہ ہونے والا ہے۔ صرف چند منٹ کی دیر ہے۔ ناظم اور اظہر خوش خوش ٹہل رہے ہیں۔ اتنے میں گھنٹی بج جاتی ہے اور سب لڑکے ہال میں چلے جاتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب پرچے بانٹتے ہیں اور لڑکے پرچے حل کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(۷)

امتحان ختم ہوگیا ہے۔ ناظم اور اظہر دونوں کے پرچے بہت اچھے ہوئے ہیں۔ کامیاب ہونے کی قوی امید ہے۔ نتیجہ سنانے میں صرف ایکدن کی دیر ہے ناظم اور اظہر نے ملکر صلاح کی ہے کہ نتیجہ سننے کے بعد الہ آباد تفریح کے لئے چلیں گے۔ غرضکہ دونوں نتیجہ سننے کے لئے بیچین ہیں۔

(۸)

آج ۱۴ مئی کا دن ہے۔ نتیجہ تیار ہو چکا ہے۔ صرف چند لڑکوں کی بابت ابھی کوئی رائے قایم نہیں ہوئی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ناظم اور اظہر دونوں کی کاپیاں منگا کر دیکھتے ہیں۔ حرف بحرف ملتی ہیں۔ آخر وہ سمجھ جاتے ہیں کہ یقینی دونوں نے نقل کی ہے۔ اس لئے دونوں کو فیل کیا جاتا ہے۔ ناظم امتحان کا نتیجہ سن کر ہنستا ہے اور اظہر روتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی عہد کرتا ہے کہ برے آدمی سے پھر کبھی دوستی نہ کرے گا۔

انعامی معمّا

دائیں سے بائیں

۱- پگڑی
۲- صلح
۳- جگہ
۴- بات چیت
۵- ہندوستان کا شہر
۶- جملہ
۸- خون
۹- ایک پرندہ
۱۰- ایران کا بادشاہ
۱۴- تین ۵
۱۶- خرگوش
۱۸- مچھلی
۲۰- دھبّہ
۲۱- پانی (ہندی)
۲۲- عورت

اوپر سے نیچے

۱- جال
۳- چمکدار کپڑا
۷- فلک
۱۱- سستی کرنا
۱۲- دیسی ترکاری
۱۳- لائق ہونیوالا
۱۵- خدا کا نام (ہندی)
۱۷- موتی
۱۸- محبت
۱۹- موسم
۲۰- علاج
۲۱- آگ سے پیدا
۲۲- روپیہ
۲۳- ا ت - و
۲۴- ہونٹ
۲۵- کوا

۲۴	۲۱	■	۱۵		۱۱	س	۱
		۱۹	۱۶	■		■	
■	■			۱۳		۷	۲
	۲۲	■	■			۸	■
■		■	۱۷			۹	■
۲۵	■			۱۴	■		۳
	■	■			۱۲		۴
	۲۳	۲۰	■				۵
■			۱۸	■			۶
■						۱۰	■

۲۱ جون کے معمّے کا حل

ر	ہ	ز	ا	ہ	ع	م	ا	ج
ی	■	ا	ٹ	ا	■	ط	ب	ر
ا	■	ر	ل	ن	■	ی	ر	ج
س		■	■	■	ل	ع	ا	ی
ت	■	خ	ز	ر	ب	■	ر	ز
■	ر	■	ا	ی	ن	ب	■	ی
س	د	ا	و	ل	■	ن	ک	د
ر	ا	ث	ی	ا	■	د	س	ا
■	ج	ر	ہ	■	د	ر	ب	ن

شرائط

۱- صحیح بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی پیش کیجائیں گی- لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگا- پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا-

۲- خریدار "پیام تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۲ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہوسکتے ہیں-

۳- روز اشاعت سے تین ہفتے کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں-

۴- تمام حل دفتر پیام تعلیم کے پتہ پر نہ ی ہ کے نام بھیجے جائیں-

نتیجہ

۲۱ جون کے معمے کے بہت سے حل وصول ہوئے لیکن صرف تین صحیح نکلے- ان میں سے سید شبیر احمد صاحب سید منزل- دہلی کا حل بہت صاف اور عمدہ لکھا ہوا تھا بقیہ حل ایسے تھے کہ بعض حرف مشکل سے پڑھے گئے- اس لئے سید شبیر احمد صاحب کو اول قرار دیکر عام کا انعام دیا گیا اور بقیہ دو کے درمیان ۲ر کا انعام تقسیم کیا گیا: —

(۱) سید شبیر احمد صاحب - دہلی-
(۲) عالیہ صاحبہ - رنگون
(۳) ساجد علی صاحب - دہلی

انعامات ایک ہفتہ کے اندر حاضر کردیئے جائینگے

حکومت نے بھی دیکھ لیا ہے



کہ جس

حریت وآزادی کا داعی، غریبوں اور مظلوموں کا حامی، صوبہ سرحد کا سب سے پہلا سہ روزہ اخبار

شہاب سہ روزہ ثاقب

کا ابھی سے گھر گھر چرچا ہے - جسکے سحر تحریر نے عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے دلوں اور ذہنوں کو پلیٹ کر رکھ دیتا ہے - جس کے پرچوں کو ملک کے گوشے گوشے میں دوست اپنے دوستو ں عزیزوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں - جس نے غلامی ذلت - تاریک خیالی رجعت پسندی - بیدینی - جمود اور غفلت شعاری کے پردوں پر بجلیوں کی بارش برسا دی ہے - جسکا پڑھنے والا صرف خدا کی غلامی کرتا ہے - اس کے بعد اگر ہفت اقلیم کا باجبروت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، ایک مساوی انسان کی حیثیت سے برادرانہ طور پر ہاتھ بڑھاتا ہے - اور نخوت وغرور اور تکبر واقتدار پسندی کے بتوں کو ٹھکرا دیتا ہے -

وہ اخبار "شہاب"

آگے چلکر کیا کیا نہ دکھائیگا "شہاب" معقولیت اور صداقت کیساتھ دجل اور باطل کے قلعوں کو توڑ کر رکھدیتا ہے - اسکی بے تعصبی معقولیت پسندی اور رواداری کا ہر طبقے میں اعتراف کیا جا چکا ہے -

ہدایت کے ستارے بنجایئے :- شہاب کے پڑھنے والے ظلمت کدۂ عالم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تبلیغ اسلام اور آزاد خیال ہونے اور اپنے انسانی فرائض سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے "شہاب" کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کردیں - کاغذ - لکھائی - چھپائی نہایت عمدہ ہے - قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی ہے - سہ ماہی دو روپے ہے - نمونہ کا پرچہ مفت ہے - لیکن نمونہ دیکھنے کا انتظار بے سود ہے -

منیجر سہ روزہ "شہاب" راولپنڈی

اجمل روزانہ

زیر ادارت جناب معین الدین حارث صاحب بی اے (جامعہ) حکیم اجمل خانصاحب کی یادگار میں یہ پرچہ بمبئی سے جاری کیا گیا ہے - اسکے اجرا کا مقصد قوم کی خدمت کرنا ہے اور پالیسی وہی ہے جو حکیم صاحب مرحوم کی تھی "اجمل" مزدوروں، کسانوں اور پسماندہ قوموں کے مفاد کی نگرانی کرتا ہے - اور ساری دنیا کی خبریں ہندوستان کے بہترین اخباروں کے ساتھ شائع کرتا ہے - ان خصوصیات کے باوجود قیمت سالانہ آٹھ روپے ششماہی چار روپے - سہ ماہی دو روپے آٹھ آنے -

منیجر اجمل پرنس بلڈنگ بمبئی نمبر ۹

اخبار مدینہ بجنور

ہفتہ میں دوبار

سنہ ۱۹۱۲ء سے قابل اہل قلم ایڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم وملک پابندی مذہب وملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار، اردو جرائد میں کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا مفسر حق وصداقت کا شتہر، عربی انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ ومطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ے ششماہی ہے سہ ماہی دو روپے فی پرچہ ا ممالک غیر سے مع ے سالانہ -

چند مفید کتب

روحِ تنقید

دنیائے اردو ادب میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں فنِ تنقید کے مبادیات و متعلقات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ادب کی تقسیم۔ اصولِ تنقید اور تنقید نگاروں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور پیش کردہ اصولوں کے تحت اردو کی مشہور مثنوی سحر البیان پر توجہ کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے دوسرے حصہ میں۔ یونان۔ روما۔ ازمنہ مستو سے وعصر بیداری کی ارتقائی تاریخ؛ فرانس، انگلستان اور یورپ میں اٹھارہویں صدی کے بعد سے اب تک جو اصولِ تنقید رائج ہوئے انکا تفصیلی بیان، مروجہ تنقید اور چند تنقیدی کارنامے درج ہیں۔ اس کتاب کے مصنف فاضل انشا پرداز مولوی سید غلام محی الدین صاحب قادری زور ایم۔ اے (عثمانیہ) ہیں۔ حجم تقریباً (۳۰۰) صفحہ لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن قیمت عہ؍

تنقیدی مقالات

یہ بھی جناب زور صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب روحِ تنقید کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں انگریزی فارسی اور اردو زبانوں کے مصنفین و شعرا مثلاً ٹامس گرے، بوعلی علمی، مصنف طبقاتِ ناصری، میر تقی، میر حسن، غالب، حالی، میر انیس ... ی کے کلام ... روحِ تنقید کے مشکر داصول کی روشنی میں تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا ہے حجم تقریباً (۵۰۰) صفحہ لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت ؁

اردو کے اسالیبِ بیان

مصنفہ جناب زور صاحب۔ یہ بھی اردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانے تک نثر نگاروں کے طرزِ تحریر و اسلوب بیان کے متعلق ایک عبوری ادبی تاریخ و تنقید ہے مصنف نے اخیر میں اردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے حجم (۲۰۴) صفحے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت عہ

طلسمِ تقدیر

مصنفہ زور صاحب۔ یہ ایک نیم تاریخی فسانہ ہے جس میں دکن کی تاریخ اور اسکے باشندوں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نیز اس میں تقدیر و تدبیر کی بحث کو بڑی خوبی سے سلجھایا گیا ہے۔ ضخامت (۶۵) صفحے لکھائی، چھپائی عمدہ قیمت ۸؍

دنیائے افسانہ

اردو کی ادبی دنیا میں یہ پہلا ہی کارنامہ ہے جسکو مولوی محمد عبد القادر صاحب سروری ایم اے ایل ایل بی (عثمانیہ) نے تصنیف کرکے اردو زبان پر احسان کیا ہے۔ اس میں ناول نگاری اور افسانہ نویسی کی تاریخ اور اس کے اصول و مبادیات کا تفصیلی بیان درج ہے ضخامت (۲۱۰) صفحے، کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ ایڈیشن۔ قیمت ؁

دکن میں اردو

قدیم اردو کو چار دوروں میں تقسیم کرکے اسکے نظم و نثر کی عبوری تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ ہر دور کے شعرا کے جستہ جستہ حالات کیساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کرکے اردو زبان کا ارتقاء دکھلایا گیا ہے یہ اردوئے قدیم کی تاریخ ہے جسکو مولوی محمد نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے تالیف کیا ہے، کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ حجم (۳۷۵) صفحے۔ پاکٹ ایڈیشن قیمت عمر

خیابانِ اردو

ہندوستان کے نو ... اردو انشا پردازوں اور نامی گرامی شعرا کی نظم و نثر کا لاجواب انتخاب ہے۔ جس کو جناب احمد عارف صاحب نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ یہ علمی گلدستہ اس قابل ہے کہ ہر تعلیم یافتہ اس سے اپنے کتب خانہ کو زینت دے۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ حجم (۴۱۰) صفحے پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد عمر

اسوۂ حسنہ

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے مسلمان کے سامنے کیسی زندگی پیش کی ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ضخامت (۸۰) صفحے کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸؍

مکتبہ جامعہ ملیّہ اسلامیہ دہلی

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر پبلیشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیامِ تعلیم سے شائع ہوا۔

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۶۱

پیامِ تعلیم

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ چندہ

سالانہ عـہ/

ششماہی صہ/

فی پرچہ ۱/

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ	ہلے/
نصف صفحہ	صہ/
چوتھائی صفحہ	ے/

ایڈیٹر:- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۷ — ۷ر اگست سنہ ۱۹۲۹ء — نمبر [illegible]

فہرست مضامین

انعامی مضامین ۔ ۲۴ر جولائی ۲۹ء کے پرچہ میں جن انعامی مضامین کا اعلان کیا گیا تھا ان کے متعلق شرائط میں مندرجہ ذیل دو باتیں مدنظر رکھی جائیں:-

(۱) مضامین ۱۵ر اکتوبر ۲۹ء تک بھیجے جا سکتے ہیں۔

(۲) مضامین "پیام تعلیم" کے دو صفحے سے زاید نہ ہوں۔

خریداران پیام تعلیم اور مدارس کے دوسرے طلبا سے توقع ہے کہ انعامی مضامین کے اعلان کو بغور پڑھ کر ضرور اپنے اپنے مضمون بھیجیں گے۔

معذرت ۔ ہم کو افسوس ہے کہ پچھلے پرچہ میں ہماری غلطی سے بعض مضامین کے لکھنے والوں کا نام درج ہونا رہ گیا۔ اب لکھا جاتا ہے:-

مضمون	مصنف
محاسن اسلام	سعد انصاری صاحب
خادمہ کجلی	سید نصیر احمد صاحب
خرگوش کا ہونٹ	محمد اسلم صاحب پشاور
مقبرہ رابعہ دورانی	نور المہتدی صاحب اورنگ آباد
جہانگیر کا انصاف	ارشد بدایونی
نقل کرنے کا نتیجہ	″ ″

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

لاہور کے مشہور ومعروف مقدمہ سازش کے ملزمین ابھی تک فاقہ کر رہے ہیں اُن میں سے بعض اتنے کمزور اور نحیف ہوگئے ہیں کہ وہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتے، چنانچہ کئی دفعہ مجسٹریٹ کو مقدمہ کی کارروائی ملتوی کرنی پڑی - ملزمین کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اکثر اوقات حکام جیل انکو جبرًا خوراک پہنچاتے ہیں -

---

لاہور کے اس مقدمہ کی وجہ سے ملک بھر میں شورش پیدا ہو رہی ہے، لیکن حکومت پنجاب ابھی تک ٹس سے مس نہیں ہوئی - ابھی حال میں حکومت نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ مقدمہ سازش کے ملزمین کے مطالبات کو حق بجانب نہیں سمجھتی اس لئے وہ اپنے رویہ کو بدلنے کے لئے تیار نہیں -

---

کانگرس کے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں یہ طے پایا ہے کہ کونسلوں اور اسمبلی میں شمولیت اور عدم شمولیت کے مسئلہ کو کانگرس کے سالانہ جلسہ تک ملتوی کیا جائے. کانگرس کا سالانہ جلسہ دسمبر میں بمقام لاہور ہوگا۔

کانگرس کی صدارت کے لئے اکثر صوبوں سے مہاتما جی کا نام پیش کیا گیا ہو- ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں مہاتما جی نے اس بار کو اٹھانے سے اپنی معذوری ظاہر کی ہے، اور لکھا ہے کہ اس کے لئے پنڈت جواہر لال موزوں اور مناسب ہیں -

---

اب کے یوم میلاد النبی منانے کیلئے غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہو- ہر قصبہ اور شہر میں سیرت نبی پر ایک تقریر پڑھی جائیگی جو خاص طور پر اس موقع کیلئے لکھی گئی ہو، اسکے ترجمے ہندوستان کی اکثر زبانوں میں ہو رہے ہیں، اور اسکی اشاعت ہزاروں کی تعداد میں ہوگی -

ہندوستان کے باہر

مصر کی سیاسیات میں ایک غیر معمولی انقلاب رونما ہوا ہے، لارڈ لائڈ جو اپنی سخت گیری اور تشددانہ حکمت عملی کیوجہ سے سامراجی حلقوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں، مصر کی ہائی کمشنری کے عہدہ سے مستعفی ہوگئے مزدوروں کی حکومت نے اس جابر شخص کی پالیسی سے اتفاق نہیں کیا -

---

مصر و برطانیہ کے درمیان ایک جدید عہد نامہ ہوا ہے جس کی رو سے مصر کو پہلے سے نسبتًا کچھ اور حقوق ملجائیں گے اور برطانیہ کا فولادی پنجہ بھی قدرے ڈھیلا پڑ جائے گا -

---

غازی امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان ابھی تک اٹلی میں مقیم ہیں - فی الحال افغانستان میں انکی واپسی کی بہت کم امید کیجا سکتی ہے، آپنے اپنے مستقبل کے متعلق ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا -

---

افغانستان کی خانہ جنگی ابھی تک جاری ہے، جنرل نادر خاں اور اُنکے بھائی بچہ سقہ کے خلاف ابھی تک کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کرسکے اخبارات میں بالکل متضاد خبریں آتی ہیں - دونوں طرف کے ایجنٹ اپنے اپنے مطلب کی خبریں مشہور کرتے ہیں جن پر اعتماد کرنا مناسب نہیں- قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال جلد ختم ہونے والی نظر نہیں آتی -

---

سائمن کمیشن کے ساتھ کام کرنے کیلئے مرکزی مجلس قانون ساز کے چند اراکین کی ایک کمیٹی مقرر ہوئی تھی، شروع میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ کمیشن اور کمیٹی میں کوئی فرق مراتب نہیں ہوگا، لیکن واقعات بالکل اس کے خلاف جا رہے ہیں، سر شنکرن نائر جو ہندوستانی کمیٹی کے صدر ہیں سائمن کمیشن کے طریقہ کار سے سخت برہم ہیں -

ننھے بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین کے عام فرائض

۱- انسان کے پیدا ہوتے ہی قدرت اس کی جسمانی عقلی اور اخلاقی تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ کرنے لگتی ہے - جب تک وہ چل پھر نہیں سکتا - بول نہیں سکتا - اس وقت تک قدرت بچہ کو ہاتھ پاؤں ہلانے رونے چلانے کی تعلیم دیکر جسمانی نمو کا انتظام کرتی ہے وہ مختلف چیزیں دیکھتا ہے - مختلف آوازیں سنتا ہے - غذائیں چکھتا ہے - اس کے دماغ میں یہ تجربات اپنا نقش واثر چھوڑتے ہیں - پس اگر ماں باپ منشائے قدرت کو سمجھ کر شروع ہی سے اپنے بچے کا ماحول ایسا بنا دیں جو اس کی جسمانی اور عقلی قوائے کی نمو اور جذبات کی درست تربیت کا ضامن ہو سکے تو یقیناً دنیا کی بہت سی مصیبتیں اور پریشانیاں کم ہو جائیں - کیونکہ نسلیں اب سے بہتر ہوں گی یہ کام آسان نہیں - ماہرین تعلیم مغرب میں گزشتہ صدی کے وسط سے خصوصاً چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت پر تحقیقات کرتے رہے ہیں چند مشاہیر نے اپنے اصولوں کو ایک نظام کی شکل میں بھی پیش کیا ہے - اسی پرچے میں فروبل کے کارناموں پر تبصرہ ہو چکا ہے میڈم مانٹیسوری اور ڈاکٹر ڈیوی کی ہستیاں بھی قابل ذکر ہیں - تا حال اس قسم کے تجربات و تحقیق - انکشاف اور ترمیم کا زور قایم ہے - ور اب تک صرف چند اصولوں کو تعلیم یافتہ طبقہ نے بالعموم تسلیم کرکے اپنی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے - مگر مغرب کے اکثر ممالک میں ان اصولوں پر سرکاری و پبلک مکاتیب جدیدہ میں عمل کیا ہونے لگا - کوشش اور تجربہ کرنے والی معلمات اپنی اپنی قوموں سے خراج تحسین بھی حاصل کر رہی ہیں کیونکہ ان کی کاوش اور مصروفیت سے ملک کے دور ترقی کی نئی بنیادیں قایم ہونے لگیں سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں -؟

اس سلسلہ مضامین میں جسمانی - دماغی اور معاشرتی تربیت کے سوالات والدین کی توجہ کے لئے اٹھائے جائیں گے - جدید تعلیمی تجربوں کا خلاصہ بھی بطور ضابطہ یا لائحہ عمل پیش کیا جاتے گا مگر مقصد حاصل ہونا دشوار ہے اگر تعلیم یافتہ والدین اولوالعزم نہیں - اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتے اور سرکار والا شان کی شکایت کہ اچھے مدارس کا انتظام کیوں نہیں ہوا - پر صبر کر لیتے ہیں -

چند اصول تو مشرق میں بھی مسلمہ تھے اور اگرچہ ان پر عمل کم ہوتا ہے لیکن سب ذی ہوش والدین ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے -

مثلاً دائی یا والدہ کے طرز زندگی کو بچہ اپنے لئے نمونہ سمجھتا ہے اگر وہ خود صاف ستھری ہیں - تو ان کی کوششیں بارآور ہونگی - ورنہ آیندہ نسلوں میں صفائی و پاکیزگی خصلت ثانیہ نہیں بن سکتے - بچوں میں بڑوں کی نقلیں اتارنے - ان سے تعریف حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے - نیز چیزوں کی دریافت - بنانا - بگاڑنا یہ سب باتیں ہوشیار ماں اور استاد کے لئے برکت ہیں - وہ ان ہی آلات سے مدد لیکر بچہ کو بڑا یا بھلا بنا سکتے ہیں -

(۲) بچہ سے غیر معمولی محبت کرنا اس کا حق ہے - لیکن لاڈ پیار اگر اس کی تربیت میں حارج ہے تو مضر ہے - محبت بغیر علم کے کم مفید ہے اب چند اصول ایسے بھی ہیں کہ ان کو علمائے مغرب نے تسلیم کر لیا - اور ہم ان کی اہمیت میں شبہ کرتے ہیں - مثلاً (۱) روک ٹوک - مارپیٹ سے بچہ کے اخلاق بہتر نہیں بنتے بلکہ غلط مشغلہ کی جگہ درست اور دلچسپ شغل کا بچہ کے سامنے پیش کرنا خوب ہے بچوں کی دنیا چونکہ ہر کس و ناکس کی سمجھ سے باہر ہے - اس لئے ہر وہ شخص جو کہ قدرت کی عنایت یا ستم ظریفی سے "والدین" کے با اثر طبقہ میں شمار ہوتا ہے - ہرگز حقدار نہیں کہ بچوں کے ظاہرا بے معنی یا غلط کاموں کو ایک موہوم مستقبل یا بڑوں کی روایات و تہذیب پر قربان کر دے معلوم نہیں لوگ اپنا بچپن کیوں اتنا بھول جاتے ہیں کہ والد صاحب یا استاد بزرگ کی عنایات تازیانہ کا انتقام اپنی اولاد سے لیتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے - بلکہ اس ظالمانہ رسم اور اظہار ناقابلیت کے طریقہ

کی تائید میں عقلی دلائل تک پیش کرنے لگتے ہیں! کاش مستقبل کے نقصانات کا دھندلا سا خاکہ ہی ان کے نظر کے سامنے آجایا کرتا - اور بزدل - چڑچڑے زود رنج - غیر مستقل مزاج - ریاکار نوجوان اپنی زبان حال سے بچپن کے سخت برتاؤ پر محاکمہ کر سکتے - (۲) ۳ ماہ کی عمر سے ۶ سال تک بچہ کے چال چلن اور اس کی شخصیت کی تشکیل ہو چکتی ہے - پس اس زمانے کو جو ماں باپ کی تربیت میں مدرسہ سے پہلے صرف ہوتا ہے بہت اہمیت دیجا رہی ہے - بلکہ اکثر فلاسفر تو اس زمانہ کو لڑکپن کے آنے والے سالوں سے زیادہ لائق توجہ تسلیم کرتے ہیں - کیا عمر کے اس دسویں حصہ میں جسم اور دماغ کے بڑھنے کی رفتار غیر معمولی نہیں بچہ کو فطرت نے نہ اچھا پیدا کیا ہے نہ برا - (ورنہ خدا ظالم ٹھہر یگا معاذ اللہ) اس کو ایک کھیت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس میں مختلف بیج - کھاد - اور پانی کی مقدار مختلف قسم اور مقدار کی پیداوار کا باعث ہوتے ہیں اس کے دماغ کو ایک خالی صفحہ کہنا بجا ہے - ماحول اور ہماری کوششیں جو بھی نقش بنائیں ذمہ داری ہم پر ہی رکھی جائے گی - اس نقش بنانے کے طریقوں میں خشک وعظ (جس میں بچہ کو بالطبع شریر و شیطان فرض کر لیا جاتا تھا) اور مار دھاڑ کامیاب ثابت نہیں ہوئی - بلکہ بچوں کو خوش و خرم اور تندرست - نیز برے اثرات کو دور رکھنے میں زیادہ کامیابی ہوئی -

(۳) جس طرح باوجود تحقیق و کاوش کے ہم ایک کلیہ نہیں بنا سکتے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ضرور فلاں پیشہ اختیار کرے گا - اسی طرح ہمارا ارادہ کہ فلاں ماہ میں بچہ کو فلاں علم اور اگلے سال فلاں علم سکھا دیں اکثر کامیاب نہیں ہو سکتا - کیونکہ دماغی مراکز اپنے اپنے وقت پر جاگتے ہیں اور ماہرین نفسیات انسان اب تک محض اندازہ ہی کر سکے ہیں کہ کیا کیا خواہشات بچپن کی کس کس حصہ میں نمایاں رہا کرتی ہیں - یہی باعث ہے کہ بچوں کو جلدی چلانا - یا بلانا ان کے لئے مضر ثابت ہوا ہے آپ فطرت کے انجن کی رفتار کو دھکا دے کر تیز نہیں کر سکتے - پھر بھلا بچہ کو کتاب پڑھنے یا پہاڑہ سمجھنے میں سست دیکھ کر آپ اسے کودن کہنے کا کیوں دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنی کوشش سے اپاہج اور گونگا نہ رہا یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ ہمارا طریقہ تعلیم کسی بچہ کی دماغی ہیولی کے مطابق نہ ہو بمقابلہ اس امر کے کہ وہ فطرتاً ہماری بات سمجھنے کی اہلیت ہی نہ لایا ہو پس ذرا صبر و انتظار کیجئے - اپنے طریقوں میں اصلاح کیجئے اور غریب کو پھر موقع دیجئے - خلاصہ یہ ہے کہ اگر ماں نے ایام شیر خوارگی اور اس کے بعد کے ۳ - ۴ سال کے زمانہ میں بچہ کی تینوں قسم کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا - مثلاً کھیل کود سے جسمانی تربیت - حواس خمسہ ظاہری سے مشاہدہ قدرت کرا کر قدرتی مصنوعی اشیاء پر مشق کرائی اور ساتھ ہی باطنی حواس کو خوابیدہ نہ رہنے دیا - فضول باتوں کی ضد سے خوش اسلوبی کے ساتھ روکا - اچھے کام - برتاؤ اور ہمدردانہ رویہ کا جوش اور جذبۂ صادق پیدا کر دیا - تو یہ بنیاد - اس بچہ کی ترقی کی عمارت کو کبھی متزلزل نہ ہونے دے گی لیکن - اگر ماں نے بچہ پیدا کرنا اور بلا اصول دودھ پلانا - وقت بے وقت غذا کھلانا - صبح شام غسل اور صاف کپڑوں کا انتظام نہ کرنا - آوارہ بچوں میں ویسے ہی آزاد پھرنے دینا یعنی طعام و خواب کے علاوہ وقت فرصت کو تربیت نہ صرف کرنا - اپنا شعار بنا لیا ہے تو نتیجہ برا نکلے گا - ایسی اولاد مختلف امراض جسمانی و دماغی کی آماجگاہ رہے گی اخلاقی بنیاد تباہ ہو جائے گی - ۵ برس کے بعد وہ جب درس گاہ میں پہنچے گا تو استادوں اور دیگر مادری تربیت یافتہ طلباء کے لئے سنگ راہ ہوگا اور اس بگڑے ہوئے بچہ کو دوسرے صلاحیت یافتہ نونہالوں کے ساتھ چلانا اساتذہ کے لئے کس قدر موجب رنج اور ناکامیابی کا موجب ہوگا ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں -

وفد بہار کے حالات

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے تعطیلات شروع ہونے سے پیشتر ہندوستان کے بعض اضلاع اور شہروں کا دورہ کرنے کے لئے جو چھوٹے چھوٹے وفود بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک وفد جو مولوی ارشاد الحق صاحب اور خاکسار ایڈیٹر پر مشتمل تھا، بہار گیا تھا۔ اس کی کارگزاریوں کا خلاصہ مع ہمدرد حضرات کے شکریہ کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ہمارا وفد پٹنہ اور گیا کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور تین ہفتے صرف کرکے ۲۲ رجولائی کو واپس ہوا۔ اس عرصہ میں ہم نے صوبہ بہار کے مختلف اضلاع، مقامات کا دورہ کیا مثلاً پٹنہ، بانکی پور، پھلواری شریف، گیا، باڑھ، بہار شریف وغیرہ لیکن کام صرف ایک جگہ جمع کرلیا یعنی گیا شہر میں۔ پٹنہ اور بانکی پور کو ہم نے اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ ان دنوں وہاں کی انجمن اسلامیہ کے لئے ایک ہال کی تعمیر کا چندہ ہونے والا تھا۔ ہم نے یہ مناسب خیال نہ کیا کہ مقامی اور غیر مقامی مفاد میں کوئی تصادم ہو، اگرچہ بہتیرے جامعہ کے ہمدرد ایسے بھی تھے جو کسی حالت میں دونوں کے تصادم کا امکان نہیں سمجھتے تھے۔ قصبات و دیہات میں بھی ہم نے کام نہیں کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ زمانہ آج کل چاول کی کاشت کا تھا۔ تمام لوگ بوائی، دربائی میں مصروف تھے اور سال بھر کی جو کچھ پونجی تھی، وہ سب نئی فصل کی کاشت میں لگا چکے تھے۔ انھوں نے نہایت سچائی اور خلوص سے یہ فرمایا کہ زمینداران و کاشتکاران سے مالی امداد حاصل کرنے کا بہترین وقت جنوری کا آخری اور فروری کے شروع کا زمانہ ہے جب کہ چاول کی نفیس لشکر کھیتوں میں بھری جا چکتی ہیں اور لوگوں کے ہاتھ تحصیل کے روپیوں سے گرم رہتے ہیں۔ غرض اپنے مقصد کا جو ابتدائی جزو تھا، یعنی غلط فہمیوں کا ازالہ اور صحیح معلومات کا دینا، پٹنہ، بانکی پور اور دیہات و قصبات میں ہم نے صرف اسی پر اکتفا کیا۔ ان حضرات کی ذاتی خاطر و مدارات اور جامعہ کے ساتھ ان کی بے تکلف دلچسپی اور سچی ہمدردی کا نقش ہمارے دلوں پر ایک عرصہ تک باقی رہیگا۔ اسی مقصد کی پوری تکمیل یعنی ہمدردی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فراہمی سرمایہ کا کام، وہ ہم نے صرف شہر گیا میں کیا۔ بحمداللہ کہ ہفتہ عشرہ کی کوشش سے صرف ایک گیا سے چھ، سات سو روپے نقد وصول ہوئے۔ ہم نے بڑے پیمانہ پر کام شروع نہیں کیا تھا اور نہ اسکا ارادہ تھا بلکہ نجی طور پر زیادہ سے زیادہ جتنے لوگوں سے ملسکتے تھے ملے تھے اور ان سے بحث و گفتگو کے بعد جس قدر جامعہ کی طرف انھیں مائل کرسکتے تھے، اسی لحاظ سے وہ ہماری امداد کرتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ گیا کی تمام تر کامیابی کا سہرا جامعہ سے غائبانہ ہمدردی رکھنے والے اور ہم پر حد سے زیادہ عنایت فرما جناب قاضی احمد صاحب ایم۔ ایل سی کی ذات پر ہے۔ آپ کی امداد و اعانت اور گہری دلچسپی اگر شامل حال نہ ہوتی (یا بہ الفاظ دیگر اگر آپ ہمارے شامل نہ ہوتے) تو یہ کامیابی ناممکن تھی۔ آپ کی ذات ستودہ صفات ہمارے رسمی شکریہ سے بالاتر ہے۔ آپ نے اس اثنا میں جس قدر عملاً حصہ لیا ہے، اسی قدر آپ کی دلچسپی اور جامعہ کے ساتھ آپ کا تعلق بڑھتا گیا ہے۔ آپ کا اصرار ہے کہ اگر جامعہ اپنی عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع کرے تو سال تو ایک وفد پھر آئے جو قصبات و دیہات کا دورہ کرکے ڈھائی تین ہزار نہایت آسانی سے فراہم کرسکتا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی قاضی محمود حسن صاحب کی کوششیں اور محنتیں بھی کچھ کم قابل ذکر نہیں۔ آپ بھی جامعہ کیساتھ پرانے ہمدردی رکھنے والوں میں ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے بھی جامعہ میں پڑھتے ہیں۔ آپ حضرات نے ذاتی و شخصی طور پر ضرورت سے زیادہ وفد کی خاطر و تواضع کرنے کے علاوہ پچاس روپے جامعہ کو دیے اور اپنے خاندان سے ایک تین چار سو کتابوں کا ذخیرہ بھی کتب خانہ کو عنایت فرمایا جس میں بعض عربی کتابوں کے علاوہ زیادہ تر پرانی ایشیاٹک سوسائٹی کی چھپی ہوئی کتابیں ہیں۔

اس کے علاوہ بعض اور ہستیاں بھی ہیں جنھوں نے جامعہ کو مالی امداد دینے کے علاوہ جامعہ کے ساتھ اپنی ذاتی اور شخصی تعلق کا اظہار فرمایا۔ ان میں جناب شاہ مصطفےٰ احمد صاحب کی ذات ہیں جنھوں نے جامعہ کو ایک سو روپے دینے کے علاوہ آیندہ بھی مدد دیتے رہنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دوسرے جناب خان بہادر

محاسن اسلام

تیسری قسم

آداب و اخلاق

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

یہاں جس طرح پیدائش، ہدایت اور کھلانے پلانے کی نسبت خدا تعالٰے کی طرف سے ہے اسی طرح بیماری کی بھی ہونی چاہئیے۔ لیکن بندے کی طرف سے یہ ادب ہوتا اس لئے باوجود اس یقین و اعتقاد کے کہ تمام چیزیں خدا تعالٰے کی طرف سے صرف غایت احترام سے مرض کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا، حالانکہ ظاہر طرز ادا اور بندش کلام کا اسلوب پر بھی تقاضا تھا کہ مرض کی نسبت بھی اللہ عزوجل کی طرف ہو۔

ایک جگہ اور اللہ تعالٰے نبی کریم صلعم پر ایمان لانے والے جنوں کا کلام اس طرح نقل فرماتا ہے۔

وَاَنَّا لَا نَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ برائی مطلوب ہے یا انکا پروردگار ان کو راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔

یہاں بھی برائی کا بیان صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ حالانکہ ہمارا اعتقاد کا سختی کے ساتھ یہ تقاضا ہے کہ خیر کی شر بھی اس کی طرف منسوب ہونا چاہئیے، اس لئے کہ ہر شے اس کے کرشمہ قدرت سے ہے۔ لیکن یہاں صرف تعظیم و تکریم کے خیال سے برائی کو مجہول کے صیغہ سے ظاہر کیا اور بھلائی کو کمال صراحت سے اللہ تعالٰے کی طرف منسوب کیا، قرآن حکیم میں اس طرح کی مثالیں بہتری ہیں۔

دوم۔ اللہ تعالٰے کے تمام احکام اور امر و نواہی کو ٹھکانے سے بجالانا، ہر عمل اور ہر ادائی نقل و حرکت میں اللہ عزوجل کا پورا دھیان رکھنا، اگر کار ثواب ہے تو اس طرح پر دھیان ہو کہ دل میں عظمت رکھنے کی پوری تصویر ہو، اعضا و جوارح سے عاجزی و درماندگی کا کامل اظہار ہو۔ دل میں اتنا اخلاص اور امور دنیا سے اتنی یکسوئی ہو کہ اپنی ہر نقل و حرکت پر جلوہ الٰہی پیش نظر ہو، یہی مطلب درحقیقت احسان کا ہے جس کو آن حضرت صلعم نے اپنی اس حدیث میں بیان کیا ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک — احسان یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کی بندگی اس طرح کر کہ تو گویا اس کو دیکھ رہا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ سکتا (تو یہ سمجھ) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر کار گناہ ہے تو یہ دھیان کرے کہ اس کے سر پر ایک زبردست محافظ و نگراں، جو نفس کی ہر ہر گوشہ اور دل کے ہر بھید سے باخبر ہے۔ ظاہر و باطن سب اس پر یکساں ہے، ایسا خیال کرنے سے اس کے دل میں عاجزی اور اعضا و جوارح پر ایک ایسی شکستگی طاری ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالٰے کا خوف اس کے سامنے اس طرح آئے گا کہ باوجود عزم و ارادے کے فعل قبیح سے باز آئے گا اور برائی کے میں جا کر لوٹ آئے گا۔

قرآن حکیم کا لفظ تقوٰے دونوں طرح کے دھیان پر یکساں حاوی ہے۔ قرآن کا یہ ایسا جامع مانع لفظ ہے، کہ ہر قسم کی نیکی و بھلائی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ اور انسان کے دامن عصمت کو کسی برائی سے الجھنے نہیں دیتا، اسی بنا پر قرآن کریم نے انسان کو سب سے زیادہ تقوے پر آمادہ کیا ہے، انسان اس کے ذریعہ سے دین و دنیا کے جو جو کمالات اور جو جو بلند مراتب حاصل کر سکتا ہے سب کو اللہ عزوجل نے مفصل اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ — اے ایمان والو:۔ اللہ سے ڈرو، اور ٹھیک بات کہو، (اللہ) تمہارے اعمال سدھار دیگا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیگا اور جو اللہ اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی

(سورۂ احزاب آیت ۷۰)

خادمہ بجلی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ہماری خادمہ نے نہایت عجیب اور مفید کام کرنے شروع کئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری خادمہ بھی تھوڑے ہی عرصہ سے دنیا میں ظاہر ہوئی ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہماری خادمہ تو کئی ہزار پہلے سے اس دنیا میں چھپی بیٹھی تھی۔ لیکن کیا وہ کاہل، سست اور کام سے دل چرانے والی تھی جو یونہیں چھپکر بیٹھی رہی۔ ایسی خادمہ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنا ٹھیک نہیں۔ ہم نے نہ تو کبھی اسے ڈھونڈا اور نہ ہی اسے کبھی کام کرنے کا موقع دیا اس میں غلطی ہماری تھی۔

ہماری خادمہ اس دنیا میں آدمی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے موجود تھی۔ وہ بادلوں میں ایک ٹکڑے سے کود کر دوسرے میں جاتی اور دوسرے سے تیسرے میں اور اس طرح اپنا نام و نشان ظاہر کرتی۔ بہت زمانہ ہوا یونانی اس "چمک" کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے بڑے خدا "جوپیٹر" نے آتش کے گولہ کو پھینکا ہے۔ دوسرے حکیم بھی اس "چمک" کو دیکھتے تھے لیکن انھیں اس کا کچھ بھی علم نہیں تھا کہ یہ "چمک" پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ بجلی کے متعلق اس زمانہ کے لوگ کچھ نہیں جانتے تھے، لیکن آگے چلکر ہمیں معلوم ہوگا کہ ہماری خادمہ نے کس طریقہ سے ہمیں بتایا کہ وہ بادلوں میں چمک پیدا کرتی ہے۔

ہمیں یہ معلوم کرنے میں بہت وقت لگا کہ دنیا میں کوئی چیز بجلی بھی ہے۔ حضرت مسیح سے قبل قدیم یونانیوں نے معلوم کر لیا تھا کہ عنبر کے ٹکڑے میں ایک عجیب پوشیدہ خاصیت پائی جاتی ہے۔ (عنبر کا رنگ ہلکا زرد سا ہوتا ہے اور ہمارے ایشیائی یہ عام طور سے زیوروں میں استعمال ہوتا ہے، یورپ میں یہ بہت کم پایا جاتا ہے)۔ انھوں نے نہایت تعجب سے اس بات کو دیکھا کہ جب عنبر کا ٹکڑا رگڑا جاتا ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے تنکوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

یونانی اس سے صرف چھپی ہوئی بجلی کو تنگ کرتے تھے کیونکہ اصل میں یہ بجلی ہی تھی جو تنکوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ لیکن ان لوگوں کا خیال تھا کہ عنبر میں روح ہوتی ہے اور جب ہم اس کو رگڑتے ہیں تو روح گرمی اور زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

اس زمانہ میں بھی خادمہ بیتاب تھی کہ کسی طرح آدمی مجھ سے کام لینا شروع کردے۔ لیکن کسی نے بھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ آخر تنکے عنبر کی طرف کیوں کھینچتے ہیں۔ انھوں نے عنبر کے اندر ایک روح فرض کرلی۔ لیکن ان کا خیال بالکل غلط تھا۔

اس بات کو دو ہزار برس گزر گئے لیکن کسی نے بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کیا۔ دنیا میں بہت سے انقلاب ہوئے۔ صرف جزائر برطانیہ ہی کی تاریخ پڑھ لو۔ آدمیوں نے برطانیہ کے جنگلی لوگوں کو فتح کیا۔ اسکے بعد انگریز جنھیں "اینجلس" کہتے ہیں اس ملک میں آئے اور اس کو ولیم فاتح نے ان جزائر کو اپنے قبضہ میں کیا اور کئی بادشاہوں نے حکومت کی لیکن ہماری خادمہ اسیطرح بیکار پڑی رہی آخر ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں ڈاکٹر ولیم گلبرٹ نے (جو ملکہ کے ڈاکٹر تھے) یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ معلوم کرکے رہیں کہ واقعی عنبر میں کوئی عجیب خصوصیت ہے۔

ڈاکٹر گلبرٹ نے گندھک کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے رگڑا اُسے معلوم ہوا کہ یہ بھی اپنی طرف تنکے اور دوسری ہلکی چیزوں کو کھینچتی ہے۔ تب اس نے شیشہ کے ٹکڑے سے تجربہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس میں بھی کھینچنے کی طاقت پائی جاتی ہے۔ اس نے پھر دوسری چیزوں سے تجربہ کیا اور ہر ایک میں اس نے یہ خاصیت پائی۔ یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ عنبر میں جو پوشیدہ خاصیت پائی جاتی ہے وہ گندھک اور دوسری چیزوں میں بھی ہے۔

اب ڈاکٹر گلبرٹ نے ارادہ کیا کہ اس عجیب خاصیت کا کوئی خاص نام رکھنا چاہیئے۔ چونکہ یہ خاصیت سب سے پہلے یونانیوں نے معلوم کی تھی اسلئے اس نے یونانی لفظ عنبر کے ہم معنی اس کا نام رکھا۔ یونانی زبان میں عنبر کو "الکٹرن" کہتے ہیں اس لئے ڈاکٹر نے اس خاصیت کا نام الکٹرسٹی (بجلی) تجویز کیا۔

آنحضرتؐ

احمد الیاس مجیبی صاحب نے حال میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے ایک اور کتاب "آنحضرت" کے نام سے لکھی ہے، جو انشاء اللہ جلد شائع ہوگی - تمہید اور پیدائش کا بیان، ناظرینِ "پیامِ تعلیم" کی دلچسپی کے لئے پیش کرتے ہیں - (ایڈیٹر)

ہمارے دیس ہندوستان سے بہت دور ٹھیک پچھم کی طرف، عرب نام کا ایک اور ملک ہے، وہاں مکہ نامی ایک شہر ہے، بہت مشہور، اسی شہر مکہ میں اب سے ۱۳ - ۱۴ سو برس پہلے اللہ میاں کے ایک بہت ہی پیارے اور اچھے بندے پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمدؐ ہے لیکن ادب سے ان کا نام نہیں لیتے بلکہ جب ان کا ذکر کرتے ہیں تو آنحضرتؐ کہتے ہیں اور ساتھ ہی ان پر اس طرح درود و سلام بھیجتے ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ، ان پر اپنی رحمت اور سلامتی بھیجے (۱)

آنحضرتؐ، ہمارے نبی، خدا کے بھیجے ہوئے (رسول) اور اس کے پیام لانے والے (پیغمبر) ہیں، جس طرح ان سے پہلے حضرت آدم - حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ وغیرہ ہوئے ہیں - مسلمان انھیں خدا کا آخری نبی مانتے ہیں - ان کا بہت بڑا درجہ ہے، بس یہ سمجھو کہ خدا کے بعد ان سے بڑا کوئی نہیں، اور وہ اِس دنیا اور اُس دنیا یعنی دونوں جہان کے سردار ہیں -

آنحضرتؐ، جس زمانے میں پیدا ہوئے، عرب دیس کا حال بڑا خراب تھا، وہاں کے لوگوں میں دنیا کا ہر عیب پایا جاتا تھا - عرب کے سوا اور ساری دنیا کا حال بھی کم و بیش ویسا ہی بُرا تھا - عربوں میں تو کچھ اچھائیاں بھی تھیں، ایسی کہ جب اور سب باتیں ٹھیک ہوگئیں تو خود ان کے لئے اور ساری دنیا کے لئے ان کی وہی اچھائیاں "سونے پر سہاگہ" ثابت ہوئیں -

دنوں سے دنیا کی حالت ایسی ہی خراب چلی آرہی تھی، یہاں تک کہ لوگ اپنے رب ہی کو بھلا بیٹھے تھے، اور خدا کے حکموں کو بھولے ہوئے تھے -

کعبہ مکہ میں برابر لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کا ایک گھر بنا ہے اسے خدا کا گھر کہتے ہیں جسے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ خدا کے پیغمبروں نے خدا کی عبادت کے لئے بنایا تھا، لیکن خدا کے اس گھر میں ان لوگوں نے پتھر کے بت بنا بنا کے رکھے تھے اور انھیں اپنا خدا مانتے اور ان سے طرح طرح کی منتیں، مرادیں مانگتے تھے

اللہ میاں نے اپنے بندوں کو ہوشیار کرنے اور بیخبر نیند سے جگانے کے لئے آنحضرتؐ کو اپنا پیغمبر بنایا اور آپ نے اللہ میاں کی ایک ایک بات اس طرح لوگوں کے دلوں میں اتار دی کہ ایک دن، وہ سب بھولے بھٹکے اللہ میاں کی سیدھی اور سچی راہ پر چلنے لگے اور بتوں کی پوجا کی جگہ خاص اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔

آنحضرتؐ کو خدا نے جب اپنا پیغمبر بنایا ہے تو اس وقت آپ پورے چالیس برس کے تھے - ابھی تک ہر چھوٹا بڑا حضور کو بہت اچھا اور سچا آدمی جانتا تھا، آپ کو دل سے چاہتا اور آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، لیکن جوں جوں حضور اللہ میاں کی باتیں لوگوں کو سناتے گئے وہ آپ سے بھڑ کنے لگے کہ یہ تو ہمارا اپنا پرانا دین ہی بدلنا چاہتے ہیں - جسے ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں - آخر ان لوگوں نے آنحضرتؐ کو اس معاملے میں بہت بہت ستایا، مگر آپؐ نے انھی کی بھلائی کے لئے اور خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے وہ سب ظلم و ستم سہے اور ایک دن پتھر کی بنی ہوئی مورتوں اور بتوں کے پجاریوں کو ایک ہی خدا کا پجاری بنا کے چھوڑا، سینکڑوں ہزاروں برس کے خدا کے باغی (کافر) آخر خدا کے ایک ایک حکم پر آنحضرتؐ کے معمولی اشارے پر وقت جان دینے تک کو تیار رہنے لگے اور خدا کی راہ میں انھوں نے بھی بڑی بڑی مصیبتیں خوشی خوشی جھیلیں - اللہ نے چاہا، یہ سب باتیں آگے آئیں گی -

نور کا ظہور

بچہ پیدا ہوتا ہے، خود روتا ہوا آتا ہے - پر ماں باپ کے لئے خوشی کا سامان لاتا ہے گھر بھر میں چہل پہل مچ جاتی ہے، یہ گھڑی بڑی مبارک گھڑی کہلاتی ہے - بچہ سیانا ہوتا ہے، ماں باپ طرح طرح کی خوشیاں مناتے ہیں، ہر برس سالگرہ کی دھومیں مچاتے ہیں، یہ دن بڑی خوشی کا دن سمجھا جاتا ہے - طالب علم امتحان میں کامیاب ہوتا ہے، اس دن وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا ہے - بچہ، لڑکے سے جوان ہوتا ہے، ہر کام میں جی لگتا ہے، ہر چیز میں مزا آتا ہے - شادی ہوتی ہے، دل کی کلی کھلتی ہے - کہتے ہیں، شادی کا دن عید کا دن ہوتا ہے - وہ گھڑی ایسی مبارک و پرسرور ہے کہ نام ہی اس کا شادی مشہور ہے - آدمی نوکری کی درخواست کرتا ہے، منظوری کا پروانہ آتا ہے، اس سے پوچھو وہ دن اس کے لئے کتنا مبارک ہوتا ہے - ہماری تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہوتا ہے، خدا اسے بادشاہ بناتا ہے، سب سے زیادہ

(۱) لکھنے میں کبھی عبارت چھوٹی رکھنے کی نیت سے صرف یہ (ؐ) نشان کر دیتے ہیں اور پڑھنے والے اسے پورا (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہیں -

کولمبس

ملک اٹلی میں ایک شہر جنیوا ہے، جہاں آج سے کئی سو برس پہلے ایک بہت بڑا ملاح جس نے نئی دنیا پتہ چلایا پیدا ہوا تھا - اس کا نام کولمبس تھا - کولمبس جب بڑا ہوا تو اس نے پرتگیز ملاحوں سے جو اس وقت فن جہازرانی کے استاد سمجھے جاتے تھے اس فن میں مہارت حاصل کی اور ان کے ساتھ نئے بحری سفر بھی کئے

ہندوستان شروع زمانہ ہی سے سونے کی چڑیا مشہور تھا اور اس کی زرخیزی کے افسانے یورپ کی ہر قوم کو معلوم تھے، ہر ایک ملک میں اس کے مال و دولت کا چرچا تھا - بہت سے ملاحوں نے سمندر میں ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے سفر کئے لیکن ہمیشہ ناکامی کا موہنہ دیکھنا پڑا - کولمبس کو بھی دیکھا دیکھی اس کا شوق ہوا - لیکن وہ ایک معمولی ملاح تھا اس کے پاس جہاز اور دوسرا سامان نہیں تھا لہذا اس نے کسی بادشاہ سے مدد لینے کا خیال کیا -

سب سے پہلے اس نے اپنے ملک کے بادشاہ کے حضور میں درخواست دی جو نامنظور ہوئی، اس نے پرتگال اور انگلستان کے بادشاہوں سے درخواست کی لیکن وہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا

ان دنوں کے بادشاہ کی شہر غرناطہ پر مسلمان بادشاہ سے لڑائی ہو رہی تھی - اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بادشاہ نے خوب جشن منائے اور خوشیاں کیں - کولمبس نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور بادشاہ کے سامنے درخواست پیش کی، بادشاہ اس پر بھی راضی نہ ہوتا تھا لیکن ملکہ کی سفارش پر راضی ہو گیا -

جہازوں کی تیاری کا حکم دے دیا گیا اور تین جہازوں کا ایک بیڑا بنایا گیا - بہت سے ملاح اور دوسرے لوگ ملازم رکھے گئے اور سنہ ۱۴۹۲ء میں یہ بیڑا جانب مغرب روانہ ہوا -

کولمبس اس بیڑے کا سردار تھا اور تمام ملاح وغیرہ اس کے ماتحت تھے - کولمبس نہایت سرگرمی اور محنت سے اپنا کام کر رہا تھا بس اسکو یہی دھن تھی کہ ہندوستان کا رستہ معلوم ہو جائے - کوئی تین مہینے میں اس نے ساتسو کوس کے قریب فاصلہ طے کیا لیکن اپنے ساتھیوں کو ہمیشہ کم بتاتا تھا تاکہ کہیں وہ بددل نہ ہو جائیں - بیڑا ساحل سے بہت دور آ گیا تھا - ہر طرف سمندر ہی سمندر تھا - پانی اور آسمان - اس کے علاوہ کسی چیز کا پتہ نہ تھا - چار مہینے گھر سے نکلے ہو گئے تھے اور زمین کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا - ملاح بیچارے گھبرائے اور کولمبس کو واپس جانے پر مجبور کرنے لگے - مگر کولمبس اس بات کو کب مانتا - اس نے پہلے انکو نرمی سے سمجھایا لیکن وہ نہیں مانتے تھے - آخر ان کو ڈرایا دھمکایا ساتھ ہی انعام کا لالچ بھی دیا - اور کہا اب کچھ دنوں کی بات ہے - چند دنوں کے لئے تو وہ چپ ہو گئے لیکن جب منزل مقصود کا کہیں نشان بھی نہ پایا تو انھوں نے آپس میں سازش کی کہ آؤ اس کولمبس کو سمندر میں پھینک کر اس کا خاتمہ کر دیں اور جہاز کو واپس لے چلیں کولمبس کو جب اس کا پتہ چلا تو بہت گھبرایا اور کہ چند دن اور صبر کرو اور اگر زمین کا پتہ نہ چلا تو واپس لوٹ جائیں گے -

آخر اکتوبر کے مہینے میں کوئی آدھی رات کے وقت کولمبس نے حکم دیا کہ جہاز کے بادبان اتار دئے - جب ملاحوں نے یہ حکم سنا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے پاگلوں کی طرح زمین زمین کے نعرے لگانے شروع کر دیئے - جب دوسرے ملاحوں نے اس کی آواز سنی تو وہ بھی زمین زمین چلا اٹھے -

اب بھلا کسکو نیند آتی - صبح کا انتظار تھا - آخر خدا خدا کرکے مشرق سے سورج طلوع ہوا اور کولمبس نے ادھر ادھر نظر دوڑانا شروع کی - تھوڑے سے فاصلہ پر ایک جزیرہ اور کچھ درخت نظر آئے - ملاحوں نے کولمبس سے معافی مانگی اور چند ملاح ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھکر کنارہ پر پہنچے اور کولمبس نے اسپین کے بادشاہ کا جھنڈا اس سر زمین پر گاڑھ دیا -



امتحان کی کامیابی

یہ نظم بقر عید کے دن، عزیزی محمود حسین سلمہ کے لئے، ان کی کامیابی امتحان پر، انھیں کے جذبات اور حرکات سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔ (محوی)

لو امتحان دے کر محمود آرہے ہیں
کیا کھل رہی ہیں باچھیں، کیا مسکرا رہے ہیں

اسال امتحان میں ہیں کامیاب شدید
انداز تو کچھ ان کے یہی بتا رہے ہیں

رکھتے قدم کہیں ہیں، پڑتے قدم کہیں ہیں
کیا خوش خوش آرہے ہیں، کچھ گنگنا رہے ہیں

پڑھنے میں جی لگایا، لکھنے میں سر کھپایا
پھل آج سال بھر کی محنت کا پا رہے ہیں

دادی بھی خوش، پھپی بھی، ماں باپ بھی، چچا بھی
سب گھر کے لوگ کیسی خوشیاں منا رہے ہیں

آئے ہیں پاس ہو کر، وہ ہاتھ میں سند ہے
پرچہ وہ نمبروں کا سب کو دکھا رہے ہیں

اے لو وہ امتحاں کی باتیں سنا سنا کر
ماں باپ کے دلوں کو کیسا لبھا رہے ہیں

کچھ کہنا چاہتے ہیں، منہ سے ہے کچھ نکلتا
کر کے ادھوری باتیں سب کو ہنسا رہے ہیں

حالی کے شعر انھوں نے ریڈر میں کچھ پڑھے تھے
کیا جھوم جھوم کر وہ سب کو سنا رہے ہیں

سن سن کے انکی باتیں گن گن کے ان کے نمبر
کچھ مسکرا رہے ہیں، کچھ کھل کھلا رہے ہیں

ابا نے پیٹھ ٹھونکی، ماں نے گلے لگایا
اس طرح اور ان کی ہمت بڑھا رہے ہیں

اسوقت کی مسرت پوچھو کچھ انکے دل سے
بن بنکے گو وہ اپنی حالت چھپا رہے ہیں

کھلوائیں گے مٹھائی، مانی ہے جو انھوں نے
سب اپنے دوستوں کو گھر پر بلا رہے ہیں

حامد، رشید، اختر، اشرف کی ہو گی دعوت
دینے کو نیوتا وہ ہر اک کو جا رہے ہیں

دعوت کا خود ہی آخر سامان لائے جا کر
کیسے لدے پھندے وہ منڈی سے آرہے ہیں

اے لو وہ ڈھل گیا دن، لو آگئے وہ مہماں
کچھ چائے پی رہے ہیں، کچھ کیک کھا رہے ہیں

مارے خوشی کے انکو سدھ بدھ کہاں ہے اپنی
کھاتے نہیں ہیں خود کچھ، سب کو کھلا رہے ہیں

(۲)

ہوتے ہیں شادیوں ہی دنیا میں نیک بچے
محمود آج جیسی خوشیاں منا رہے ہیں

پائیں گے وہ بھی عزت، دیکھینگے وہ بھی راحت
جو کر رہے ہیں محنت، جو جی لگا رہے ہیں

انکے لئے بھی اکدن ہے یہ ہی کامیابی
محنت سے جو پسینہ اپنا بہا رہے ہیں

جو پڑھنے اور لکھنے سے جی نہیں چراتے
سب کی نظر میں اپنی عزت بڑھا رہے ہیں

جو مانتے ہیں دل سے اپنے بڑوں کا کہنا
وہ عیش کر رہے ہیں، سکھ چین پا رہے ہیں

پڑھنے سے جی چرایا، لکھنے سے موںھ چھپایا
جس جسنے آج وہ سب نقصان اٹھا رہے ہیں

انکو کہاں یہ خوشیاں، انکو کہاں یہ عزت
کھیل اور کود میں جو عمریں گنوا رہے ہیں

اسکول اور گھر میں عزت ہو خاک ان کی
جو اپنا وقت سارا یوں ہی مٹا رہے ہیں

وہ اپنی زندگی کا کیا لطف پا سکیں گے
محنت سے بچنے میں جو جی چرا رہے ہیں

لیکن وہ نیک بچے، محنت کے جو دھنی ہیں
راحت اٹھا رہے ہیں، عزت کما رہے ہیں

ہو اپنی کامیابی ان کو سدا مبارک
جو دل سے پڑھ رہے ہیں، اسکول جا رہے ہیں

میرا طوطا

میں نے اپنی دادی اماں سے کہا کہ میں طوطا ضرور لوں گا، طوطا والا باہر بیٹھا ہے، میں اسے بٹھا کر آیا ہوں، محلے کے اکثر لڑکوں نے طوطے لئے ہیں۔ دادی اماں نے جب مجھے بیچین دیکھا تو کہا "اچھا بیٹا جا طوطے لے آ۔" میں پورا پنجرا اٹھا کر لے آیا۔ اس میں سے ایک طوطا جس میں سرخی غالب تھی میں نے پسند کیا اور مجھے ایک روپیہ میں دے دیا گیا۔ فوراً دلشاد جو میرا نوکر ہے دوڑایا گیا کہ ایک اچھا چھوٹا سا لکڑی کا پنجرہ لے آئے۔ محلہ ہی میں لکڑی کا پنجرہ ملتا تھا چار آنے میں میرا پنجرہ بھی آگیا تیلی کی خوبصورت سی کلیا دھوئی گئی اور اس میں دانے ڈالے گئے پھر میں نے پنجرہ میں رکھدیا پانی پلانے کا الگ برتن تجویز ہوا اور میں نے اپنے گلاس سے تھوڑا پانی بھی اس میں رکھدیا۔ اپنے کمرے میں لا کر میں نے پنجرہ کو رکھ دیا کیونکہ پنجڑے کے فرش پر کاغذ بچھا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا کہ طوطا دھوپ میں گھوما کیا ہے یہ سو رہے گا۔ میری تجویز تھی کہ میں ایک صدف کی گڑیا کا پلنگ پنجڑے میں گھسا دوں جس پر طوطا آرام سے سو رہے۔ میں نے پلنگ لانا بھی چاہا لیکن اس نے ایسی چیخ مچائی کہ میں سیدھا بھاگا ہوا اپنے طوطے کے پاس چلا آیا۔ یہاں اگر دیکھتا ہوں تو طوطا نہ دانے کی طرف نظر کرتا ہے اور نہ پانی کی طرف نہ کمبخت سوتا ہی ہے وہ تیلیوں کے کاٹنے میں مشغول ہے۔ میں سخت حیران تھا کہ طوطا کو اس آرام دینے کے بعد بھی کیا ہوا ہے جو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں اس کی ضد کا تماشا دیکھتا رہا آخر کار میری حیرت اور غصہ کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جب میں نے دیکھا کہ وہ ایک تیلی کو توڑ چکا ہے۔ فوراً میں نے دلشاد کو پکارا اور اپنے بھائی کمال کو آواز دی۔ ہم تینوں نے مل کر تیلی درست کی لیکن جب تک اس نے دوسری تیلی توڑ دی اس طرح سے ہم لوگ تیلی بنانے میں مشغول رہے اور وہ تیلی توڑنے میں ہم لوگوں کو بڑا رنج تو اس کا ہوا کہ کئی مرتبہ اس نے میرے چھوٹے بھائی کمال کے کاٹ کھایا۔ اب بڑی مشکل یہ آپڑی تھی کہ جس طرف ہم لوگ تیلی بنانے میں مشغول ہوتے وہ حملہ کرتا رہتا۔ اس کی ناشکر گذاری پر ہم لوگ سب خفا ہو رہے تھے۔ میں نے یہ مصیبت دادی اماں سے جا کر بیان کی۔ انھوں نے کہا "بیٹا طوطے کی آنکھ بےمروتی کے لئے مشہور ہے اسلئے جو انسان بے مروتی کرتا ہے ایسے طوطے چشم کہتے ہیں۔ طوطے کی ذات ایسی ہے کہ عمر بھر بھی انھیں حلوہ کھلاؤ گے اور ذرا سا بھی پٹ کھولو گے یہ نکل بھاگیں گے اور پھر کر دیکھنے والے بھی نہیں۔ اور تم نے پنجرا تیلیوں کا کیا منگا لیا؟ یہ بغیر لوہے کے پنجڑے کے رکھے نہیں جا سکتے۔ میری دادی اماں نے آٹھ آنے پیسے لوہے کے پنجڑے کے لئے دئے۔ میں نے فوراً عبدالسبحان کو گدڑی پر دوڑایا تاکہ فوراً وہ ایک لوہے کا پنجرا لے آئے اور طوطے پر اپنی چادر ڈالدی۔ ایک گھنٹے کے بعد پنجرا آگیا اور عبدالسبحان نے دونوں پٹوں کو ملا کر بڑی مشکلوں سے طوطے کو لوہے کے پنجڑے میں داخل کیا اور اس کا پٹ بند کر دیا۔ اب مجھے کے لئے نئی مصیبت آگئی اور وہ یہ لوہے کی تیلیوں پر جتنا سر مارتا اور کاٹنے کی کوشش کرتا لہولہان ہوتا۔ میں خوش تھا اور میرا بھائی کمال تو اچھل رہا تھا اور تالیاں بجا رہا تھا چونکہ طوطے نے اس کی انگلیوں کو بھی لہولہان کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے طوطے نے سر ڈالدیا۔ میں نے سمجھا کہ رات کو اپنے کئے پر یہ پچھتائے گا اور صبح سے پنجرہ میں ٹھیک طور سے رہے گا۔ رات کو میں دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ طوطا اس قدر پریشان کیوں ہے۔ اس کا پنجرا اس کے گھونسلے لاکھ گونا اچھا ہے۔ گھونسلا بنانا، گرمی و سردی سے بچنا، دانہ چننا غرض سب ہی مصیبتوں سے آزاد ہے۔ میں سو رہا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے طوطے کے چند بچے بھوک سے شور مچا رہے ہیں اور ماں بچوں کی اڑاڑ کر پنجڑے کے چاروں طرف گھومتی اور بچوں کی مصیبت کہہ کہہ جاتی

میرا طوطا تڑپ رہا ہے لیکن باہر نکلنا اس کے بس سے باہر ہے وہ پنجڑے پر سر دیدے مارتا ہے۔ صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ اس کے پنجے، اس کی چونچ، اس کا سر سب لہو سے تر بتر ہے۔ طوطا دیفراش پنجڑے میں گرا ہوا سسک رہا ہے۔ میں نے فوراً پنجڑے کو کھولدیا اور پانی ٹپکانے لگا۔ اس کے زخموں پر مرہم لگایا لیکن میرا طوطا جانبر نہ ہو سکا۔ ابّا جان بھی آگئے اور انھوں نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے طوطے کی خریداری سے لے کر اس وقت تک جو سانحہ گزرا تھا کہ سنایا انھوں نے کہا بیٹا بڑا ظلم کیا۔ تمہارا خواب سچا تھا۔ ضرور اس کے بچے بھوکے رہتے ہوں گے۔ آجکل زمانہ بچوں کے نکلنے کا ہے بچوں کی ماں اکیلی کہاں تک پرورش کر سکتی ہے اور خود بھی پیٹ پال سکتی ہے۔ میں نے کہا ابّا جان میں نے حلوا لاکر دیا میں بھر دیا تھا اور اپنے گلاس سے پانی چوا دیا تھا۔ ابّا جان نے کہا کہ اگر کوئی تجھے پکڑ کرلے جاوے اور خوب حلوا اور میوے سے میرا کمرہ بھر دے اور چاروں طرف کمرہ بند رکھے تو کیا تم اور ہم پسند کر سکتے ہیں۔ لاؤ میں تمھیں بھی زر کا کپڑہ پہنا کر کمرے میں بند کر دیتا ہوں اور اچھے اچھے کھانوں کا انبار لگا دیتا ہوں۔ میں نے چلا کر کہا نہیں ابّا جان میں اپنے چمن میں کھیلوں گا جنگل تالاب جاؤں گا اور اندر باہر اچھل کود کروں گا۔ میں زر کے کپڑے اور عمدہ کھانے سے باز آیا۔ انھوں نے کہا یہی حال بچارے اس طوطے کا تھا۔ وہ کھیت کھیت مارا پھرتا: ایک دانہ یہاں سے ایک دانہ وہاں سے چنتا۔ دور دراز جگہوں پر پانی پینا پسند کرتا تھا چونکہ اس میں آزادی تھی اور وہ خوشی خوشی اپنی مادہ کے ساتھ دن گزارتا اور بچوں کی پرورش کرتا۔ میں نے کہا نہیں ابّا طوطا تھا ہی یہ بُرا۔ اس نے میرے کمال کی انگلیاں کاٹ کھائیں بچارا بلک بلک کر رونے لگا۔ ابّا نے کہا کہ واہ تم اس غریب کو پنجڑے میں ڈالو، تم اس کی مادہ سے چھڑاؤ، اس کے بچوں کے مرنے کا سبب ہو اور خود اسے لہو لہان ہو کر مر جانے دو لیکن اس نے ایک مرتبہ کاٹ کھایا تو وہ شیطان تھا، ضدی تھا، ناشکر سپاس تھا۔ طوطے نے جو کچھ کیا صحیح کیا۔ انتقام یا بدلہ اگر جانور نہ لے تو اس کا احسان ہے اور اگر لے تو شکایت نہیں۔ میں نے کہا آخر اس کو جان دینے سے کیا فائدہ ہوا۔ بچے اس کے بھوکے رہے اس کی جان الگ گئی۔ ابّا جان نے کہا بلا سے جان گئی اس کا جو فرض اس نے ادا کیا اگر جانور آزادانہ زندگی بسر کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو آزادی کی راہ میں جان ہی دینا اصل زندگی ہے۔ اگر ہمیشہ جانور جان دے دیا کریں اور پنجڑے میں رہنا گوارا نہ کریں تو انسان پنجڑوں میں جانوروں کو بند کرنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا ابّا یہ سب کچھ تو ہوا پھر میں کیا کروں وہ طوطا اب تو مر چکا اور مجھے اللہ میاں گناہ میں مبتلا کریں گے۔ ابّا جان نے کہا کہ اب اس کا عہد کرو کہ پھر کوئی جانور پنجڑے میں نہ ڈالیں گے اور جہاں تک تم سے ہو سکے گا تم اپنے طوطے کا حال لکھ کر دوسروں کو بھی منع کرو گے۔ اب جو ہوا سو ہوا امید ہے کہ اللہ تمہارے نادانستہ گناہ کو معاف کر دے گا۔ اگر ہو سکے تو تم ان ظالم چڑی ماروں سے طوطا مینا خرید کر آزاد کر دیا کرو اور آیندہ زندگی میں اللہ تمھیں اقبال مند بنائے گا تو روزانہ ایسا تم کر سکتے ہو۔ میں نے عہد کر لیا اور اپنے عہد پر ابھی تک قایم ہوں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ کا)

خوشی کا دن یہی ہوتا ہے۔

لیکن دنیا میں ان سب دنوں سے ایک اچھا دن آیا، اور ان تمام خوشیوں سے بڑھ کر خوشی۔ ساری نعمتوں سے بڑھ کے نعمت۔ اور نہ گھٹنے والی دولت، دنیا کو ملی۔ وہ، جس کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت عیسٰی روح اللہ، خدا کے پیمبروں نے خدا سے دعا کی تھی اور دنیا والوں کو اس کے آنے کی خوشخبری دی تھی۔ تمہیں معلوم ہے، وہ دولت کیا تھی اور وہ سب سے بڑھ کر خوشی کا دن کون سا ہے؟ وہ دولت خدا کا نور ہے، جس سے ساری دنیا معمور ہے۔ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ تھی، دوشنبہ کا دن تھا اور صبح کا سہانا وقت۔ جب "خدا کا بندہ اور اس کا ایلچی"، ہمارا آقاؐ، اللہ کا نبی ساری دنیا کے لئے برکت، سراپا رحمت۔ گمراہوں کی ہدایت، بےکسوں کی اعانت کے لئے دنیا میں تشریف لایا، شیطان نے منہ چھپایا۔ ہاں وہی ہے خدا کا پیمبرؐ، ہمارا رہبر، اللہ کا رسولؐ، اس کا مقبول، کہ محمدؐ اس کا نام ہے اور دین اس کا اسلام ہے ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

اللّٰھم صل علٰی محمد و علٰی آل محمد کما صلیت علٰی ابراھیم و علٰی آل ابراھیم انک حمید مجید

شوہر کی محبت

شہر بغداد میں ایک بادشاہ نہایت ہی عقلمند، عابد و زاہد و رعایا پرور رہتا تھا - اس کو زیارتوں اور مقدس مقامات کی سیر کا بہت شوق تھا اس کی ایک لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی - بادشاہ لڑکی کو بھی اکثر زیارتوں میں ساتھ رکھتا تھا اور اسے بھی زیارت کرنے کا بہت شوق تھا -

ایک دن لڑکی اپنے باپ سے اجازت لیکر مقدس مقامات کی زیارت کو روانہ ہوئی - اس نے بہت سے مقدس مقامات کی زیارت کی جب وہ ایک جنگل میں سے گزر رہی تھی تو اس سے ایک نہایت ہی خوبصورت اور نوجوان لڑکا ملا - اس کا بڈھا باپ اندھا تھا - یہ بھی بادشاہ تھا لیکن نابینا ہونے کی وجہ سے تخت و تاج سے نکال دیا گیا تھا اور یہ جنگل میں ایک جھونپڑے میں رہتا تھا - لڑکی کے دل پر اس شہزادے کی سادہ زندگی کا بے حد اثر ہوا اور وہ اس پر دل و جان سے عاشق ہو گئی - اور اس نے تصفیہ کر لیا کہ وہ بجز اس کے کسی سے شادی نہ کرے گی -

جب لڑکی اپنے محل کو واپس ہوئی تو اس نے ایک نجومی کو بلایا اور اس سے اپنے منتخب شدہ شوہر کا ذکر کیا - نجومی نے کہا کہ لڑکا نہایت ہی ہوشیار عقلمند اور نیک بخت ہے - لیکن شادی کے ایک سال بعد مر جائیگا"

لیکن لڑکی نے چونکہ مستقل ارادہ کر لیا تھا - اس لئے اس نے اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا - باپ نے ہر طرح کوشش کی کہ وہ اس خیال سے باز آئے لیکن اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور اس نے افسردہ خاطر شادی کی اجازت دے دی - شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی - ملک کے امراء اور اراکین سلطنت بزرگ اور مقدس لوگ جمع تھے - سب نے ان کی عمر و اقبال کے لئے دعا کی - لڑکی اپنے باپ کے محل سے رخصت ہوئی اور شوہر کے ساتھ اس کے جھونپڑے کو روانہ ہوئی - جہاں اس کا نابینا باپ رہتا تھا -

دونوں ایک سال تک نہایت خوش و خرم رہے - دونوں میں محبت دن بدن بڑھنے لگی اور ایک دوسرے کو لمحہ بھر کی جدائی شاق گزرتی - لیکن جب لڑکی کو اس نجومی کے الفاظ یاد آ جاتے تو بہت غمگین اور رنجیدہ رہتی - اس نے اپنے تمام زر و جواہرات اتار دیئے اور عابدانہ زندگی گذارنے لگی -

آخر کار شہزادے کی موت کا دن آ گیا - وہ حسب معمول آج بھی جنگل کو پھل کھانے کے لئے اور لکڑیاں جلانے کے لئے لانے روانہ ہوا لڑکی کو آج کا دن یاد تھا - وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہوئی -

شہزادہ جب اپنے کام میں مشغول تھا تو یکدم وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور اپنی بیوی سے کہا " مجھ کو ہاتھ پاؤں میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے - چکر آ رہا ہے - اور طبیعت بیٹھی جا رہی ہے " یہ کہکر وہ گر پڑا - لڑکی کو اس نجومی کے الفاظ یاد آ گئے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اس نے اپنے پھڑپھڑاتے ہوئے سینے سے اس کا سر لگایا اور زانو پر لیکر بیٹھ گئی -

جوں ہی شہزادہ نے اپنی زندگی کی آخری سانس لی - لڑکی کے ساتھ فوراً ایک نورانی شکل نمودار ہوئی - جس کے ایک ہاتھ میں ترسولی تھی - لڑکی نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز سے پوچھا " اے نورانی شکل! تو کون ہے " اس نے جواب دیا میں موت کا فرشتہ ہوں - اور میں تیرے شوہر کی روح قبض کرنے آیا ہوں - اس لئے کہ آج اس کی زندگی کے دن ختم ہو گئے ہیں " یہ کہکر اس نے اس کی روح ترسولی میں کھینچ لی - اور جنگل کی طرف روانہ ہوا - لڑکی خوف سے لرزتی ہوئی اس کے پیچھے روانہ ہوئی - جب فرشتہ نے اس کے پیروں کی چاپ سنی تو اس نے مڑکر دیکھا کہ بیچاری لڑکی جسکے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی ہے - فرشتے کے دل میں رحم آیا اور اس نے کہا کہ بجز تیرے شوہر کی روح کے جو بھی تو خواہش کرے گی پوری کی جائے گی - لڑکی نے کہا کہ " میرے سسرے کو بینا کیا جائے " موت کے فرشتہ نے کہا کہ " اچھا جا! وہ بینا ہو گیا " لیکن لڑکی پھر بھی اس کے پیچھے چلی جا رہی تھی - فرشتہ کو اس کی معصوم صورت پر پھر ترس آیا

انعامی معمّا

دائیں سے بائیں

۱- تلوار
۲- مہربانی
۳- بھیرنا
۴- دودھ (عربی)
۶- اسمبلی میں گولہ پھینکنے والا
۱۰- نخچیر (اُلٹا)
۱۲- فرم (اُلٹا)
۱۳- جبل (اُلٹا)
۱۴- رند (اُلٹا)
۱۵- وہ (اُلٹا)

۱۸	■	۱۱		۸	۵	۱
	۱۶	۱۲	■		۶	■
		۱۳	■			۲
	■	■	■	■	■	
		۱۴	■	۹	۷	۳
■	۱۷	۱۵	■			۴
				۱۰	■	

اُوپر سے نیچے

۲- دلگیر (اُلٹا)
۵- تعریف
۷- رات
۸- برائی
۹- ت۔ ن۔ ر
۱۱- ایک علم کا نام
۱۴- د۔ ہ۔ پچ
۱۶- قیام کر
۱۷- خون (اُلٹا)
۱۸- کڑیوں کا سلسلہ

شرائط

۱- صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا۔ پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

۲- خریدار "پیامِ تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۲ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

۳- روز اشاعت سے تین ہفتے کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں۔

۷ر جولائی کے معمّے کا حل

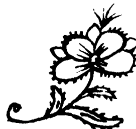
ج	✕	ز	ی	ر	گ	ن	ا
ا	د	ن		م	ا	ی	ق
✕	ا	و	ر	✕	م	✕	ب
م	ی	گ	✕	ک	✕	ی	ا
ی	ہ	ی	✕	و	ر	✕	ل
✕	✕	✕	ا	ی	س	ا	✕
ت	س	ی	ن	✕	ٹ	✕	آ
ن	ہ	ک	✕	د	ن	ی	گ

نتیجہ

اس معمے کے صرف ۸ صحیح حل موصول ہوئے۔ قرعہ اندازی میں مندرجہ ذیل طلبا کے نام نکلے اس لئے شرائط کے مطابق انعام برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے:-

۱- محمد سلیم صاحب - لکھنؤ
۲- مسعود اختر صاحب دہلی۔
۳- عبدالرشید صاحب آنور پشاور
۴- ز۔ ہ۔ بنت ظہور عالم صاحب۔ راجگیر
۵- محمد نورالرحمٰن صاحب - پٹنہ

انعامات ایک ہفتہ کے اندر حاضر کردیئے جائیں گے۔



محبوب عالم صاحب ہیں جنھوں نے پچاس روپے خود دینے کے علاوہ پچاس روپے سید مظفر احمد صاحب رئیس گیا سے دلائے اور جن کو باوجود جزوی اختلاف کے جامعہ سے خاص ہمدردی ہے۔ خان بہادر سید حسین امام صاحب بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے فہرست مرتب کرانے میں ہماری امداد فرمائی اور جن کے بڑے بھائی سید حسن امام صاحب ابھی حال میں جامعہ کو سو روپے دینے کا وعدہ کرچکے ہیں۔ ڈاکٹر منظور احسن صاحب اور سید لطیف الرحمٰن صاحب نے بھی ہمارے کاموں میں مدد دی اور اپنے زیر اثر محلوں سے جامعہ کے لئے بہت کچھ چندہ کرایا۔ حافظ محمد رفیق صاحب امام جامع مسجد نے بھی اپنے مخصوص حلقہ سے کوئی پچاس روپے کے قریب جمع کراکر وفد کے حوالہ کیا۔ ہر سہ اشخاص ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ پٹنہ میں قاضی محمد سعید صاحب جامعی اور باڑھ میں مولوی منصور الحق صاحب جامعی نے بھی وفد کو درمے قدمے امداد دی۔ پھلواری شریف میں امیر شریعت بہار اور نائب امیر شریعت بہار جناب مولنا سید سجاد صاحب نے خاص طور پر جامعہ کے ساتھ دلچسپی ظاہر فرمائی۔ ان کے علاوہ جن جن بزرگوں نے جامعہ کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے اور عملی ہمدردی کی ہے ان کے اسمائے گرامی اگر مصلحتاً یا سہواً رہ گئے ہوں تو امید ہے کہ وہ ہمیں معاف فرمائیں گے ان کی عنایتوں کے ہم بہرحال شکر گزار ہیں۔

خلاصہ کے طور پر جو کچھ وفد کو کامیابی ہوئی وہ یہ ہے:۔

(۱) ایک ہزار کے قریب نقد روپے وصول ہوئے۔

(۲) تین چار سو کتابوں کا ایک ذخیرہ جس کی قیمت تخمیناً ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔

(۳) آٹھ اشخاص نے اپنے بچوں کو جامعہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔

(۴) ان سب کے علاوہ ایک وسیع حلقہ میں جامعہ کے متعلق صحیح معلومات اور سب سے گہری ہمدردی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔



اور اس نے کہا کہ اچھا پھر کوئی خواہش کر۔ اس پر لڑکی نے کہا کہ میرے سسرے کی کھوئی ہوئی حکومت اور دولت واپس مل جائے۔ اس کی یہ بھی خواہش پوری ہوگئی۔ لیکن لڑکی نے اس کا تعاقب پھر کیا۔ اب رات کی تاریکی بڑھ چلی تھی۔ راستے کے نشیب و فراز سے لڑکی کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور خون بہ رہا تھا، جب فرشتے نے مڑکر دیکھا کہ لڑکی پھر چلی آرہی ہے تو اس کو اس کی مصیبت زدہ حالت پر پھر ترس آیا اور اب یہ تیری آخری خواہش ہوگی جو منظور کردی جائے گی۔ اس کے بعد تجھ کو واپس ہوجانا چاہیئے" لڑکی نے کہا "اے مہربان فرشتہ! اب میری صرف یہ خواہش ہے کہ میں کئی بچوں کی ماں ہوں" فرشتہ نے اس کی اس کی اس خواہش کو بھی منظور کیا۔ اور روانہ ہوگیا۔ لیکن لڑکی نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ اب فرشتے نے کہا "کیوں تو میرے پیچھے آتی ہے۔ کیا میں نے تیری تمام خواہشوں کو پورا نہیں کیا؟ اب چلی جاؤ" اس پر لڑکی نے کہا "میں اپنے شوہر کو چاہتی ہوں۔ کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں بچوں کی ماں ہوں گی تو پھر بغیر شوہر کے تمہارا وعدہ کس طرح پورا ہوسکتا ہے" اب فرشتہ بالکل مجبوراً ہوگیا تھا۔ اس کے شوہر کی روح واپس کردی۔

لڑکی فوراً اپنے خاوند کی لاش پر گئی۔ جہاں وہ پڑا ہوا تھا دیکھا کہ وہ ابھی موت کی گہری نیند سے سوکر اٹھا ہے۔ لڑکی اپنے خاوند کی دوبارہ زندگی سے بہت خوش ہوئی۔ دونوں محبت کے والا و شیدا اپنے جھونپڑے کو پہونچے۔ جہاں سسرے کی آنکھیں روشن ہوگئیں تھیں اور امراء سلطنت و اراکین سلطنت اس کے جھونپڑے کے گرد کھڑے ہوئے تھے اور اس کو دوبارہ تخت پر بٹھانے کی منت کررہے تھے۔

لڑکی نے ان سب سے تمام واقعات بیان کئے جو جنگل میں واقع ہوئے تھے۔

فرشتہ کے تمام وعدے بالکل سچے نکلے۔ یہ دونوں نہایت ہنسی خوشی اور عیش و عشرت میں کئی سال تک زندہ رہے۔ انکو نہایت ہی نیک اور خوش خصلت لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلیشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں دفتر پیام تعلیم سے شایع ہوا۔

تلیفون نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۶۱

پیامِ تعلیم

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ چندہ

سالانہ عکار

ششماہی عہ ر

فی پرچہ ا ر

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ للعہ ر

نصف صفحہ صہ ر

چوتھائی صفحہ سہ ر

ایڈیٹر :- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۷ | ۲۱ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۲۹ عیسوی | نمبر ۸، ۹

فہرست مضامین

اِعتذار مجھے نہایت افسوس ہے کہ میری عدم موجودگی میں کارکنانِ دفتر کی غلط فہمی کی وجہ یا غلطی سے گذشتہ پرچہ وقت پر نہ نکل سکا اور اب اس کی بجائے یہ دو نمبر ایک ساتھ نکل رہے ہیں ۔ (منیجر)

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

بھگت سنگھ اور دت کو کھانا چھوڑے آج دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے، پچھلے دنوں حکومت نے اس معاملہ کو سلجھانے کے لیے کوشش کی تھی لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا، معلوم ہوا ہے کہ بھگت سنگھ اور دت نے پانی اور دوائی چھوڑ دی ہے، دونوں کی حالت نہایت تشویشناک ہے،

کچھ عرصہ سے مہاتما جی نے آگ پر پکی ہوئی خوراک چھوڑ رکھی تھی، اور صرف کچی ترکاریوں اور بھیگے ہوئے اناج پر گذران تھی، اس تبدیلی سے آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑا، اور کمزوری بہت بڑھ گئی، جس کی وجہ سے آپ پر غشی سی طاری ہونے کی اطلاع آئی ہے، مہاتما جی نے اس خوراک کے تجربہ کو فی الحال چھوڑ دیا ہے، اور اب آپ کی حالت اطمینان بخش ہے۔

پنجاب، بہار اور یوپی کے بعض اضلاع میں ہیضہ کی شکایت ہے، لیکن سندھ میں خاص طور پر یہ وبا بڑے زوروں پر ہے، اس کے خوف سے بھاگ کر اردگرد کے علاقوں سے تقریباً دس ہزار آدمیوں نے کراچی میں پناہ لی ہے۔

حاجیوں کی موجودہ تکالیف اور مصائب کو دور کرنے اور انکے لیئے آرام و آسایش مہیا کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے ایک حج کمیشن قایم ہوا ہے، اس کمیشن نے ملک کا دورہ کرکے بڑے بڑے لوگوں کی شہادتیں قلمبند کی ہیں، عنقریب کمیشن اپنا کام ختم کرکے اپنی رپورٹ پیش کریگا

مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کی نیشنل کانگریس کا ایک وفد ہندوستان میں آیا ہے اور اس غرض سے دورہ کر رہا ہے کہ مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کے معاملہ سے اہل ہند کو آگاہ کرے اور نیز اس کی طرف حکومت ہند کی توجہ مبذول کرائے، اس کے بعد یہ وفد انگلستان جائے گا۔

ہندوستان کے باہر

اطالیہ کی پولیس نے دو آدمیوں مسمی محمد زماں اور یونس نامی کو گرفتار کیا ہے، محمد زماں پشاور کا رہنے والا ہے، اور یونس لندن میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرتا ہے، ان دونوں پر یہ الزام ہے کہ یہ غازی امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان کو جو آجکل اٹلی میں مقیم ہیں قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔

افغانستان کی موجودہ بد امنی اور خانہ جنگی بدستور جاری ہے، جنرل نادر خاں بچہ سقہ کے خلاف بڑے زور شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ نادر خاں کے اشتہارات توپوں اور بندوقوں سے زیادہ کام کر رہے ہیں، بچہ سقہ اس بڑھتی ہوئی مخالفت کو بڑی سختی سے روک رہا ہے، اخبارات میں اس کے ظلم و جور کی اطلاعات روزانہ آرہی ہیں۔

تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ روس نے چین کی حدود پر فوجکشی کردی پہلی لڑائی میں کچھ چینی مقتول ہوئے ہیں، حکومت چین نے جمعیت الاقوام سے اپیل کی ہے۔

فلسطین میں آج کل یہودیوں اور عربوں کے درمیان خانہ جنگی کا بازار گرم ہے، خانہ جنگی کا سبب یوروشلم میں مسجد عمر کے پاس ایک دیوار ہے، جس کے ہر دو فریق مالک ہونے کے دعویدار ہیں، مسلمان اس دیوار کو دیوار براق کہتے ہیں انکے خیال کے مطابق آنحضرت نے شب معراج میں یہیں نزول فرمایا تھا، یہودیوں کے ہاں بھی یہ دیوار مقدس مانی جاتی ہے، دونوں طرف سے قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہے، یہودیوں کی امداد حکومت فلسطین کر رہی ہے۔

ایران اور عراق کے باہمی تعلقات ایک عرصہ سے زیادہ خوشگوار نہیں تھے، معلوم ہوا ہے کہ اب حکومت ایران نے حکومت عراق کو تسلیم کر لیا ہے، نیز ابن سعود اور ایرانی حکومت کے درمیان بھی معاہدہ ہو گیا ہے۔

مہاتما گاندھی جی آج کل یو۔پی کا دورہ کرنے کیلئے نکلے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ سب سے پہلے بھوپال آرہے ہیں۔ جہاں آپ نواب صاحب بھوپال کے مہمان خاص رہیں گے۔ آپ آگرہ اور لکھنؤ میں بھی قیام فرمائیں گے۔ لکھنؤ میں آپکے پہنچنے پر قومی جھنڈا اُڑائے جانیکی رسم بھی ادا ہوگی۔

اسمبلی کے گذشتہ سشن میں "سیفٹی بل" کے مسئلہ پر صدر اسمبلی اور سرکاری ممبروں میں اس کے ملتوی کرنے یا نہ کرنے کے متعلق جو اختلاف رائے ہوگیا تھا، اس کا فیصلہ اب وزیر ہند کیجانب سے یہ آیا ہے کہ صدر اسمبلی کو کسی مسودۂ قانون کے مباحثہ کے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعض حلقوں میں یہ خیال ہے کہ پٹیل صاحب اس بنا پر استعفیٰ دیدیں گے۔ لیکن اس کا امکان بہت کم ہے۔

کانگریس کی آیندہ صدارت کیلئے صوبوں کی اکثریت نے جو مہاتما گاندھی جی کا نام پیش کیا تھا، اس پر مہاتما جی نے اپنی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو کے لئے سفارش کی ہے اور خود اس عہدہ کے قبول کرنیسے اس وجہ سے معذوری کا اظہار فرمایا ہے کہ اس وقت وہ کانگریس یا ملک کے عام رجحان کے مطابق اپنے کو نہیں پاتے ہیں۔

دہلی میں ۲۹ راگست کو طلبا کی "انجمن نوجوانان" نے ایک بین الملی دعوت منعقد کی جس میں انھوں نے ہندو مسلمان اور دوسرے فرقوں کے نوجوان لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ اس دعوت کا مقصد ہندوستان کے تمام فرقوں میں معاشرتی اعتبار سے بھی باہمی اتحاد و یکجہتی کو ترقی دینا تھا اور یہ دکھانا تھا کہ نوجوان اس راہ میں سب سے پہلے عملی قدم اُٹھا رہے ہیں۔

لاہور میں بھگت سنگھ اور دت نامی جو دو سیاسی قیدی فاقے کر رہے تھے انھوں نے ۸۰ دن کے فاقے کے بعد کھانا پینا شروع کیا ہے اور گورنمنٹ نے انکی تمام شرائط منظور کرلی ہیں۔ انکی ہمدردی میں جیلخانہ کے دوسرے قیدیوں نے بھی کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اتنی لمبی فاقہ کشی اب تک آئرلینڈ کے ایک شخص میکسوینی نامی کے سوا اور کسی نے ابتک نہیں کی ہے لیکن وہ ۷۰ دن سے آگے نہ بڑھ سکی۔

پائونیر کا ایک لندنی نامہ نگار نے اخبار مذکور کو یہ اطلاع بھیجی ہے کہ جسوقت پارلیمنٹ کا نیا اجلاس شروع ہوگا، اس وقت خیال ہے کہ ریمزے میکڈانلڈ، وزیراعظم انگلستان ایک بیان شایع کریں گے جس میں ہندوستان کو حکومت بطرز نوآبادیات دینے کو وعدہ ہوگا اور اس غرض کیلئے وہ ایک گول میز کانفرنس منعقد کرینگے۔

فلسطین میں آج کل عربوں اور یہودیوں کے درمیان سخت فساد ہورہا ہے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کے چند مقامات پر سخت قتل و خونریزی ہوئی ہے۔ انگریزی فوجوں کی مداخلت سے امید ہے کہ یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہیگا۔

گذشتہ انقلابِ افغانستان کے زمانہ میں الہ آباد سے جو ایک افغانی شہزادہ سردار محمد عمر خاں کے لاپتہ ہونیکی اطلاع اخبارات میں شائع ہوئی تھی، ان کے متعلق اب یہ معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے وادیٔ کرم میں اپنے کو بلا کسی شرط کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ سردار موصوف رنگون بھیجدیئے جائینگے جہاں انکے اور اعزہ و اقربا پہلے سے موجود ہیں۔

فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان جو فساد ہوا ہے اُس کے متعلق خیال ہے کہ اس فساد کے پیدا کرنیوالے وہی بزرگ ہیں جنھوں نے پچھلے دنوں افغانستان میں بغاوت کرائی، لاہور میں ہندو مسلمانوں کے درمیان نفاق پھیلایا اور ان سب سے پہلے عرب کے اندر بغاوت کرا چکے ہیں۔ دنیا آپ کو کرنل لارنس کے نام سے پکارتی ہے۔

"جاسا" نامی جو ہوائی جہاز انگلستان سے ڈاک لئے آرہا تھا، اس میں کسی طرح سے آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا اس کے ساتھ دو آدمیوں کی جانیں بھی تلف ہوئیں اور کئی ایک جل بھی گئے ہیں۔



اردو زبان کی تعلیم

اور

ہماری درسی کتابیں

اب تک ہمارے مدرسوں اور اسکولوں میں اُردو زبان وادب کی تعلیم کا نہایت ناقص اور نامکمل طریقہ رائج رہا ہے۔ شروع شروع میں جب اردو کی ابتدائی تعلیم کا کورس اسکولوں کے نصاب میں داخل کیا گیا اور اس کے لئے جو ریڈریں تیار کی گئیں، ان کا مقصد ریڈروں کے مضامین کے اعتبار سے یہ رکھا گیا کہ بچوں میں زبان کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم بھی پھیلے یا یہ کہئے کہ اخلاقی تعلیم کے ذریعہ انکو کچھ اردو زبان کا پڑھنا اور لکھنا بھی آجائے چنانچہ یاد آتا ہے کہ اب سے بہت عرصہ پہلے "اردو پرائمر" اور "جنرل ریڈر" کے نام سے انڈین پریس الہ آباد، کی چھپی ہوئی کچھ کتابوں کے سلسلے اردو کے نصاب میں داخل تھے جنمیں مضامین کے اعتبار سے یا تو افسانے اور قصے ہوتے تھے یا سنجیدہ مضامین میں کچھ عام اخلاق کی باتیں ہوتی تھیں۔ یہ کتابیں بیشک مخصوص طور سے مسلمانوں کے لئے بنائی گئی تھیں اور نہ ان میں ہندوانہ اثر شامل کرنیکی کوشش کی گئی تھی۔ ان کا مقصد نہ حکومت کے برکات وانعامات کی مدح سرائی اور حمایت وپاسداری تھی اور نہ اظہار نفرت ومخالفت۔ بلکہ یہ بالکل بے ضرر کتابیں تھیں جن سے ضرر نہ پہنچنے کے ساتھ سوائے تھوڑی سی زبان آجانیکے کوئی خاص نفع بھی نہ پہنچتا تھا (اِلّا یہ کہ مالی نفع مالکان مطبع کو حسبقدر بھی ہوا ہو، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں)

مثال کے طور پر شروع کی پرائمروں میں اس بادشاہ کے قصہ کو لیجئے جسکے چھونے سے ہر چیز سونا بنجاتی تھی۔ اب جہاں تک مضمون کی دلچسپی کا تعلق ہے، بچوں کے لئے یہ سبق بہت دلچسپ ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ اگر ان اسباق کی زبان پر نظر کیجائے تو اُن میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ عام زبان تھوڑی بہت آجائے جو اکثر اپنے محاوروں اور استعمال کے لحاظ سے غلط بھی ہوتی تھی، اردو زبان کی کسی خاص خوبی کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ بچوں کو اردو آجاتی تھی لیکن وہ صحیح یا اچھی اردو نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اکثر غلط یا خراب زبان کے عادی ہوجاتے تھے۔ اسی طرح "جنرل ریڈر" میں "کوے کی سچی دوستی" کا قصہ لیجئے جس سے لکھنے والے کا مقصد ہرن، کوے، چوہے، کبوتروں کی باہمی دوستی سے بچوں میں اُلفت ومحبت اور ہمدردی ووفاداری کے جذبات پیدا کرنا ہے اور جہاں تک اس مقصد کا تعلق ہے، بچوں پر بیشک ان کا بہت گہرا اثر پڑتا ہوگا لیکن اردو زبان کی ریڈریں صرف اخلاقی ریڈروں کا سلسلہ اور قصے کہانیوں کا مجموعہ تو نہ ہونی چاہئیں یہ تو اصل اور بنیادی مقصد کے ساتھ ساتھ ایک ضمنی غرض ہے۔ نیز بچہ کی دلچسپی محض ان بے سروپا قصوں ہی سے وابستہ نہیں اور ان کی تعلیم وترقی کا پہلو زندگی کا ایک اخلاقی شعبہ ہی تو نہیں ہے۔ ان ریڈروں کے دلچسپ بنانے کے لئے مضامین بھی ہوسکتے ہیں یا ایسے اور بہت سے قصے بھی رکھے جاسکتے ہیں جنکی تہ میں کوئی غرض یا مقصد بھی مخفی ہو، اور ان کے ذریعہ انکی تعلیم وتربیت کے اور پہلو بھی ہوسکتے ہیں جو اگر اخلاقی پہلو سے زیادہ ضروری نہیں کچھ کم اہم بھی نہیں ہیں۔ بہرحال وہ ع

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

وہ زمانہ اردو زبان کے داخل نصاب ہونیکا بالکل ابتدائی تھا اور ہندو مسلمانوں کے حکومت سے تعلقات اور انکی بیداری کی وہ صبح تھی) اور صبح صادق بھی نہیں بلکہ صبح کاذب، کہ جسکی روشنی اس قدر ہلکی اور پھیکی تھی کہ مشکل سے نظر بھی آسکتی ہے۔ اس دَور نے یہی کیا کم کیا کہ اردو کو نصاب میں جگہ ملی اور زبان کھولنے والے بچوں کو اس میں غوں غاں کرنا سکھایا۔ مضمون آفرینی اور زباندانی کا زمانہ بعد میں آتا ہے۔

اس کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب میرٹھی کی کتابوں کا زمانہ آتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی کتابیں اردو زبان کے پڑھنے میں جہاں مقبول عام اور مفید ثابت ہوئیں ہیں وہاں اپنے بعض نقائص کے اعتبار سے طلبہ کے لئے ناقابل قبول اور مقاد عامہ کے لئے غیر مفید ثابت ہوئی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کتابیں ایک خاص نصاب کو پیش نظر رکھ کر تیار کی گئی تھیں اور وہ اینگلو ورنا کیولر کورس ہے۔

مولوی صاحب اپنے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں اس طرح سے تبدریج رکھی گئی ہیں کہ "سب سے اخیر کتاب کا درس مڈل کورس کا مرحلہ طے کرنے کیلئے قابل و مستعد بنادے"۔ مولوی صاحب کے پیشِ نظر سب سے بڑا مرحلہ مڈل اسکول کے دیہاتی طلبہ کا تھا، جن کے متعلق مولوی صاحب کا خیال تھا کہ وہ جاتے ہی اپنا قدیم اور آبائی زراعتی پیشہ شروع کر دینگے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب نے تقریباً اپنی ہر ریڈر میں ایک بڑا معتدبہ حصہ زراعت کے مضامین کا رکھا ہے اور اور اس میں جوتائی کے طریقے، زراعتی آلات کی مختلف قسمیں، بیج، کھاد، اور بیلوں کی متعدد انواع اور اسی قسم کی دیگر معلومات لکھی ہیں جو ممکن ہے دیہات کے ورنا کیولر مدرسوں کے لئے کچھ مفید ثابت ہوئی ہوں تصور ہوئی ہوں، ورنہ اسلامی اور انگریزی اسکولوں کے لئے تو یہ زراعتی معلومات شجرِ ممنوعہ کا حکم رکھتی ہیں۔

پھر علاوہ اس کے مولوی صاحب نے اور بھی دنیا کے علوم و فنون سکھانے کا ان سے کام لینا چاہا ہے چنانچہ وہ اپنے اس دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ "ہر چند کہ مذاقِ زباندانی کا نشو ونما ان کتابوں کا موضوع و مقصودِ اصلی ہے، مگر اس کے ضمن میں بالخصوص دو اور ضروری فوائد بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں، ۱۔ اول یہ کہ تفننِ طبع اور تفریحِ خاطر کی تابمقدور رعایت کی گئی ہے"۔ اور اس کے لئے مصنف نے بکری کا بھوت "باجے کا بھوت" وغیرہ جیسے مہمل اور بے معنی قصے رکھے ہیں۔ اور "دوم یہ کہ ان کتابوں کی تالیف و تلفیف کا ماخذ و منشا مختلف علوم و فنون ہیں مثلاً تشریح الابدان، فزیالوجی، اصول فلاحت، علوم انتظام وغیرہ" جن میں انھوں نے خواسِ خمسہ" اور پھر ان میں سے سامعہ، باصرہ، لامسہ، ذایقہ ہر ایک حاسہ کی خشک اور غیر دلچسپ تشریح کی ہے۔ اسی طرح سائنس میں" قوس قزح اور ہالہ" وغیرہ جیسے اسباق ہیں جو اپنی سائینٹفک اصطلاحوں اور نظری اصولوں کی وجہ سے نہ صرف غیر دلچسپ بلکہ اس استعداد کے لڑکوں کے لئے بہت زیادہ مشکل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا نقصان ان "دو ضمنی فوائد" میں جو ہوا ہے، وہ "مذاقِ زباندانی" کا ہے جو ان کتابوں کا اصل موضوع و مقصود تھا اور ہونا بھی یہی چاہیئے۔ ان اسباق میں ممکن ہے سب کچھ ہو لیکن زبان کا مزا اور ادب کی چاشنی کہیں نہیں ہے۔ سوائے خود مولف کی نظم و نثر کے مضامین کے کہ جن میں بیشک ایک حد تک زبان کی سلاست روانی کا لطف تو ہے، باقی اور اسباق زبان و ادب کے لحاظ سے حد درجہ پست ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا نقص بھی ہے جو مولوی صاحب موصوف کی نہ صرف ریڈروں میں نظر آتا ہے بلکہ ان کے اردو کے ان انتخابات میں بھی موجود ہے جو انھوں نے انگریزی مدارس کے اردو خوانوں کیلئے لکھے ہیں اور وہ اپنی تہذیب و تمدن اپنے ملک و وطن غرض اپنی ہر شے سے بے تعلقی بلکہ ایک حد تک بے انسی اور بے حمیتی ہے۔ ساری ریڈریں پڑھ جایئے، تمام انتخابات کے اوراق اُلٹ جایئے لیکن آپکو کہیں ایک سبق بھی نظم و نثر کا ایسا نہیں ملیگا جس میں اپنے ملک، اپنے وطن، اپنی قوم، اپنی زبان غرض اپنی کسی شے سے انس و محبت کی تعلیم ظاہر ہوتی ہو۔ برعکس اس کے "کوئن وکٹوریہ" کی صحت و زندگی کی دعا طلبا ان کتابوں میں آجتک پڑھتے ہیں، حالانکہ اس غریب کے انتقال کو ربع صدی سے اوپر گذر چکے ہیں۔ حکومت انگریزی کی نعمتیں اور برکات ڈپٹی صاحب کے قصیدے میں آج تک طلبا کو یاد کرائی جاتی ہیں، اگرچہ ان نعمتوں اور برکتوں کو خود ان کے ہمقوم بھی جھٹلا چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ادب و زبان کو قوم کی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے جس طرح ناخن کو گوشت سے جدا نہیں کر سکتے، اس طرح کسی جماعت یا قوم کی زبان اور اس کے ادب کو بھی آپ اس کی زندگی سے علیحدہ نہیں کر سکتے، اور جہاں وہ جدا ہوئے ان میں زندگی کا وہ خون اور تازگی باقی نہ رہتی۔ یہی حال ان ریڈروں اور انتخابات کا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کی فضا ان خیالات و جذبات کی متقاضی تھی، لیکن اب تو تقاضائے وقت بھی یہ نہیں ہے۔ ان کتابوں کو شائع ہوئے پچیس تیس برس سے زاید گزر چکے اور اس عرصہ میں ایک نئی نسل پیدا ہو جاتی ہے جو اپنی پرانی نسل کی بہت سی باتیں اور چیزیں ترک کر دیتی ہے۔ ان تالیفات کا بھی یہی حال ہے۔ سچ پوچھیے تو اب ان کا زمانہ نہیں رہا اور اب انکو گذشتہ نسل کی متروکات میں شمار کرنا چاہیئے۔

لیکن ابھی ایک دَور اور آتا ہے اور وہ "انجمن حمایت اسلام" کی کتابوں کا ہے۔ انجمن مذکور ایک خالص اسلامی تحریک لیکر اٹھی تھی اور اس کے ساتھ اسکولوں اور مدارس میں وہ ایک اسلامی نقطۂ نظر سے نصاب تعلیم بھی جاری کرنا چاہتی تھی اس نے دینیات کے متعدد رسالوں کا ایک سلسلہ شائع کیا، فارسی پڑھانے کیلئے اس کا ایک سلسلہ تالیف کیا، اس طرح اردو کی تعلیم کیلئے ریڈروں کا بھی ایک سلسلہ تیار کیا جو بدقسمتی سے جوشِ مذہبی میں اردو زبان کا سلسلہ ہونیکی بجائے "تاریخ اسلام" کا سلسلہ ہوگیا ہے۔ شروع شروع میں تو پڑھنے والوں کو "اللہ ایک ہے۔ پاک اور بے عیب ہے" کے فقرے بہت اچھے معلوم ہوئے لیکن آگے چل کر جب تاریخ اسلام کے چھوٹے چھوٹے اور معمولی سے معمولی واقعات بھی آنے لگے، تو اس وقت احساس ہوا کہ ہم یہ کیا پڑھ رہے ہیں

وہ اردو تو نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ اس تاریخ اسلام سے بھی مطمئن نہیں ہے۔ تمام سلسلہ اشخاص و مقامات کے اجنبی ناموں سے عرب کا ایک خارزار میدان یا بڑے بڑے تاریخی واقعات کی وجہ سے ایک صحرائے لق و دق نظر آنے لگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ کتابیں بجز چند ایک اسلامی درسگاہوں کے کہیں بھی رائج نہ ہو سکیں اور یہاں بھی ان کی مدت بہت کم رہی۔ کرتے سے پاجامے کا کام لینا اور ٹوپی کو جوتے کی جگہ استعمال کرنا جیسا غیر موزوں اور خلاف دستور فعل ہو سکتا ہے، وہی اس سلسلہ کا حال ہوا۔ تاریخ اسلام کے سلسلہ سے اردو زبان و ادب کے سکھانے کا کام لینا ایک ایسا ناموزوں اور بے اصول کام تھا جسے قوم نے خود پسند نہیں کیا اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا ریڈرنا سلسلہ خواہ کتنا ہی عیب و نقص سے پُر تھا لیکن تھا تو اردو ریڈروں کا سلسلہ، مجبوراً اسی کو استعمال کرتے رہے چنانچہ وہ کتابیں آج بھی سرکاری و غیر سرکاری درسگاہوں میں بالعموم رائج ہیں اور ان کا یہی قبول عام ہے جو ہزارہا ہزار کی تعداد میں وہ اب تک نویں دسویں بار شائع ہو چکی ہیں۔

غرض جدید حالات و ضروریات کو پیش نظر رکھ کر سرکاری و غیر سرکاری مدارس میں اچھی اور مفید کتابوں کو رواج دینے کے لئے بعض لوگوں نے کچھ حال میں بھی کوششیں کی ہیں لیکن ہمارے اصول و معیار کے مطابق یہ کوششیں بھی پورے طور پر کامیاب و بار آور نہیں کہی جا سکتی ہیں۔ آیندہ صحبت میں انشاءاللہ ان جدید تالیفات پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بتایا جائیگا کہ جدید حالات کس قسم کی کتابوں کے متقاضی ہیں اور موقع بہ موقع ان کے نمونے بھی پیش کئے جائیں گے۔

ننھے بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین کے عام فرائض

(۲)

حسب ذیل تجربات ایک لائق و مشہور روزگار انگریز باپ نے اپنے بچوں کو تربیت دیکر دی ہوش والدین کے مشورہ کے لئے پیش کئے ہیں غرض یہ نہیں کہ آپ ہر کسی خاص مسئلہ تربیت کا جامع اور آخری حل ان شذرات کو دیکھ کر معلوم کر لیں گے بلکہ ضرورت یہ بھی کہ آپ اور آپ کے احباب ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ کرنے کی عادت ڈالیں اور اپنی مصروف زندگی میں ایک قابل قدر شغل کا اضافہ فرما کر خود غور کر کے دوسروں سے مشورہ کے بعد بچوں کی تربیت ایک سنجیدہ کام سمجھ کر آج ہی سے ہاتھ میں لیں۔ خدا آپ کی ہمت کی جزا دیگا۔

پہلا دوسرا سال خصوصاً :- اور ابتدائی ۶ سال عموماً :-

اچھی عادات کی مشق شروع ہی سے ڈالو :- مقررہ وقت پر کام کرو مثلاً کھانا۔ سونا۔ نہانا۔ حوائج ضروریہ سے فراغت۔

بچوں کو بے جا رونے کی عادت ہونے دو۔ ورنہ تمہاری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے میں کمزوری پیدا کرے گا۔ صرف بھوک اور جسمانی تکلیف کے وقت رونا جائز ہے اگر تکلیف اور چوٹ کے وقت بھی آپ اپنے صدمہ اور پریشانی کو چھپائیں گے تو بچہ کو اپنی اہمیت کا بے جا احساس نہ ہوگا اور صحت یاب ہونے کی صلاحیت بھی بڑھ جائے گی اگر ننھے میاں کسی لطف کی خواہش میں رو رہے ہیں تاکہ ماں لپٹا لے یا دودھ موہنھ میں دے دے تو بھی درست نہیں۔ یہ بے جا لاڈ آئندہ کو برے عادات کا ضامن ہوگا۔

اگر بچوں کو لگاتار یعنی روزانہ ایک ہی قسم کے ماحول یا نئی اشیاء سے سابقہ پڑے گا تو وہ اس دنیا کی ان نئی اشیاء سے خوف و گھبراہٹ کا شکار نہ ہوگا۔ صحت و صفائی کے دستور العمل پر میں ایک دوسرا بسیط مضمون حاضر کروں گا۔ مگر سب کو حسب ذیل امور پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

وہ وقت سال اول میں سویا کرے۔ شور و غل نہو۔ بس چارپائی پر لیٹتے ہی سو جانے کی مشق ہونی چاہیئے۔ ماں کا پاس رہنا مضر ہے تھپکنے یا لپٹانے یا پاس سلانے میں نقصانات ہیں۔ بند دروازہ کھڑکی یا ڈھکا ہوا چہرہ کسی موسم اور مرض میں بھی مفید نہیں۔ احتیاط صرف سخت گرم۔ سرد یا مرطوب ہوا کے جھونکوں سے ہونی چاہیئے۔

ب

ہند میں پانی کی افراط ہے۔ پس حساب قیامت کا بہانہ یا جو اگر ماں کو بچہ کے روزانہ نہلانے اور کپڑے دھونے سے روکتا ہے تو افسوس کی جا ہے۔ موم جامہ اور ڈھیلے لنگر اور سب بچوں کی رطوبات اور فضلات کو اس کے جسم و بستر میں پھیلنے اور سڑنے نہ دیں گے بچوں کو ہر ہفتہ نہ سہی ہر ماہیہ وزن کرنا نہ معلوم کیوں ہم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس میں فائدے کے سوا نقصان نہیں۔ اور ماں باپ کو ان کی ذمہ داری کے یاد دلانے کا ایک ذریعہ ہے۔

۲۔ ننھے بچے کو ابتدا میں ہر حرکت والی شے کھلونہ معلوم ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ ان کو چھونا۔ پکڑنا۔ ہلانا۔ (جھنجھنا) اسے مزا دیتا ہے۔ بس اتنی احتیاط کافی ہے کہ ایسی شے نہ استعمال کرے جو نقصان دے۔ آگے چلکر تیسرے سال سے پرندے۔ پھول۔ دریا۔ گاڑیاں۔ جہاز کھلونے۔ جھولے سے اتر کر بھاگنا کودنا اسے لطف دیتا ہے۔ دیو سے لڑائی لڑا۔ نازک جگہ چھپ کرنا۔ بنانا۔ بگاڑنا اس میں طاقت و ہمت کے جذبات بڑھاتے ہیں فرضی ناٹک کرنا بچہ کا اتنا ہی حق ہے، جتنا ہمارا آپ کا۔ ڈراما دیکھنا، ناول پڑھنا، یہ اعصابی تکان دور کرتے ہیں اور ایجادات کی طرف رجحان کی ابتدا ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے روک دینے سے یا مذاق اڑانے سے اس کی امنگیں اتنی مر جائیں کہ بڑا ہو کر اپنی زمین اور اپنا آسمان بنانے کی خواہش ہی اس میں پیدا نہ ہو۔ دو بچوں کی لڑائی یا کشتی جہاں تک ہو روک دو اس کو انسانوں کا مجادلہ و مقابلہ باہمی پسند نہ آئے تو بہتر۔ ہاں بے جان اشیاء پر فتح حاصل کرنے کی خواہش درست ہے۔ کشتی چلانا۔ غوطہ لگانا۔ دریا پار کرنا۔ گاڑی چلانا۔ اور دیگر ورزشیں ایسی ہیں کہ ہم جنسوں کو نیچا دکھانے اور اپنی فتح پر بغلیں بجانے کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

اگر بچہ اپنی شے نہ بگڑنے دے تو سمجھا دو کہ دوسروں کو بھی نہ بگاڑے اسی باعث پھول اگانا۔ جانور پالنا بہترین۔ مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ بچہ اپنی خواہش کو دوسروں کی مرضی پر حاوی کرنے میں پر جوش نہ ہو۔ (یہ ظلم ہے) بلکہ ذاتی نقصان پر اگر بے پروائی ظاہر کرے تو بیا دبنے گا۔ ریت اور مٹی کے محل۔ جانور بنانا۔ لکڑی کے چوکوں کی دیواریں۔ مینار۔ پل۔ زینے تیار کرنا۔ اور دیگر حواس خمسہ کی تربیت کے سامان سے دیکھا ہر بچہ میں محنت۔ صبر۔ استقلال اور مشاہدہ کی عادات پیدا کر دیتے ہیں۔

ڈراما کھیلنا، ملکر گانا، زبان سیکھنا ان سب میں دماغ تعمیری کام کرتا ہے۔ اور وہ بچے جو ذرا ذرا سی غلطی پر ایک دوسرے کو ٹوکتے ہیں اور نفرت ظاہر کرتے ہیں یقیناً ایسے نظام تربیت سے فائدہ اٹھا چکے ہیں جہاں صرف دستی تعمیری کام پر ہی بچہ کا وقت صرف نہیں ہوا۔

دوسروں کے کھلونے چھینے جانے یا اور خود غرضی کے عادات کا خوف ہو تو ایک سے زائد ساتھی بچے کھیل کود میں شامل ہوں۔ اور ان کو نمبر وار حصہ لینے اور انصاف کرنے کی مشق کرانی چاہیئے۔ مشترک کھلونوں پر کسی کا بھی قبضہ نہ رہے۔ اور اگر اس کی بے پروائی ہے کوئی کھلونہ ضائع ہو گیا تو فوراً دوسرا مہیا نہ کرو بلکہ تکلیف برداشت کرنے دو۔ یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں کہ آپ کا بچہ دوسروں کو اپنا کھلونا دینے میں ہمیشہ تامل کرے۔ چہ جائیکہ دوسروں کی خوشی گوارا نہ کرتا برباد کرے۔ اگر بڑا بچہ چھوٹے پر نامہربان ہے۔ تو تم بھی ایسا ہی کرو۔ غالباً ذرا سی سختی اس کو سخی اور بڑے دل والا بنا دے گی ساتھ کھیلنے والے بڑی عمر کے ساتھیوں کی فوقیت یا ان کا نمونہ یا سختی اتنی گراں نہیں معلوم ہوتی جتنا کہ ماں باپ یا استاد کا تصنع اور نرمی کے ساتھ ہار جانا بڑوں کو کبھی بچوں کی بجائے نہ کھیلنا چاہیئے۔ اس کی کامیابی پر تعریف کرو۔ ہمت بڑھاؤ خوشامد نہ ہو۔ اور تمہاری مدد کا احساس بھی اسے نہ ہو اگر ساتھی چھوٹی عمر کے ہیں تو بڑوں کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے کہ چھوٹی بہن بھائی سے زبردستی کوئی شے نہ لے۔ اپنا کھیل بگڑنے پر غصہ نہ کریں۔ دوسروں کے ستانے پر رنج اور افسوس کریں۔ اور ان کے کھلونوں کو نہ چھینیں بلکہ اپنے دے دیں جب چھوٹے بچہ کو نقصان پہنچے تو بڑے کو اکدم سختی سے ڈانٹنا جائز ہے۔ لیکن ڈانٹنے والا خود بھی تو رحم و ہمدردی کا نمونہ ہو۔ ہم عمر و ہم قد ساتھیوں کا ساتھ اس لئے مفید ہے کہ خودداری۔ اور دوسروں کا لحاظ نہ کہ غلامانہ جذبات آپ کے بچوں میں پیدا ہو جائیں گے اجنبیوں سے ملنے جلنے کی بچوں کو شروع ہی سے مشق کراؤ۔ ان کو بات بات پر ٹوکنا۔ شور نہ ہونے دینا۔ طرز گفتگو وغیرہ پر پند مفید ثابت نہ ہوں گے بلکہ شروع ہی سے ۲-۳ خاص قاعدوں کی پابندی کراؤ۔ مثلاً جب دوسرا بولے تم چپ رہو اگر وہ پھر بھی شور کرتے ہیں تو باہر نکال دینا کمرہ میں گھٹ کر بٹھانے سے کہیں بہتر ہے والدین اور دیگر حضرات کے حقوق سمجھنا اور دوسروں کو

بھی ازادی دینا بچوں کی سمجھ میں صرف کھیل اور دلچسپ کھیل کے طریقوں سے آسکتے ہیں۔ خشک قانون رٹوانا بیکار ہے۔

۳۔ تیسرے سال سے جب کہ بچہ چلنے پھرنے لگے اس کو چند مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اب تک وہ نہ جانوروں سے ڈرتا تھا نہ اندھیرے سے۔ لیکن ایک طرف تو اس کی اوراک میں مہیب آوازیں اور ایسی حرکات جنکا سبب معلوم نہیں مثلاً چھتری کا کھلنا۔ سایہ۔ موٹر کا چلنا۔ اپنا سخت اثر چھوڑتے ہیں اور دوسری طرف آنا۔ ماآں خوف کا غلبہ اپنے پر ظاہر کرتی ہیں۔ یا بچہ کو زبردستی ہو۔ کٹو جیسی پرانداز ملاؤں سے آشنا کرتی ہیں۔ بس حسب ذیل ہدایات پر حسب موقع و ضرورت عمل کر کے فائدہ اٹھایئے

دیوار پر متحرک سایہ = انگلیوں سے دیوار پر سایہ ڈالو اور سمجھاؤ

متحرک کھلونے = مشین کھول کر سمجھاؤ

کرخت و سخت آواز = جگہ اور باعث دکھاؤ

تالاب یا دریا کا پانی = بچہ کو آہستہ پانی میں کھڑا کرو۔ بٹھاؤ۔ شرم دلاؤ۔ ذرا سا دھکا دو۔ وغیرہ۔

سانپ = زہریلا بتاؤ تاکہ پیچھے نہ بھاگے۔

اونچی پہاڑی کا کنارا = کوئی شے گرا کر اس کا ٹوٹنا دکھاؤ۔ تاکہ بچہ خطرہ سے بچے چھوٹی سی چوٹ یا زخم کی تو پرواہی نہ کرو۔ تاکہ زیادتی سے بچہ خود بچے۔ ہمارے منع کرنے کی قدر کرے اور بہادر بنے غرض بزدلی یا بیجا خوف بھولے سے بھی اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرے اگر تم پر بھی اثر ہو چکا ہے تو بچہ سے چھپاؤ۔ موت کے لئے اتنا سمجھانا کافی ہے کہ یہ ایسا خواب ہے جس سے کوئی نہیں جاگ سکتا۔ زلزلے۔ گہن۔ وبا کی تشریح سائینٹفک طریقہ سے کرو۔ اور یاد رہے کہ ذرا سی سختی اور استقلال سے ہر بچہ میں خود اعتمادی بے خوفی بزدلی سے نفرت۔ ورزشی سختیوں کا شوق جڑ پکڑ سکتے ہیں۔ ایسے حوادث جن سے مفر نہیں اسی وجہ سے ہمارے دماغ پر حاوی ہونے چاہئیں۔ بھلا جو امر ہوتا ہے اس سے گھبرانے یا اس کو بحث میں لانے کی کیا ضرورت۔

سزا:۔ جو ادب اور تہذیب بیرونی سختی کا نتیجہ ہے دراصل روحانی کمزوری ہے معلم اور طالب علم کے درمیان اس سزا کے باعث اکثر وہ اعتماد جاتا رہتا تھا جس کی وجہ سے شاگرد اپنے رنج و خوشی کا اظہار کیا کرتا ہے۔ اور یہی اظہار جدید اصول تعلیم کا سنگ بنیاد ہے۔ پھر بھی جدید تعلیم میں سزا کی گنجائش ہے۔ ملامت۔ جھڑکی۔ سخت بولنا۔ سب آپ کے تنفر اور حقارت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ مگر وجہ بتا دیجئے۔ اور دوسروں سے مقابلہ نہ کیا کیجئے۔ آپ بچہ کو ایک مریض بنا کر ایک کرسی پر۔ ایک گوشے میں۔ ایک خالی کمرہ میں اس وقت تک چھوڑ سکتے ہیں جب تک وہ اچھا نہ بن جائے۔ معلم بچوں کو زیادہ نقل کرنے کی سزا دیکر تحریر سے نفرت پیدا کرتے ہیں بچہ اگر فرض ادا کرتا ہے تو تعریف کیسی۔ اس طرح بچہ کی برائی بھی کم کرو۔ اور تعریف کرنے کے متلاشی رہو۔ تعلیم اخلاق کو عملی بناؤ۔ مثلاً جب بچہ کو بہادری اور رحم دلی ظاہر کرنے کا موقع ملے تو آخر میں اس کو بہادر اور مہربان بتا کر تعریف کرو۔ پہلے ہی "بہادر بنو۔ مہربان بنو" کا وعظ نہ کہو۔ ظالم بچہ کو نہ صرف مریض سمجھو بلکہ اسکو سب سے جدا کرو گویا کہ اس پر سخت ادبار اور غضب نازل ہو رہا ہے۔

جھوٹ:۔ یہ بھی خوف کی طرح بڑوں کے مشاہدے سے آتا ہے لیکن بچہ کو غلط بیانی پر سختی سے ٹوکنا ٹھیک نہیں۔ ورنہ اس کو ملامت کا بھوت ہر وقت ستائے گا۔ اکثر بچے جھوٹ بلا ارادہ اور بڑے کے لہجہ کے مطابق بول دیتے ہیں۔ یا مذاق ہی میں (مثلاً شیر شیر) کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ہم استقلال سے کام لیں تو وہ ہمیں علیم اور واقف مان کر سب اقرار کریں گے۔

کیا ہم سدا صحیح کا نمونہ پیش کرتے ہیں؟۔ بچہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اور ماں اس کو مارنے لگتی ہے۔ بچہ پوچھتا ہے۔ میں دنیا میں کیسے آیا۔ اور ہم جھینپتے ہیں گویا کوئی گناہ کا ارتکاب ہوا چاہتا ہے۔ صاف اور مختصر جواب دینا پسند نہیں کرتے۔

محاسن اسلام

تیسری قسم

آداب و اخلاق

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو تقوے کی ترغیب دیتا ہے، اور بتاتا ہے کہ وہ اس کی بندگی اس طرح کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں، جو بات منہ سے نکلے وہ بالکل ٹھیک اور کانٹے میں تلی ہوئی ہو۔ کسی طرح کی کجی اور ٹیڑھ اس میں نہ ہو، ایسا کرنے سے اللہ تعالےٰ کا ان پر انعام اکرام یہ ہوگا کہ وہ ان کے اعمال کو درست کر دے گا، نیک کاموں کی توفیق دیگا، پچھلے گناہوں کو معاف کر دیگا، اور اگلی لغزشوں کے لئے توبہ و پشیمانی کا موقعہ دے گا۔ تقوے کی ترغیب و تحریص اور اس کے عمدہ نتائج بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ جو اس کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اس کے لئے نہایت ہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ دنیا کی ہو خواہ آخرت کی۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمھیں (حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی) قوت تمیز دے گا، تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دیگا، اور تمھیں معاف کرے گا، اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(سورہ انفال آیت ۲۹)

یہ آیت کریمہ ہمیں اس بات کی ہدایت کرتی ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے احکام میں نافرمانی کا خوف اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہنا اس کی خوشنودی اور حصول نعمت کا سبب ہے، یقیناً اللہ عزوجل اپنے جن بندوں سے خوش ہوگا ان کو تسکین قلب، نور باطنی اور حسن توفیق کی بیش بہا دولت عطا کرے گا جس کے ذریعہ ہر ہر قدم پر حق و باطل کی ان کو تمیز ہوگی، ان کے گناہوں کو اس طرح دور کرے گا کہ ان پر کوئی گرفت نہ ہوگی، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اور اپنے خزانہ رحمت سے سعادت ابدی کے حصول کے لئے ہر طرح کی نعمتیں بحساب عطا کرے گا۔ ایک جگہ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور (احکام کی بجا آوری سے) اسکا تقرب حاصل کرو، اور جان توڑ کر کوشش کرو اس کی راہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔

(سورہ مائدہ آیت ۳۸)

یہ آیت کریمہ چند جامع آداب الٰہی کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

۱۔ خدا تعالےٰ کے محارم سے پرہیز اور اس کے نواہی کا ترک، یہ مراد آیت کریمہ کے اس ٹکڑے سے پوری ہوتی ہے۔

۲۔ قرب الٰہی کی تلاش تمام اعمال خیر، فرمانبرداری، عبادت اور ترک معاصی کے ذریعے۔ یہ مطلب اس ٹکڑے سے پورا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جان توڑ محنت یعنی نفس کو بھلائی اور طاعت کے لئے مجبور کرے، تمام بری باتوں اور بری خواہشوں سے قطعاً اس کو دور رکھے۔ جو ان آداب الٰہی کو برتے گا، یعنی اس کے محارم سے اجتناب اسکے نواہی کا ترک طاعت و عبادت سے اسکا تقرب اور حق و صداقت کی راہ میں پورے جہاد نفس سے کام لے گا وہ یقیناً اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتوں اور دین و دنیا کی دائمی و ابدی فلاح کامیابی کا مستحق ہوگا۔ یہ خدا تعالےٰ کے قول لعلکم تفلحون سے ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن حکیم اس قسم کی آیات سے لبریز ہے، جن میں تقوے کا حکم، اوامر و نواہی کی بجا آوری کی ترغیب اور خوشنودی الٰہی کے حاصل کرنیکا پورا شوق و ذوق دلایا گیا ہو، لیکن یہاں ہم انھی چند آیات پر بس کرتے ہیں اسلئے کہ طالب ہدایت کی تشنہ کامی کیلئے باران رحمت کے یہ چند قطرے بہت کافی ہیں۔

خادمہ بجلی

ڈاکٹر گلبرٹ نے دنیا کو بتا دیا کہ چیزوں کو اپنی طرف کھینچنے کی طاقت صرف عنبر ہی میں نہیں بلکہ دوسری چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ آیندہ چلکر ہم یہ بتائیں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

گندھک یا عنبر کے ٹکڑوں کو رگڑنے سے بجلی کی بہت تھوڑی سی مقدار پیدا ہو سکتی ہے اس لئے جرمنی کے سائنس والوں نے گندھک کا ایک بہت بڑا گیند بنایا اور اس کے بیچ میں ایک لانبی سی لکڑی لگائی تاکہ گھمانے میں آسانی ہو اور لکڑی کے ایک سرے پر دستہ لگا دیا۔ ایک آدمی اس گیند کو گھماتا تھا اور دوسرا رگڑتا جاتا تھا۔ اس طرح انھوں نے بجلی کی ایک بہت کافی مقدار کو تنگ کیا۔

آگے چلکر لوگوں نے شیشہ کا ایک بہت بڑا گیند بنایا اور اس طرح وہ بجلی کی مشینوں میں اصلاح کرتے رہے۔ وہ آدمیوں میں بھی کہربائی طاقت پیدا کر سکتے تھے۔ ایسا آدمی عنبر، گندھک اور شیشہ کی طرح تنکوں اور کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اگر وہ اپنا ہاتھ کسی لڑکے کے بالوں کے قریب لیجاتا تو بال بالکل اسی طرح کھڑے ہوجاتے جس طرح خطرے کے وقت ہو جاتے ہیں۔

اب چونکہ لوگ بجلی کی زیادہ مقدار سے تجربہ کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے تجربہ کیا کہ جب بجلی کسی ایک چیز سے دوسری چیز میں ہوا کے ذریعہ سے جاتی ہے تو ایک "چمک" سی پیدا ہوتی ہے اور ان "برقی شراروں" کے بعد ایک کڑک ہوتی ہے، اس لئے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ بجلی ہی ہے جو ایک بادل سے دوسرے بادل میں جاتی ہے اور شرارے اور کڑک پیدا کرتی ہے۔

برسات کے ایک دن کا خیال کرو جب تم بورڈنگ کے سامنے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ تم نے دیکھا کہ ایک جھاڑی ہل رہی ہے۔ بس تم کو فوراً معلوم ہوگیا کہ اس کے پیچھے کوئی دبکا بیٹھا ہے۔ تم نے اس کا پیچھا کیا۔ بالکل اسی طریقے سے بجلی بھی دریافت کی گئی۔ بجلی عنبر میں چھپی بیٹھی تھی اور اس نے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ ہمیں معلوم ہوگیا کہ عنبر میں کوئی پوشیدہ خاصیت ہے۔ آج سے دو ہزار برس پیشتر دنیا کی ہر چیز میں یہی پوشیدہ خاصیت تھی لیکن ملکہ الزبتھ کے عہد میں جاکر ہمیں یہ معلوم ہوا۔ ہم نے اپنی خادمہ سے اسی زمانہ میں مفید کام لینے شروع کئے بلکہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں ہماری خادمہ نے عجیب و غریب کام کرنا شروع کر دیئے۔

اس کی دیر کی وجہ یہ ہوئی کہ ہماری خادمہ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھی۔ کسی چیز میں تھوڑی سی بجلی پیدا کرنے کا یہی مطلب تھا کہ ہم اسے خواہ مخواہ تنگ کر رہے ہیں۔ ہم ایک چیز سے دوسری چیز میں بجلی لے جاتے تھے جس سے پہلی چیز میں بجلی کم رہ جاتی تھی اس لئے بجلی کو جب کوئی موقع ملتا تو وہ پہلی چیز میں آجاتی۔ اس لئے جب تک بجلی بے سروسامانی کی حالت میں تھی ہم اس سے کام کس طرح لے سکتے تھے! لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود اس وقت لوگوں نے بجلی کو اپنے لئے کچھ نہ کچھ مفید بنا ہی لیا۔ انھوں نے تجربہ کرکے دیکھ لیا کہ بجلی کسی دھات کے تار کے ذریعہ سے ایک سرے سے دوسرے سرے پر بڑی تیزی سے جاتی ہے۔ اس سے ان کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبریں بھیجنے کا خیال آگیا۔ انھوں نے اس کا تجربہ کیا لیکن بجلی دھات کے تار سے کود کر زمین میں چلی جاتی یا ایسی ہی اور حرکتیں کرتی۔ آیندہ چل کر ہم تمھیں بتائیں گے کہ بجلی کو کس طرح مہذب بنایا گیا۔

تاریخ

سلطان صلاح الدین ایوبی

فاتح بیت المقدس

۱۔ ۱۰۹۹ء میں جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر فتح پائی۔ تو غریب مغلوب مسلمان۔ مرد۔ عورتیں۔ بچے اور بوڑھوں سے جو دردناک سلوک کیا گیا۔ اس کے بیان کرنے سے دل لرزتا ہے۔ ایک فرانسیسی مورخ "مجاڈ" لکھتا ہے۔ کہ جس جگہ مسلمان عیسائیوں کو ملے۔ بے محابا قتل کرڈالے گئے۔ اور عیسائی جب مسجد عمرؓ میں داخل ہوئے دیکھا وہ مسلمانوں سے کھچا کھچ بھری پڑی ہے۔ تو انھوں نے اس ظالمانہ طور اور بیدردی سے قتل کیا۔ کہ تہذیب وانسانیت آجتک ان مظالم پر ماتم کررہی ہے۔ "ریمنڈ دی اگلیز" اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے۔ کہ مسجد کے اندر اور باہر ٹخنوں تک خون تھا۔ اس بدروش سے ستر ہزار مسلمان قتل ہوگئے"۔

۲۔ جب کئی مفرور مسلمانوں نے دمشق میں یہ غمناک خبر پہنچائی۔ اور خونریزی کی جگرخراش خبریں سنائیں۔ تو ۵۶۹ھ میں ملک العادل نورالدین زنگی نے بیت المقدس فتح کرنے کا مصمم عزم کرلیا۔ مگر فرشتہ اجل نے اس کی کوششوں کو ضائع کردیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا گیارہ سالہ بیٹا تخت نشین ہوا۔ صلاح الدین نے اس کو شکست دیکر ملک عادل کا خطبہ جاری رکھا۔ مگر بوجہ نالائق درباریوں کے مصر وشام کے تعلقات خراب ہوتے چلے گئے۔ آخر صلاح الدین نے اس پر چڑھائی کرکے فتح کرلیا جس سے اس کے ملک میں بہت سی توسیع ہوگئی۔

۳۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بھی ان مظالم سے جو عیسائیوں نے بیت المقدس پر کئے۔ غافل نہ تھا۔ اس نے قسم کھائی۔ کہ اس خونریزی کا بدلہ لئے بغیر آرام سے نہ رہیگا ادھر سے عیسائی بھی بیخبر نہ تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ہمارے آبا و اجداد نے آج سے بانوے سال پہلے کیسا زہرہ شگاف سلوک مسلمانوں سے روا رکھا تھا۔ اسلئے انھیں اپنی رسوائی کا پورا یقین تھا۔

آخرکار ۱۷ ربیع الاول ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین نے یروشلم (بیت المقدس) پر چڑھائی کرکے سر کرلیا۔ چاہیئے تھا۔ کہ ان سب سے بھی وہی سلوک کیا جاتا۔ جو انھوں نے مسلمانوں سے کیا تھا۔ مگر مسلمان بادشاہوں میں اتنا ترس تھا۔ کہ سلطان نے بجز یونانی اور شامی عیسائیوں کے باقیوں کو زر مخلصی (فدیہ بشرح دس دینار فی مرد پانچ دینار فی عورت اور دو دینار فی بچہ) ادا کرنے کے بعد جملہ عوام کو جلاوطن ہونے کا حکم دیا۔ عیسائیوں کو ایسے سلوک کی ہرگز توقع نہ تھی۔ انھوں نے بہت خوشیاں منائیں "جان بچی لاکھوں پائے"۔ لیکن جب میعاد مقررہ کے بعد جانے کا حکم ہوا۔ تو بڑا دردناک منظر پیش آیا۔

۴۔ سلطان بھی ایک اونچے تخت پر بیٹھا یہ المناک سین دیکھ رہا تھا۔ کہ چند عورتوں نے (جن میں ملکہ بھی تھی) فریاد کی۔ کہ اگر ہمارے شوہر رہا ہوجائیں۔ تو جلاوطنی کے مصائب کم ہوجائیں"۔ سلطان کے دل میں انکی فریاد سنکر رحم وعفو کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور انکے شوہروں کو رہا کردیا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جن سے کوئی فدیہ وصول نہیں کیا گیا تھا۔

سلطان کے بھائی ملک عادل ثانی نے اپنی جنگی خدمات یاد دلاکر ایک ہزار عیسائی غلام اور بہت سا انعام واکرام حاصل کیا۔ اور پھر کمال فراخدلی سے ان غلاموں کو بھی رہا کردیا۔ بھائی کی یہ سخاوت دیکھکر سلطان کو بھی رشک پیدا ہوا۔ اور اس نے تمام یونانی وشامی عیسائیوں کو بغیر فدیہ لئے رہا کردیا۔ مگر ان کو جاتے ہوئے دیکھا کہ چند آدمی اپنے پیرانہ سال والدین کو اٹھائے جارہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھکر اسکا دل بے قابو ہوگیا۔ اور اجازت دی۔ کہ وہ شہر ہی میں رہکر عیسائی حاجیوں کی خبرگیری کیا کریں۔ یہ تھی مسلم شہنشاہوں کی فیاضی۔

۵۔ اب ہم آپکو صلاح الدین کی اوائل زندگی کا مختصر حال بتانا چاہتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ اس نے صرف بیت المقدس فتح کیا بلکہ اس نے بیشمار کامیابیاں حاصل کیں۔ سلطان صلاح الدین کا باپ نجم الدین اور چچا اسدالدین شیرکوہ بڑے نامی گرامی اشخاص ہوگزرے ہیں۔ ۱۲ رمضان کو پیدا ہوا۔ اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے دمشق کا کوتوال ہوگیا۔ اسکے بعد اپنی حسن لیاقت سے شام کا وزیر کردیا گیا۔ اور بالآخر مصر کا گورنر ہوتے ہوئے شام کے بادشاہ خوردسال کو شکست دیکر ملک پر قابض ہوگیا۔ اسکے زیر حکومت مصر۔ شام۔ عراق۔ بحرین۔ یمن۔ افریقہ کے بعض ممالک تھے۔ اور ۲۷ رصفر ۵۸۹ھ

۴۴ کو یہ فاتح بیت المقدس راہی ملک بقا ہوا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

جغرافیہ

دنیا میں قیمتی اجناس کی تقسیم

کسی قسم کی جنس کے لئے آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور جو آب وہوا ایک جنس کے لئے فائدہ مند ہو۔ وہ جنس اسی ملک میں ہوتی ہے۔ جس کی آب وہوا اسکو موافق ہو۔ ذیل میں میں مشہور اجناس کی جائے پیداوار پر روشنی ڈالتا ہوں۔

(۱) گیہوں:۔ اس کے لئے شروع میں سردی اور پکتے وقت گرم وخشک آب ہوا مفید ہوتی ہے۔ بارش کم زمین میں چکنی مٹی اور ریت کا ملاپ ہونا چاہیئے۔ یہ منطقہ معتدلہ کا پودا ہے۔ گرم منطقہ معتدلہ میں سردی کے موسم میں ہوتا ہے۔ لیکن سرد منطقہ معتدلہ میں جس میں کینیڈا انگلستان فرانس شامل ہیں۔ صرف گرمی کے موسم میں پیدا ہوتا ہے سخت گرمی اور مرطوب آب وہوا اسکے لئے بہت مضر ہے یہ زیادہ تر اضلاع متحدہ۔ ہندوستان روس کینیڈا۔ فرانس ہنگری ارجنٹائن اسٹریلیا میں ہوتا ہے۔ آسٹریلیا میں ملبورن اضلاع متحدہ میں نیویارک ہندوستان میں کراچی روس میں اڈیسہ کینیڈا میں مالٹریال اور ارجنٹائن میں بونس آئرز کی بندرگاہوں سے ممالک دساور کو بھیجا جاتا ہے۔

(۲) جو:۔ گیہوں کی نسبت زیادہ سرد اور مرطوب آب وہوا میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر ہندوستان کے اضلاع متحدہ۔ گریٹ برٹن اور جرمنی میں پیدا ہوتا ہے۔ یورپ میں اکثر جو سے شراب بنائی جاتی ہے۔

(۳) چاول:۔ اس کے لئے گرم اور مرطوب آب وہوا چاہیئے۔ اس لئے یہ مانسون ہواؤں کے ملکوں میں جو منطقہ حارہ یا اس کے نزدیک واقع ہوں اور جہاں دریاؤں میں طغیانیاں آیا کرتی ہیں بہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بنگال بہار برما۔ اور مغربی ساحل کے میدان میں انام سیام وچین جاپان میں کثرت سے ہوتا ہے۔ زیادہ تر چاول اضلاع متحدہ کے جنوبی حصے اور اٹلی میں بھی ہوتا ہے۔ اور رنگون کلکتہ بنکاک اور سیلون کی بندرگاہوں سے باہر جاتا ہے۔ [illegible] کے ملکوں کے لوگوں کی بڑی خوراک چاول ہے۔ یورپ میں چاول کم کھاتے ہیں اور اکثر چاولوں سے نشاستہ بنایا جاتا ہے۔ جاپان میں چاول سے کئی قسم کی شراب بنائی جاتی ہے۔

(۴) کھانڈ:۔ یہ اکثر گنے کے رس سے بنائی جاتی ہے۔ گنے کے لئے گرم مرطوب آب وہوا اور زرخیز زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ آتش فشاں پہاڑ کی مٹی خاص طور پر اس کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ ہندوستان میں گنا زیادہ تر بنگال بہار صوبجات آگرہ و اودھ اور مدراس میں ہوتا ہے۔ جزائر شرق الہند خاصکر جاوا میں جزیرہ ماریشس مدغاسکر جزائر غرب الہند میں خاصکر جمیکا میں اور برٹش گیانا میں بہت گنا پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں سب دنیا سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کھانڈ ہندوستان میں دوسرے ملکوں سے آتی ہے۔ اور خاصکر جاوا ماریشس سے آجکل کھانڈ چقندر سے بھی بنائی جاتی ہے۔ چقندر کے لئے سرد آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ زیادہ تر جرمنی روس آسٹریلیا۔ بلجیم ہنگری میں پیدا ہوتا ہے اور جرمنی و آسٹریلیا سے ہندوستان کو کھانڈ آتی ہے۔

(۵) چائے:۔ اس کے لئے خالی مرطوب آب وہوا کی اور ڈھلوان زمین کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ بارش کا پانی پودے کی جڑوں میں ٹھہرا نہ رہے۔ اور پودے کو نقصان نہ پہنچائے۔ بارش کافی اور لگاتار ہونی چاہیئے۔ تاکہ نئے پتے نکلتے رہیں۔ یہ ہندوستان میں زیادہ تر۔ آسام۔ دارجلنگ دیرہ دون۔ کانگڑہ۔ اور نیلگری کی پہاڑیوں پر ہوتی ہے۔ چائے لنکا چین۔ جاپان میں بھی بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ کچھ جاوا و نٹال میں ہندوستان کی چائے زیادہ تر کلکتہ کی بندرگاہوں سے باہر بھیجی جاتی ہے۔

(۶) قہوہ:۔ اس کے لئے بھی بہت گرم مرطوب آب وہوا اور ڈھلوان زمین چاہیئے۔ عمدہ قہوہ دو ہزار سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ اسکا پودا پالا پڑنے سے بہت جلد خراب ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہ صرف منطقہ حارہ میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہ کورگ اور ٹراونکور کی ریاست میں ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ قہوہ [illegible] برازیل میں پیدا ہوتا ہے اور ریو ڈی جنیرو (ریوڈی جنیرو) کی بندرگاہ سے باہر جاتا ہے۔ قہوہ جنوب مغربی حصے

عرب و ابی سینا - جاوا - سماٹرا اور جزائر عرب الہند میں بھی ہوتا ہے -

(۷) روئی: - یہ کپاس سے حاصل کی جاتی ہے - اور کپاس کے لئے گرم مرطوب آب وہوا اور سیاہ مٹی چاہیئے - لیکن بارش کی زیادتی اُسے نقصان پہنچاتی ہے - ہندوستان میں یہ زیادہ تر گجرات - کاٹھیاوار - برار میں جہاں سیاہ مٹی پائی جاتی ہے - اور پنجاب میں جہاں نئی نہروں کے کھدنے کے سبب سے بہت سی بنجر زمین زیر کاشت لائی گئی ہے - پنجاب میں امریکن کپاس کی کاشت سائنٹفک طریقوں سے کی جاتی ہے - اور سندھ میں اور مدراس میں بھی کپاس ہوتی ہے دنیا میں سب سے زیادہ روئی اضلاع متحدہ کے جنوبی اور جنوب مشرقی ریاستوں میں پیدا ہوتی ہے - اور نیوا ورلینز کی بندرگاہ سے باہر بھیجی جاتی ہے - روئی مصر سوڈان چین جاپان کے جنوبی حصہ اور برازیل میں بھی ہوتی ہے -

(۸) اُون: - یہ بھیڑوں سے حاصل ہوتی ہے - جو زیادہ تر خشک علاقوں میں پائی جاتی ہیں - ان کے لئے وسیع چراگاہوں کی ضرورت ہوتی ہے - جو غیر آباد ملکوں میں جہاں وسیع علاقے بنجر پڑے ہیں - پنجاب کشمیر - سندھ بلوچستان اور راجپوتانہ میں بہت پائی جاتی ہیں - سب سے زیادہ بھیڑیں آسٹریلیا میں نیوزی لینڈ - جنوبی افریقہ اور ارجنٹائن میں پائی جاتی ہیں اور انہیں ملکوں سے اُون باہر کے ملکوں کو بھیجی جاتی ہے -

(۹) ریشم: - (ریشم) کے کیڑوں سے حاصل ہوتا ہے - جن کا گزارا شہتوت کے پتوں پر ہوتا ہے - شہتوتوں کے لئے قدرے گرم مرطوب آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے - ہندوستان میں ریشم کے کیڑے زیادہ تر کشمیر کی گھاٹی و بنگال برما میں پلے جاتے ہیں - چین جاپان اٹلی اور جنوبی فرانس میں بھی ریشم بہت پیدا ہوتا ہے - پنجاب میں نہروں کے کنارے شہتوت کے درخت لگائے گئے ہیں -

رینی گیج

یا

بارش ناپنے کا آلہ

اقبال و شمیم دو دوست تھے اور ہمعمر بھی تھے - برسات کا موسم تھا - کالے کالے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے - ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی - یہ دونوں دوست بھی ہنسی خوشی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں شمیم کا چھوٹا بھائی نسیم بھاگا ہوا آیا اور کہنے لگا -

بھائی جان! ابا کہہ رہے ہیں کہ کل ۱½ انچ بارش ہوئی -

اقبال - ڈیڑھ انچ !-

شمیم - ہاں تعجب کیا ہے - کل سے پانی برس ہی رہا ہے -

اقبال - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر پانی ناپا کیسے جاتا ہے ؟

شمیم - واہ جناب آپکو یہی نہیں معلوم

اقبال - بھائی آخر بتاؤ نا، کس طرح ناپا جاتا ہے ؟ یہ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی -

شمیم - اس میں مہربانی کی کیا بات ہے - لو سنو! بارش کا تمام پانی رینی گیج (Rain gage) سے ناپا جاتا ہے -

اقبال - "رینی گیج" کیا ؟

شمیم - یہ پانی ناپنے کا ایک آلہ ہوتا ہے - کوئی چھ انچ کے قریب لمبا ہوتا ہے جب بارش شروع ہوتی ہے تو اس کو صحن میں رکھ دیتے ہیں - اور بارش کے ختم ہونے پر اُس کے اندر کا پانی پیمانہ سے ناپ لیتے ہیں - پیمانہ میں انچ کے نشانات بنے ہوتے ہیں - جتنے انچ تک یہ پانی ہوتا ہے بس اُتنے ہی انچ بارش سمجھی جاتی ہے - اب تو سمجھ گئے ؟

اقبال - ہاں اب سمجھ گیا - یہ پانی ایک آلہ سے ناپا جاتا ہے جسکو "رینی گیج" کہتے ہیں - لیکن بھئی ایک بات تو رہ ہی گئی - اس کی شکل کیسی ہوتی ہے ؟

شمیم - گول شکل کا تم نے کوئی لمبا ڈبہ دیکھا ہے ؟

اقبال - بہت -

شمیم - بس بالکل اسی طرح کا ہوتا ہے - بارش کے وقت اس کا منہ کھول دیا جاتا ہے اور پانی اس میں جمع ہوتا رہتا ہے جسے آخر میں ناپ

ہمارا وطن

چھوٹے بچوں کے لئے

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن   محبت کی آنکھوں کا تارا وطن

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ اُس کے درختوں کی تیاریاں   وہ پھل پھول پودے وہ پھلواریاں

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

ہوا میں درختوں کا وہ جھومنا   وہ پتّوں کا پھولوں کا مُنہ چُومنا

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار   وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوہار

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل کے مور   وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

اسی سے ہے اس زندگی کی بہار   وطن کی محبت ہو یا ماں کا پیار

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

(چکبست لکھنوی)

بدی کا بدلہ

(ایک افسانہ)

کسی مدرسہ کی دسویں جماعت میں قدیر اور مشتاق دو لڑکے پڑھتے تھے قدیر، مشتاق سے گو عمر میں بہت کم تھا اور غریب شخص کا لڑکا بھی تھا، لیکن علم کے شوق نے اُسے ایک ایسا ہونہار طالب علم بنا دیا تھا کہ ہر معلم قدیر کو ذہین اور ہوشیار سمجھ کر ہمیشہ مفت پڑھانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مشتاق باوجودیکہ امیر آدمی کا لڑکا تھا اور علاوہ اسکول کے دو ماسٹر بھی صبح و شام گھر پر پڑھانے آتے تھے لیکن چونکہ کند ذہن تھا اور جبتک سبق پلا پلا ہوا رٹ نہ لیتا یاد نہ ہوتا تھا اسی لئے میدان مقابلہ میں وہ ہمیشہ قدیر سے پیچھے رہتا اور اُسکو دیکھ دیکھ کر جلا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امتحان سالانہ سے پانچ مہینے پہلے قدیر بہت سخت بیمار ہوا اور اُسی دوران میں اُس کے پیٹ میں ایک پھوڑا بھی نکل آیا جسکا منہ اندر کی جانب تھا جب دوا سے فائدہ نہ ہوا اور پھوڑے نے اندر ہی اندر بڑھکر تمام پیٹ میں اپنا تسلط جما لیا تو حالت بہت خطرناک ہوگئی اور ڈاکٹر نے رائے دی کہ اگر مریض ایک انچ گہرا نشتر لگایا جانا برداشت کر سکے، تو بچنے کی کچھ امید کی جا سکتی ہے۔ مگر قدیر بیچارے میں اتنی طاقت کہاں! اس نئے عمل جراحی سے اختلاف کیا گیا اور بجائے اُس کے کسی فقیر کی بتائی ہوئی ایک چھال گھس کر پھوڑے پر لگائی جانے لگی جس سے اُس کا منہ باہر کی طرف ہو گیا۔ پھوڑا جب ٹوٹا تو سیروں مواد نکلا جس کی وجہ سے قدیر اس درجہ نحیف و کمزور ہو گیا کہ مہینوں اُٹھنے بیٹھنے سے معذور رہا۔

یہ وقت وہ تھا جبکہ مشتاق کی مانگی مراد بر آئی تھی کیونکہ جب سے اُس نے مدرسہ میں اپنا نام لکھایا اور قدیر سے دوستی ہوئی وہ خود کو قدیر کے مقابلہ میں کمزور اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل پا کر ہمیشہ یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے قدیر کو کچھ نقصان پہنچتا تو اچھا تھا۔ اول یہ کہ وہ ذہین تھا دوسرے ہر شخص کے ساتھ نیکی کرنا اُسکی عادت میں داخل تھا۔ انہیں تمام باتوں سے قدیر نے سب کے دلوں میں گھر کر لیا تھا لیکن مشتاق گھر اور باہر دونوں جگہ حقیر سمجھا جاتا تھا۔

بیماری کی حالت میں ظاہری ہمدردی کے طور پر مشتاق، قدیر کے ہاں کئی مرتبہ گیا اور تسلی بخش باتوں سے اُس کا غم غلط کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ تم امتحان کی کچھ پرواہ نہ کرو خدا نے چاہا اچھے ہو گئے تو کتنے امتحان پاس کر لوگے۔ شکر کرو کہ امتحان کے قریب بیمار نہیں پڑے ورنہ بالکل ہی ہاتھ دھو بیٹھتے اب اگر دو مہینہ بھی آرام کیا تو دو ہی مہینے امتحان سالانہ کے باقی رہ جائیں گے ماشاء اللہ ذہین ہو صرف کتابوں پر ایک نظر ثانی کی ضرورت ہو گی"۔

گھر میں تو مشتاق ایسی باتیں بناتا اور جب جاتا تو باہر ہی باہر قدیر کے کمرے میں سے اُس کے پڑھنے کی جتنی کتابیں ہاتھ لگتیں چرا کر لیجاتا یہاں تک کہ اُس نے ساری الماری کی الماری خالی کر دی اور اپنے سب دوستوں سے جو اُس سال امتحان انٹرنس میں شریک ہونیوالے تھے کہدیا کہ وہ قدیر کو اگر کوئی کتاب مانگنے آئے تو ہرگز نہ دیں اور نہ اپنے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیں

جب قدیر بالکل اچھا ہو گیا تو امتحان کی سوجھی اور کمرے میں جا کر الماری کھولی تو ایک کتاب بھی نظر نہ آئی خیال ہوا کہ شاید گھر والوں نے کہیں رکھ دیا ہو۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ سب کتابیں الماری میں تھیں۔ تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا سوچنے لگا کہ آخر گئیں تو کہاں گئیں، گھر میں سوائے مشتاق کے کوئی دوسرا آیا گیا نہیں اور وہ ایسا کر نہیں سکتا کیونکہ اُس سے یہ امید نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی باہر والے کی شرارت ہے" اب کیا کرے؟ بیچارا غریب آدمی تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے آخر کار یہ سوچا کہ مشتاق اُسکا دوست ہے وہ شاید اس غریبی اور مصیبت پر کچھ رحم کھائے اور اپنی کتابیں چند روز کے لئے پڑھنے کو دیدے۔ لیکن وہ کب سکا پڑھنا لکھنا دیکھ سکتا جب جاتا ہر دفعہ کچھ نہ کچھ بہانے کر کے ٹال دیتا تھا۔

اسیطرح تمام دوستوں نے قدیر کو امتحان کے موقع پر کتابیں دینے سے انکار کر دیا لیکن اُسکی تعلیم اپنے ہم جماعتوں کی طرح درجہ کی کتابوں ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اُسنے لائبریری کی بہت سی دوسری انگریزی اور اردو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا جس سے اُسکی معلومات میں بہت اضافہ ہو گیا تھا امتحان کیلئے اُسنے صرف حساب۔ الجبرا۔ اور جامیٹری میں۔ لائبریری سے کتابیں لا کر تو ضرور محنت کی اور باقی وقت اخبار بینی میں گذارا امتحان ہوا۔ دو مہینے کے شدید انتظار کے بعد نتیجہ نکلا۔ قدیر سکنڈ ڈویژن میں پاس تھا لیکن مشتاق کا نام نتیجہ کی فہرست میں کہیں نظر نہ آیا۔

ایک نصیحت آموز قصہ

کملا بارہ برس کی ہو چکی تھی۔ وہ علم وفن دونوں میں یکتا تھی۔ یہ برہمن نسل سے تھی۔ اس کا باپ محکمہ مالگزاری میں تیس روپے ماہوار کا منشی تھا۔ یہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے، اور کوئی ملکیت نہ تھی۔ مختصر یہ کہ اس کی زندگی کا دارومدار اس قلیل تنخواہ پر تھا۔ اس سے دس آدمیوں کی پرورش تھی۔ اس لحاظ سے اس کے خانگی حالات قابل رحم اور ناقابل بیان ہیں۔ اکثر ان پر فاقے گزرتے۔ اس کا نام گنگا رام اور اس کی بیوی شانتی تھی۔ اسکے چار لڑکیاں رادھا۔ تلسی۔ سیتا اور کملا تھیں اور چھ لڑکے راما۔ نارائن۔ مادھو۔ شاما۔ سیتو اور راجو تھے۔ گنگا رام کے لئے یہ لاینحل عقدہ تھا کہ کس طرح اتنے بڑے خاندان کی پرورش کرے۔ اسوجہ سے لڑکوں کی تعلیم بھی نہ ہو سکی۔ یہ لڑکے گلیوں میں آوارہ گردی کرتے پھرتے۔ گنگا رام نے پہلے تین لڑکیوں کی شادی ایک دوست کیشو رراؤ کے توسط سے اچھے خاندانوں میں کردی۔ اب سب سے اخیر لڑکی کملا کی شادی کا مسئلہ گنگا رام اور اس کی بیوی کیلئے ایک حل طلب عقدہ تھا۔ حقیقت میں لڑکی نہایت خوبصورت اور ہوشیار تھی۔ اکثر لوگوں نے کملا کے جہیز میں بہت سا روپیہ مانگا۔ لیکن ماں باپ اتنے غریب تھے کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں روپیے نہ دے سکتے تھے۔ ان مجبوریوں سے وہ کملا کی شادی نہ کر سکتا تھا۔ گنگا رام کے پڑوسی اس پر ہنسی اڑاتے تھے کہ لڑکی جوان ہوگئی لیکن ابھی تک شادی نہیں کی۔ اور جب پڑوسنیں گنگا رام کی بیوی سے ملتیں تو کہتیں کہ "تم کب اس لڑکی کی شادی کردوگی؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خاوند بالکل بے فکر ہے۔ جب تک کہ تم رات دن اس کا پیچھا نہ کروگی وہ شادی نہیں کرے گا" بیچاری شانتی ان طعن و تشنیع کو ٹھنڈے دل سے سنتی۔ اس کا خاوند دن بھر کا تھکا ہوا کچہری سے آتا۔ اس کی بیوی نہایت سنجیدہ تھی۔ اس نے کبھی ہمسایوں کی نسبت ملامت کا ذکر اپنے شوہر سے نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے خاوند کو کملا کی شادی جلد کرنے کی ترغیب دیتی تھی۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ گنگا رام نہایت مشکل میں تھا کہ لڑکی کی شادی کس طرح کی جائے۔ اس کے دماغ میں یہ خیال کبھی نہ آیا تھا کہ ایک جوان مالدار لڑکے سے بغیر روپیے کے شادی ہو سکے۔

ایک دن ایک بڈھا برہمن گنگا رام کے پاس آیا۔ اور کہا کہ تمہاری لڑکی کی شادی اگر میرے بھانجے کیساتھ کردی جائے تو ٹھیک ہوگا۔ لکشمن جس کے ساتھ کملا کی شادی ہوئی ۴۶ سال کا تھا۔ اس کی آمدنی اوسط درجہ کی تھی۔ اس کے لئے یہ امر دقت طلب تھا کہ ایک اور متنفس کو زیادہ کرے۔ اس کی پہلی بیوی سے بہت سے بچے تھے۔ بڈھا برہمن جو گنگا رام کے پاس آیا تھا۔ اس نے دھوکا دیا کہ وہ مالدار ہے۔ لیکن اب یہ مجبور تھا اس لئے کہ کملا کی شادی ہو چکی تھی۔ دو سال گزر گئے اور اس لڑکی کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی۔ لکشمن ٹکٹ فروش تھا۔ اس کو ایک بہت بڑے کنبہ کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ اس کی کوئی جائداد نہ تھی۔ لکشمن اکثر کملا کو اس کے کام کاج میں روڑے اٹکاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے آٹھ لڑکے تھے جو کملا کو دق کیا کرتے تھے۔ لکشمن کے لڑکے تعلیم یافتہ نہ تھے۔ یہ تمام پولیس میں ملازم تھے۔ جوں ہی یہ جوان ہوئے وہ ماں باپ سے علیحدہ ہوگئے اور وہ اپنے آرام کے دلدادہ تھے۔ ان خود غرضیوں نے بڈھے باپ لکشمن کو بیمار ڈالدیا اور آخر کار اس کو دق ہوگئی اور یہ ۶۷ سال کی عمر میں راہی اجل ہوا۔ اب کملا کے لئے کوئی سہارا نہ تھا۔ وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ اس پر ابھی تین یا چار مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ ہر دن اس کے لئے ایک نئی مصیبت لاتا۔ کوئی شخص اس کا خبر گیرا نہ تھا۔ اس کو سوسائٹی سے علیحدہ کردیا گیا تھا۔ اور لوگ مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

قصے کہانیاں

راجہ بیربل کی عقلمندی

تم نے غالباً بیربل کا نام سنا ہوگا۔ اور اس کے لطیفے بھی سنے ہوں گے۔ لیکن شاید تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کون شخص تھا جن دنوں اکبر بادشاہ بادشاہت کر رہا تھا، اُن دنوں آگرہ کے پاس ایک گاؤں میں ایک ہندو رہتا تھا اس کے ایک لڑکا تھا، جو بہت چالاک وچست تھا جب اس کے باپ کا آخری وقت آپہنچا تو اُس نے اپنا سارا سرمایہ اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔ بیٹا گاؤں چھوڑ کر آگرہ چلا گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی دوکان کرلی۔ اسی زمانے میں اکبر بادشاہ کے پاس ایک نوکر رہتا تھا۔ بادشاہ نے ایک دن اس سے کہا کہ پان بنا لاؤ۔ نوکر پان بنا لایا۔ لیکن اتفاق کی بات چونہ زیادہ تھا۔ اکبر کا منہ کٹ گیا۔ لیکن اُس نے نوکر سے اس کی بابت کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نوکر سے کہا کہ بازار سے ایک روپیہ کا چونہ لے آؤ۔ نوکر دوڑا ہوا بازار گیا اور بیربل کی دوکان پر پہنچا۔

نوکر۔ ایک روپیہ کا چونہ جلد دیدو۔

بیربل۔ تم کون ہو؟ اور کس نے یہ چونہ منگایا ہے؟

نوکر۔ میں اکبر بادشاہ کا نوکر ہوں۔

بیربل۔ معلوم ہوتا ہے تم نے بادشاہ کی کوئی خطا کی ہے!

نوکر۔ نہیں تو، میں ابھی بادشاہ کیلئے پان بنا کر آیا ہوں۔

بیربل سمجھ گیا اور نوکر سے کہنے لگا "اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو ابھی دو سیر گھی کچا پی جا۔ اور چونہ لے جا۔ ورنہ تیرا زندہ رہنا مشکل ہے"۔

نوکر۔ (کچھ سمجھ کر) اچھا دو سیر گھی لا دو۔ پیے لیتا ہوں

نوکر گھی پینے کے بعد چونا لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔

بادشاہ۔ "اسے کو تو"

نوکر۔ " حضور۔ کوٹ لیا"

"ابھی سب کھا جاؤ ورنہ گولی سے مار دیئے جاؤ گے"

"اچھا حضور" کہہ کر بیچارے غریب نوکر نے سب چونہ کھا لیا لیکن گھی پیکر آیا تھا فوراً قے ہوگئی اور چونہ سب نکل گیا۔

تھوڑے دنوں بعد نوکر اچھا ہوگیا اور بیربل کے پاؤں پڑ گرا۔

بیربل۔ اچھا تم اس قصہ کو بادشاہ سے کہو۔

نوکر۔ " جاتا ہوں"

تھوڑی دیر کے بعد نوکر بادشاہ کے محل میں داخل ہوتا ہے۔ بادشاہ اُس کو بخیر زندہ دیکھ کر متعجب ہوجاتا ہے۔

بادشاہ۔ " تو مرا تو نہیں"

نوکر۔ آپ نے تو مارنے کی پوری ترکیب کی تھی لیکن بڑے بادشاہ نے مجھے بچا لیا"

نوکر نے بادشاہ سے بیربل کا سارا قصہ سُنایا۔ بادشاہ نے بیربل کو فوراً بلایا۔ اس کی عقلمندی پر بہت تحسین وآفریں کی۔ اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔

لطائف

ایک افیونی اور اُس کا نوکر چھت پر کھڑے تھے کہ افیونی گر پڑا کمبخت کو یہ تو پتہ نہ لگا کہ میں گرا ہوں۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ مجھ میں اور نوکر میں فاصلہ ہوگیا ہے نوکر سے کہا۔

افیونی۔ "ارے میں گرا ہوں کہ تو"

نوکر۔ حضور! آپ گرے ہیں۔ میں تو نہیں گرا"۔

افیونی۔ "ابے! میں گرا تو ہائے رے"

آدمی (متعلم سے) "آپ کا اسم شریف کیا ہے۔

متعلم " ابھی تک تو ہم نے صرف اسم ظرف ہی پڑھا ہے۔ حضور"

ایک نصیحت آموز قصّہ

کملا بارہ برس کی ہو چکی تھی۔ وہ علم وفن دونوں میں یکتا تھی۔ یہ برہمن نسل سے تھی۔ اس کا باپ محکمہ مالگذاری میں تیس روپے ماہوار کا منشی تھا۔ یہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے، اور کوئی ملکیت نہ تھی۔ مختصر یہ کہ اس کی زندگی کا دارومدار اس قلیل تنخواہ پر تھا۔ اس سے دس آدمیوں کی پرورش تھی۔ اس لحاظ سے اس کے خانگی حالات قابل رحم اور ناقابل بیان ہیں۔ اکثر ان پر فاقے گزرتے۔ اس کا نام گنگا رام اور اس کی بیوی شانتی تھی۔ اسکے چار لڑکیاں رادھا۔ تلسی۔ سیتا اور کملا تھیں اور چھ لڑکے راما۔ نارائن۔ مادھو۔ شاما۔ سیتو اور راجو تھے۔ گنگا رام کے لئے یہ لاینحل عقدہ تھا کہ کس طرح اتنے بڑے خاندان کی پرورش کرے۔ اسوجہ سے لڑکوں کی تعلیم بھی نہ ہو سکی۔ یہ لڑکے گلیوں میں آوارہ گردی کرتے پھرتے۔ گنگا رام نے پہلے تین لڑکیوں کی شادی ایک دوست کیشو رراؤ کے توسط سے اچھے خاندانوں میں کردی۔ اب سب سے اخیر لڑکی کملا کی شادی کا مسئلہ گنگا رام اور اس کی بیوی کیلئے ایک حل طلب عقدہ تھا۔ حقیقت میں لڑکی نہایت خوبصورت اور ہوشیار تھی۔ اکثر لوگوں نے کملا کے جہیز میں بہت سا روپیہ مانگا۔ لیکن ماں باپ اتنے غریب تھے کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں روپیے نہ دے سکتے تھے۔ ان مجبوریوں سے وہ کملا کی شادی نہ کرسکتا تھا۔ گنگا رام کے پڑوسی اس پر ہنسی اڑاتے تھے کہ لڑکی جوان ہوگئی لیکن ابھی تک شادی نہیں کی۔ اور جب پڑوسنیں گنگا رام کی بیوی سے ملتیں تو کہتیں کہ "تم کب اس لڑکی کی شادی کردو گی؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خاوند بالکل بے فکر ہے۔ جب تک کہ تم رات دن اس کا پیچھا نہ کرو گی وہ شادی نہیں کرے گا" بیچاری شانتی ان طعن وتشنیع کو ٹھنڈے دل سے سنتی۔ اس کا خاوند دن بھر کا تھکا ہوا کچہری سے آتا۔ اس کی بیوی نہایت سنجیدہ تھی۔ اس نے کبھی ہمسایوں کی نسبت ملامت کا ذکر اپنے شوہر سے نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے خاوند کو کملا کی شادی جلد کرنے کی ترغیب دیتی تھی۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ گنگا رام نہایت مشکل میں تھا کہ لڑکی کی شادی کس طرح کی جائے۔ اس کے دماغ میں یہ خیال کبھی نہ آیا تھا کہ ایک جوان مالدار لڑکے سے بغیر روپیے کے شادی ہو سکے۔

ایک دن ایک بڈھا برہمن گنگا رام کے پاس آیا۔ اور کہا کہ تمہاری لڑکی کی شادی اگر میرے بھانجے کیساتھ کردی جائے تو ٹھیک ہوگا۔ لکشمن جس کے ساتھ کملا کی شادی ہوئی ۶۴ سال کا تھا۔ اس کی آمدنی اوسط درجہ کی تھی۔ اس کے لئے یہ امر دقت طلب تھا کہ ایک اور متنفس کو زیادہ کرے۔ اس کی پہلی بیوی سے بہت سے بچے تھے۔ بڈھا برہمن جو گنگا رام کے پاس آیا تھا۔ اس نے دھوکا دیا کہ وہ مالدار ہے۔ لیکن اب یہ مجبور تھا اس لئے کہ کملا کی شادی ہو چکی تھی۔ دو سال گزر گئے اور اس لڑکی کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی۔ لکشمن ٹکٹ فروش تھا۔ اس کو ایک بہت بڑے کنبہ کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ اس کی کوئی جائداد نہ تھی۔ لکشمن اکثر کملا کو اس کے کام کاج میں روڑے اٹکاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے آٹھ لڑکے تھے جو کملا کو دق کیا کرتے تھے۔ لکشمن کے لڑکے تعلیم یافتہ نہ تھے۔ یہ تمام پولیس میں ملازم تھے۔ جوں ہی یہ جوان ہوئے وہ ماں باپ سے علیحدہ ہوگئے اور وہ اپنے آرام کے دلدادہ تھے۔ ان خودغرضیوں نے بڈھے باپ لکشمن کو بیمار ڈالدیا اور آخر کار اس کو دق ہوگئی اور یہ ۶۷ سال کی عمر میں راہی اجل ہوا۔ اب کملا کے لئے کوئی سہارا نہ تھا۔ وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ اس پر ابھی تین یا چار مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ ہر دن اس کے لئے ایک نئی مصیبت لاتا۔ کوئی شخص اس کا خبرگیر نہ تھا۔ اس کو سوسائٹی سے علیحدہ کردیا گیا تھا۔ اور لوگ مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

قصے کہانیاں

راجہ بیربل کی عقلمندی

تم نے غالباً بیربل کا نام سنا ہوگا۔ اور اس کے لطیفے بھی سنے ہوں گے۔ لیکن شاید تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کون شخص تھا جن دنوں اکبر بادشاہ بادشاہت کررہا تھا، اُن دنوں آگرہ کے پاس ایک گاؤں میں ایک ہندو رہتا تھا اس کے ایک لڑکا تھا، جو بہت چالاک و چُست تھا جب اس کے باپ کا آخری وقت آپہنچا تو اُس نے اپنا سارا سرمایہ اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔ بیٹا گاؤں چھوڑ کر آگرہ چلا گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی دوکان کرلی۔ اسی زمانہ میں اکبر بادشاہ کے پاس ایک نوکر رہتا تھا۔ بادشاہ نے ایک دن اس سے کہا کہ پان بنالاؤ۔ نوکر پان بنالایا لیکن اتفاق کی بات چونہ زیادہ تھا۔ اکبر کا منہ کٹ گیا۔ لیکن اُس نے نوکر سے اس کی بابت کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نوکر سے کہا کہ بازار سے ایک روپیہ کا چونہ لے آؤ۔ نوکر دوڑا ہوا بازار گیا اور بیربل کی دوکان پر پہنچا۔

نوکر۔ ایک روپیہ کا چونہ جلد دیدو۔

بیربل۔ تم کون ہو؟ اور کس نے یہ چونہ منگایا ہے؟

نوکر۔ میں اکبر بادشاہ کا نوکر ہوں۔

بیربل۔ معلوم ہوتا ہے تم نے بادشاہ کی کوئی خطا کی ہے؟

نوکر۔ نہیں تو، میں ابھی بادشاہ کیلئے پان بنا کر آیا ہوں۔

بیربل سمجھ گیا اور نوکر سے کہنے لگا "اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو ابھی دو سیر گھی کھا پی جا۔ اور چونہ لے جا۔ ورنہ تیرا زندہ رہنا مشکل ہے"۔

نوکر۔ (کچھ سمجھ کر) اچھا دو سیر گھی لادو۔ پیے لیتا ہوں

نوکر گھی پینے کے بعد چونا لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔

بادشاہ۔ "اسے کو تو"

نوکر۔ "حضور۔ کوٹ لیا"

"ابھی سب کھا جاؤ ورنہ گولی سے مار دیئے جاؤ گے"

"اچھا حضور" کہہ کر بیچارے غریب نوکر نے سب چونہ کھا لیا لیکن گھی پیکر آیا تھا فوراً قے ہوگئی اور چونہ سب نکل گیا۔

تھوڑے دنوں بعد نوکر اچھا ہوگیا اور بیربل کے پاؤں پڑ گرا۔

بیربل۔ اچھا تم اس قصہ کو بادشاہ سے کہو۔

نوکر۔ "جاتا ہوں"

تھوڑی دیر کے بعد نوکر بادشاہ کے محل میں داخل ہوتا ہے۔ بادشاہ اُس کو بخیر زندہ دیکھ کر متعجب ہوجاتا ہے۔

بادشاہ۔ "تو مرا تو نہیں"

نوکر: "آپ نے تو مارنے کی پوری ترکیب کی تھی لیکن بڑے بادشاہ نے مجھے بچا لیا"

نوکر نے بادشاہ سے بیربل کا سارا قصہ سُنایا۔ بادشاہ نے بیربل کو فوراً بلایا۔ اس کی عقلمندی پر بہت تحسین و آفریں کی۔ اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔

لطائف

ایک افیونی اور اُس کا نوکر چھت پر کھڑے تھے کہ افیونی گر پڑا کمبخت کو یہ تو پتہ نہ لگا کہ میں گرا ہوں۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ مجھ میں اور نوکر میں فاصلہ ہوگیا ہے نوکر سے کہا۔

افیونی۔ "ارے میں گرا ہوں کہ تو"

نوکر۔ حضور! آپ گرے ہیں۔ میں تو نہیں گرا۔

افیونی۔ "اب! میں گرا تو ہائے رے"

آدمی (متعلم سے) "آپ کا اسم شریف کیا ہے"۔

متعلم "ابھی تک تو ہم نے صرف اسم ظرف ہی پڑھا ہے جضور"

تاریخی قصّے

سُلطان محمود کی پیدائش

بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود کی پیدائش سے ایک گھنٹہ پہلے اس کے باپ امیر سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کے بیچوں بیچ ایک آتشدان ہے اور اس سے ایک درخت اُگا، جو بڑھ کر اس قدر پھیلا کہ اس نے اپنے سایہ میں تمام دنیا کو ڈھانک لیا۔ اس خواب سے امیر سبکتگین چونک پڑا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ بات کیا ہے؟ اسی اثنا میں ایک قاصد آیا اور خبر لایا کہ خدائے قادر مطلق نے اسے ایک بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ سُنکر سبکتگین بہت خوش ہوا، اور بول اُٹھا کہ میں اس لڑکے کا نام محمود رکھوں گا۔ کہتے ہیں کہ جس شب میں وہ پیدا ہوا، پشاور کے قریب دریائے سندھ کے کنارے ایک بتخانہ تھا وہ یکبارگی گر گیا۔

ایک وزیر کی چالاکی

ہندوستان کی پُرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب راجہ فور ہندوستان کے تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے تمام ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور راجواڑوں نے اسکی اطاعت قبول کی۔ اس کا ایک وزیر تھا جو کہ نہایت چالاک اور ذہین تھا اور ذہانت و ذکاوت میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس وزیر نے اپنی تدبیر سے سلطنت کو خوب مستحکم کیا اور خود کو ایسا ثابت کر دکھایا کہ راجہ اسکی بڑی قدر کرنے لگا اس وزیر کی وجہ سے برہمنوں کے اختیارات میں بہت کمی ہوگئی اور انکی پہلی سی وہ شنوائی باقی نہ رہی۔ اس بنا پر وہ اس وزیر سے نفرت کرنے لگے اور یہ سازش کی کہ کسی طرح سے اس کے اثر کو زائل کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے راجہ فور کے نام اس کے مرحوم باپ کی طرف سے اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ "میں جہاں ہوں بہت خوش ہوں اور یہاں میری سلطنت کا انتظام بہت اچھا ہو رہا ہے پھر بھی مجھے اپنے وزیر کے نہ ہونے سے بڑی دقت ہو رہی ہے اس لئے کہ اس جیسا یہاں کوئی نہیں جس سے میں راج کے کاموں میں مشورہ کر سکوں۔ لہذا تم اسے میرے پاس فوراً بھیجدو"۔ اس خط کو انھوں نے لفافہ کے اندر بند کیا اور شاہی مہر لگا کر راجہ کے ایک خدمتگار کو دیدیا اور کہا کہ جب راجہ سو رہا ہو تو یہ خط اُس کے تکیہ کے نیچے رکھ دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کے وقت جب راجہ کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر خط پر پڑی اسنے اسے پڑھا اور پڑھ کر فوراً وزیر کو بلوایا اور یہ خط اسے دکھایا اور کہا کہ اب تمہیں دوسری دنیا کے لئے سامان سفر باندھنا چاہیئے۔ وزیر نے اس سے کچھ انکار نہ کیا اور جانے پر آمادہ ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ مردے لکھ نہیں سکتے اور نہ انھیں خط یا قاصد بھیجنے پر قدرت ہے۔ اسے یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ برہمنوں کی سازش ہے بہر حال اس نے راجہ سے کہا کہ اچھا مجھے ایک مہینہ کی مہلت دیجئے تاکہ میں سفر کی تیاری کر سکوں اور میں اپنے دشمنوں کو خوش کر لوں بعض نقصانات جو مجھ سے ہوئے ہیں انکی تلافی کر لوں اور جنھوں نے اچھے کام کئے ہیں انھیں انعام و اکرام دے لوں تاکہ میں امن و اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو سکوں"۔ راجہ نے یہ مہلت منظور کر لی۔ اس اثنا میں وزیر نے یہ کیا کہ باہر زمین میں ایک بڑا گڈھا کھدوایا اور اس کے چاروں طرف لکڑیاں چنوا دیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے مکان سے یہاں تک اندر ہی اندر ایک سرنگ تیار کیا جب یہ سب کچھ درست ہوگیا تو وزیر نے راجہ سے رخصت کی درخواست کی راجہ نے اپنے باپ کے نام ایک خط اسے دیا اور اسمیں یہ لکھا کہ "آپ کے حکم کے مطابق میں اپنا وزیر آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں آپ کی مزید ہدایات کا منتظر ہوں آپ اور جو کچھ فرمائیں اسے میں کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ راجہ وزیر کو رخصت کرنے کے لئے آیا، وزیر نے اپنے کو چتا میں رکھا اور اس کے بیٹھتے ہی برہمنوں نے اس میں آگ لگا دی لیکن وزیر اندر ہی اندر سرنگ کے راستہ اپنے گھر آ پہنچا اور وہاں چار ماہ تک بالکل روپوش رہا۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد اس نے ایک دن رات کو راجہ کے ہاں یہ اطلاع بھیجی کہ اس کا وزیر دوسری دنیا سے واپس آگیا ہے۔ راجہ یہ سُن کر بہت متعجب ہوا، اتنے میں وزیر نے راجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین کو بوسہ دیا اور اس کے باپ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ "تم نے میرے کہنے کے مطابق وزیر کو بھیجا جس سے میں بہت خوش ہوا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے بغیر تمہاری سلطنت خراب ہو جائیگی اور ملک کے تمام معاملات میں ایک ابتری اور بدنظمی پھیل جائیگی، اس لئے میں اسے پھر تمہارے پاس واپس بھیج رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے دربار کے برہمنوں کو میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اطمینان سے رہوں اور تمہاری سلطنت کو بھی کچھ نقصان نہ

پہنچے۔" جب راجہ نے اس خط کو پڑھا تو اس نے برہمنوں کو اپنے سامنے بلوایا اور انھیں یہ خط دکھایا۔ وہ یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ سب اسی وزیر کی حرکت ہے لیکن چونکہ وہ اس راز کو افشا نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ اس دنیا کے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

ایک راجہ کی منصف مزاجی

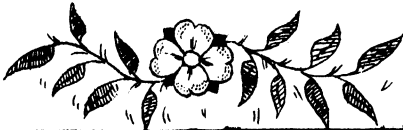
ہندوؤں کی پرانی کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اس میں ایک نیا مکان بنوانا چاہا۔ اتفاق سے جب دیوار کی بنیاد کھودی جا رہی تھی تو زمین سے ایک خزانہ نکلا۔ اس آدمی نے وہ خزانہ اٹھایا اور اس شخص کے پاس لے گیا جس سے اس نے وہ مکان خریدا تھا اور اس سے کہا کہ "بھئی تمہارے مکان کی دیوار تلے یہ خزانہ نکلا ہے میں نے مکان خریدا تھا نہ کہ اس کے ساتھ خزانہ۔ لہذا یہ تمہارے حوالہ ہے"۔ مالک مکان نے جواب دیا کہ "میں نے مکان اسی حالت میں فروخت کیا تھا جس حالت میں تمہیں یہ مال ملا ہے۔ میں اس میں سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتا" بالآخر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اس معاملہ کو راجہ کے پاس لیجانا چاہیئے اور خزانہ اسی کے سپرد کر دینا چاہیئے تاکہ ملک کی فلاح و بہبود میں خرچ ہو۔ راجہ نے جب یہ سُنا تو ان سے کہا کہ "تم لوگ جب معمولی آدمی ہو کر یہ مال اپنے پاس رکھنا جائز نہیں سمجھتے ہو تو میں جسکو ساری قوم کی فلاح و بہبود سپرد کی گئی ہے اور اتنی بڑی سلطنت کی ذمہ داری میرے ہاتھ میں دی گئی ہے، کیونکر اسے لینے کی جرأت کر سکتا ہوں"۔ لیکن ان دونوں نے درخواست کی کہ اب آپ ہی اپنے عدل و انصاف سے اس معاملہ کو طے کر دیجئے۔ راجہ نے دیکھا کہ مکان فروخت کرنے والے کے ایک لڑکی ہے اور خریدنے والے کے ایک لڑکا۔ دونو کی آپس میں شادی کر دی اور وہ مال ان دونوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن خود راجہ کی انصاف پسندی نے یہ روا نہ رکھا کہ ظلم اور خیانت سے اپنے دامن کو آلودہ کیے۔

ایک وزیر کی دانشمندی

نہر والہ کے ایک سوداگر کا قصہ ہے کہ اس نے اپنے کسی دوست کے پاس نو لاکھ اشرفیاں بطور امانت رکھدی تھیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے دوست نے اس کے بیٹے کو طلب کیا اور کہا کہ "ایک عرصہ ہوا تمہارے باپ نے نو لاکھ اشرفیاں میرے پاس بطور امانت کے رکھدی تھیں سو اسے تم لیجاؤ"۔ لڑکے نے کہا مجھے اس کا کوئی علم نہیں ممکن ہے میری بہن جانتی ہو۔ چنانچہ لڑکی کو طلب کیا گیا لیکن اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ چونکہ میرے باپ کی کوئی وصیت اس کے متعلق موجود نہیں ہے، اس لئے میں نہیں لے سکتی غرض اس معاملہ کو حسنک وزیر کے پاس لے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اسی میں بھلائی سمجھتا ہوں کہ اس تمام مال کو کسی کار خیر میں لگا دیا جائے تاکہ اس کے مالک کو اس کا ثواب پہنچتا رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کی یادگار آج تک باقی ہے۔

(بقیہ ایک نصیحت آموز قصہ)

وہ اکثر اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی رہتی۔ ہر شخص تحقیر کی نظروں سے دیکھتا۔ اور جب کبھی وہ پوجا پاٹ کے لئے لوگوں کے مجمع میں سے گزرتی تو لوگ آپس میں کانا پھوسیاں کرتے کہ "یہ ابھی جوان ہے"۔ یہاں تک کہ اب ماں باپ کو بھی اس کی موجودگی ناگوار گزرنے لگی۔ اس کی سہیلیاں بھی اسی وجہ سے اس سے کنارہ کش ہو گئیں۔ خاندان میں کوئی بھی اس کا ہمدرد اور غمگسار نہ تھا۔ اگر وہ کچھ کہنے کی جرأت کرتی تو بھائی اور ان کی بیویاں فوراً روک دیتیں کہ اس کو کوئی حق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ماں باپ بھی کہتے کہ "یہ تمہارے خاوند کا گھر نہیں ہے۔ تم کو ممنون احسان رہنا چاہیئے کہ ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں"۔ لفظ "بیوہ" اس پر بجلی کا کام کرتا تھا۔ کوئی اس کی مصیبت کی داستان سننے تک کو تیار نہ تھا۔ ایک دن صبح کو بڑی دیورانی نے کملا کو نہایت سخت سُست کہا۔ جب اس نے اپنی ماں سے اس کی شکایت کی تو اس نے کہا "تو ہم کو ہمیشہ تکلیف دیتی ہے۔ جا میرے سامنے سے ہٹ جا۔ تجھ کو بڑی دیورانی کے حکم کی بلا عذر و حجت تعمیل کرنا چاہیئے"۔ کملا نے موت کو اس موجودہ حقیر اور ذلیل زندگی پر ترجیح دی۔ وہ ایک تالاب میں ڈوب کر مر گئی۔ جو اس کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔



انعامی معمّا

٣	■		٢	٤	■	١
	٦	■		■		٥
	■			٧	■	
	٩	■		■		٨
	■			١٠	■	
	١٢	■		■		١١
	■			١٣	■	

وائیں سے بائیں

٤- شب
٥- جسم کا ایک اوپری حصّہ
٦- گنّے کی جان
٧- ظلم
٨- میں (فارسی)
٩- تری
١٠- زندگی
١١- امروز
١٢- واپسی کا حکم
١٣- ظلم

اوپر سے نیچے

١- منشا دریافت کرنا
٢- کسی بات پر جم جانا
٣- مدد چاہنا۔

٢١ جولائی کے معمے کا حل

ل	ج	X	ر	ا	ت	س	د
ب	ن	ر	ا	X	س	X	ا
X	X	ت	م	ہ	ا	ف	م
ن	ز	X	X	و	ہ	ل	X
X	ر	X	گ	ن	ل	ک	X
ز	X	ہ	ہ	ہ	X	ا	ج
ا	X	X	ر	ا	ت	ف	گ
غ	ا	د	X	ر	و	ل	ن
X	ت	و	ح	X	ر	ا	د
X	د	ا	ب	ق	ی	ک	X

شرائط

١- صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ٥ر کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگا پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

٢- خریدار "پیام تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ٣ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

٣- روز اشاعت سے تین ہفتے کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں

٤- تمام حل دفتر "پیام تعلیم" کے پتہ پر "ز۔ ی۔ د" کے نام بھیجے جائیں۔

نتیجہ

٢١ جولائی کے صحیح حل پانچ سے زیادہ موصول ہوئے۔ اس لئے فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا گیا مندرجہ ذیل طلبا کو ایک ہفتہ کے اندر انعامات بھیج دیئے جائیں گے:-

١- عبدالرشید انور صاحب لاہور
٢- محمد غوث پیر خنجر صاحب ننجنگڈھ میسور
٣- محبوب الرحمٰن صاحب دیوبند
٤- حفیظ الرحمٰن صاحب لکھنؤ
٥- حفیظ الرحمٰن صاحب چھپیرہ

١٢ ستمبر ٢٩ء کے پرچہ میں ایک نہایت دلچسپ انعامی مقابلہ کا اعلان کیا جائیگا۔ خریداران پیام تعلیم انتظار کریں

کوائف جامعہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا نیا سیشن ۳ر اگست سے شروع ہوا۔ ۱۵ر اگست تک نئے طلبہ کے داخلے ہوتے رہے جو خاصی تعداد میں آئے ہیں اور اس عرصہ میں پُرانے طلبہ بھی برابر آتے رہے لیکن بعض طالب علم اپنی کسی نہ کسی خانگی مجبوری کی وجہ سے نہیں آئے ہیں اور بادل ناخواستہ جامعہ سے اپنا سلسلہ تعلیم منقطع کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اگرچہ طلباء یہاں سے چھوڑنے کے بعد دوسرے اسکولوں میں ایک یا دو جماعت اوپر ہی داخل ہوئے لیکن جامعہ چھوڑنے پر جتنا افسوس ہمیں ہے اس میں وہ بھی کچھ کم شریک نہیں ہیں اور بعض بعض طلباء کے جذبات جو انھوں نے اپنی نجی خطوں میں ظاہر کئے ہیں، اس حیثیت سے قابل قدر ہیں۔ مچھلی شہر (جونپور) کے ایک طالب علم جو یہاں ابتدائی تخم میں پڑھتے تھے اور اب والد کے اصرار سے ۔ ۔ ۔ ۔ کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل ہو گئے ہیں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

"یقیناً یہ دن میرے لئے بہت مبارک دن ہے کہ آج میں اپنے استاد محترم کی خدمت میں خود نہ سہی اس کاغذی پیکر ہی کے وسیلہ حاضر ہو رہا ہوں۔ آپکے لکھنے کے بموجب میں نے والد مدظلہ سے اپنی تعلیم کو جامعہ ہی میں جاری رکھنے کیلئے بارہا اصرار کیا۔ چند دنوں تک تو نہایت امید افزا جواب ملتے رہے اور میرے تاریک دل میں امید کی ایک جھلک باقی رہی، مگر رفتہ رفتہ وہ دن آگیا جب کہ میرے تمام اور ساتھی خوش خوش جامعہ جانے کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ ــــــ پھر بھی میں سمجھتا تھا کہ شاید اب میں بھی تیاری کروں مگر افسوس کہ میری امید نہ پوری ہوئی اور اس وقت مجھے ۔ ۔ ۔ ۔ کی ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑنے لگی میرے دل میں امنگوں کا ایک سیلاب رواں ہو گیا اور میں چاہنے لگا کہ مثل ٹوٹے ہوئے تارے کے عزیز جامعہ کی چہار دیواری میں اپنے مضطرب دل کو سکون اور پُر لطف زندگی سے بدل دوں۔ مگر شومئ قسمت! کہ یہ آرزو بھی پوری نہیں ہوئی۔ اور میں بادل ناخواستہ ۔ ۔ ۔ ۔ کی گندی فضا میں اپنے آپ کو مقید کر دینے کے لئے مجبور ہو گیا۔ اگرچہ جامعہ کے بہت سے طلبا جو بورڈنگ ہاؤس میں رہتے تھے کبھی کبھار کھانے کے اوپر جامعہ پر نکتہ چینیاں کرتے تھے اور جس میں میں نے بھی بہت کثرت سے حصہ لیا مگر مجھے اس کا کافی احساس تھا کہ جامعہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے جتنا اور اسکولوں کے پاس، جامعہ کا ہر طالب علم خواہ وہ کسی امیر کا لڑکا ہو یا غریب کا کھانے کے متعلق شکایت کرتا تھا (گو یہ شکایت اب ہر بورڈنگ کا کھانا علحدہ علحدہ ہو جانے کی وجہ سے رفع ہو گئی ہے۔ اڈیٹر) مگر مثل مشہور ہے ہر شخص اپنے گھر کا بادشاہ ہوتا ہے اور گو یہ صحیح ہے کہ جو لطف گھر کے کھانے میں ہوتا ہے وہ اسکول اور کالج میں نہیں۔ اس لحاظ سے میں جامعہ کی بہ نسبت زیادہ آرام سے ہوں۔ نہ یہ کھٹکا ہے کہ ابھی خرچ نہیں آیا اور نہ اور کسی بات کا مگر پھر بھی میں اس عیش کی زندگی پر جامعہ کی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں حضرت جوش کا ایک شعر ہے ؎

غرق عشرت ہو کے جینے سے کہیں بہتر ہے جوش
درس عبرت بن کے مر جانا زمانے کے لئے

اب میں ۔ ۔ ۔ ۔ گورنمنٹ ہائی اسکول میں درجہ ہشتم میں پڑھتا ہوں۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے غالباً آپ خیال کریں گے کہ یہ بناوٹ ہے لیکن دراصل یہ میرے ٹوٹے ہوئے دل کے جگر خراش نالے ہیں جنکو میں نے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا کئے ہیں۔

ہونٹ جب کانپے تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں
داستاں کا آخری ٹکڑا سنانے کیلئے"

احباب بجنور کی جامعہ نوازی

خواجہ عبدالحی صاحب پروفیسر تفسیر القرآن جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جولائی کے دوسرے ہفتہ میں بجنور تشریف لے گئے تھے وہاں دوران قیام میں انہوں نے جامعہ کے متعلق بھی لوگوں سے تذکرہ کیا چنانچہ چند طلبہ کے داخلہ کے علاوہ مفصلہ ذیل اصحاب نے نہایت فراخدلی سے جامعہ کی امداد فرمائی - یہ رقم دفتر محاسب میں وصول ہو چکی ہے - اس فہرست کو ان رسیدوں کی بجائے تصور کیا جائے جو کچی رسید کی بجائے دفتر شیخ الجامعہ سے جاری ہوا کرتی ہیں -

رسید بہی ۱ کچی رسید ۱ مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور صہ

" ۲ ملک نصر اللہ خانصاحب بی - اے ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور صہ (صہ زکوۃ، سہ چندہ)

" ۳ مولوی عبدالحی و عبدالواسع صاحبان وکیل - بجنور صہ (زکوۃ)

" ۴ ایک ہمدرد جامعہ بجنور صہ/

" ۵ مولوی محمد احسن صاحب سب اڈیٹر اخبار مدینہ بجنور صہ/

" ۶ ایک ہمدرد جامعہ بجنور عہ

" ۷ مولوی احمد علیخانصاحب پوسٹ ماسٹر - بجنور صہ/

" ۸ چودہری عبدالقیوم صاحب متصل منصفی - نگینہ صہ/

" ۹ منشی ضمیر احمد صاحب مختار عدالت - نگینہ عہ

" ۱۰ توقیر احمد پسر منشی شبیر احمد صاحب مختار عدالت نگینہ صہ/

" ۱۱ سید توقیر احمد صاحب مختار عدالت دفتر یعنی میونسپل بورڈ نگینہ عہ

" ۱۲ مولوی محمد احمد صاحب رئیس سید واڑہ نگینہ صہ/

" ۱۳ مولوی ظفریاب علی صاحب رئیس نگینہ صہ/

" ۱۴ مولوی محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ انجنیر ایس - ڈی - او انہار نگینہ سہ (صہ ماہوار جولائی تا دسمبر ۲۹ء)

" ۱۵ مولوی قیام الدین صاحب وکیل نگینہ عہ

" ۱۶ عبدالوہاب صاحب سوداگر، شیخ حسن منظور صاحب و تحصیلدار صاحب - نگینہ صہ/

" ۱۷ جناب سید محمد سبطین صاحب وکیل - نگینہ عہ

رسید بہی ۱ رسید نمبر ۱۸ منشی عبدالرحمن صاحب مختار عدالت - نگینہ سے/

" ۱۹ شیخ تجمل حسین صاحب رئیس - نگینہ صہ/

" ۲۰ ایک ہمدرد جامعہ سے/

رسید بہی ۲ رسید نمبر ۱ جناب قاضی غیاث الدین صاحب غیاث محلہ قاضی سرائے نگینہ بجنور ۶/

" ۲ حافظ محمد ابراہیم صاحب ایڈوکیٹ ایم ایل سی نگینہ ۲۰ہ

" ۳ بشیر احمد صاحب تاجر وغیرہ نگینہ پنجابی سرائے ۲۱ہ

" ۴ حکیم خلیل الرحمن صاحب - نگینہ ۶/

" ۵ بابو احمد علیخان صاحب پوسٹ ماسٹر بجنور صہ/ (زکوۃ)

" ۶ محمد سلطان صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ و زمیندار بجنور صہ/

" ۷ مشتاق احمد خانصاحب بی - اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/

" ۸ حمید حسن و محمد حسن صاحبان اڈیٹر غنچہ - بجنور صہ/

" ۹ مولانا مشیت اللہ صاحب رئیس - بجنور عہ

" ۱۰ محمد الیاس صاحب آفندی بی - اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/

" ۱۱ مولوی رفیق احمد صاحب بی - اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/

" ۱۲ محمد ابرار خانصاحب بی - اے اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول - بجنور صہ/

" ۱۳ ایک ہمدرد جامعہ صہ/

" ۱۵ محمد احسان صاحب مختار عدالت - بجنور صہ/

میزان کل تین سو باسٹھ روپئے ساڑھے

علاوہ ازیں محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ انجنیر انہار نگینہ نے ۱۰۰ہ سالانہ امداد کا وعدہ فرمایا ہے (۵۰ہ بابتہ زکوۃ ماہ رمضان میں اور ۵۰ہ بابتہ امداد جنوری میں ادا ہوا کرینگے)

ملک نصر اللہ خانصاحب عزیز نے ۲۵ہ ہر رمضان میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے

خواجہ صاحب موصوف کی رپورٹ کی بنا پر ہم حافظ ابراہیم صاحب بی - اے ایل ایل بی ایم ایل سی وکیل نگینہ، محمد ظہیر عالم صاحب ایم اے ایل ایل بی اور ملک نصر اللہ خانصاحب عزیز بی - اے ایڈیٹر مدینہ کے خاص طور پر شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنی کوشش اور سعی بلیغ سے جامعہ کی ہر قسم کی امداد فرمائی - جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب ممدوح نے جامعہ کے وفد کو ضلع بجنور میں ستمبر میں آنے کی دعوت دی ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی امداد کا وعدہ فرمایا ہے - امید ہے کہ آپ کی سعی و کوشش سے اسوقت پانچہزار کی موجودہ رقم فراہم ہو جائے گی -

ہندوستان بھر میں

عمدہ مضبوط۔ دیرپا۔ خوبصورت
نفیس اور نسبتاً ارزاں قیمت سامان
کھیل مہیا کرنے والا واحد کارخانہ
ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ
کو یاد رکھیں



اگر آپ کو

یا آپکے دوست احباب کو کسی قسم کے سامان
کھیل۔ مثلاً کرکٹ۔ فٹ بال والی بال
ہاکی ٹینس۔ بیڈمنٹن وغیرہ کی ضرورت
ہو تو ہمیشہ براہ راست اسکولوں کے خاص
دیرینہ خادم کارخانہ
ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ
کو لکھا کریں

ہمارا سامان ہاکی اپنی عمدگی مضبوطی اور نسبتاً ارزانی کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جوں جوں شوقین کھیل کھونکے سکولوں اور کالجوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان اسکو بطور آزمایش منگاتے ہیں۔ اسکی عمدگی مضبوطی اور نفاست کو دیکھکر شیدا ہوئے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں ہمارا سامان ہاکی ایکمرتبہ بھی بطور آزمایش کے منگایا گیا۔ انھوں نے روزمرہ کی پریکٹس اور مقابلہ کے میچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پاکر اعلیٰ سے اعلیٰ سرٹیفکیٹ دئے۔ اور بڑے بڑے قیمتی آرڈروں سے مستفید فرمانے اور کارخانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے مجسم اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل

عرصہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں۔ رجمنٹوں۔ ریاستوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جانیکے علاوہ ممالک غیر میں بھی منگوایا جاتا ہے۔ اس اثنا میں جسقدر شہرت اور ناموری اپنی دیانتداری کیوجہ سے اس کارخانہ کو نصیب ہوئی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بھیجکر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے۔ جس پر ہر نی روپیہ کی خاص رعایت دیجائے گی۔ حسب ضرورت لکھکر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی

دی منارک تین ربڑ سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر کا پوری
چمڑہ لپٹا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت ے
دی میچشنگ ڈبل سپرنگ ہینڈل اوپر اٹھا مضبوط چمڑہ
سیاہ نہایت مضبوط اور دیرپا قیمت ے
دی ماڈرشل ٹریل سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر رین پروف
رنگ کا ولایتی دھاگا لپٹا ہوا خوبصورت قیمت للعہ
دی مارسین سنگل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل لله
دی میجرال کین ہینڈل اوپر سیاہ ولایتی
دھاگہ قیمت .... للعہ
دی سپیشل پریکٹس ڈنڈا ہاکی اوپر چمڑہ لپٹا ہوا ۱۲
چھوٹے بچوں کی ہاکیاں مارسین دو روپے پریکٹس
قیمت ۱۲
ہاکی بال منارک تے میچ عا سپیشل پریکٹس ۱۲

فہرست سامان کرکٹ

دی میچشنگ تین ربڑ سپرنگ ہینڈل کرکٹ بیٹ اوپر
اٹھا مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط قیمت ے
دی مارشل ٹریل سپرنگ لیدر بونڈ ہینڈل بیٹ ے
دی سجر سنگل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل بیٹ ے
دی سپیشل پریکٹس کین ہینڈل روزانہ پریکٹس کیلئے ے
چھوٹے بچوں کے کرکٹ بیٹ نمبر ۶ ے نمبر ۵ ے نمبر ۴ ے
کرکٹ بال دی منارک ے میچ عا سپیشل پریکٹس ۱۲
لیگ گارڈ چمڑے کے نگدار سے تا زین کے فی جوڑہ
بیٹنگ گلوز ے وکٹ گلوز بڑھیا للعہ
ملکے للعہ فی جوڑہ
وکٹ دی مارشل بڑی ے چھوٹی ے فی سٹ
بمعہ بیلز ربڑ ہینڈل کور ے سکورنگ بک
ے چھوٹے بال ایک روپیہ فی۔

فہرست سامان فٹ بال

دی منارک ۱۸ ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط
اور خوبصورت فٹ بال مثل ایک ٹکڑہ میں قیمت مکمل نمبر ۵
دی میچشنگ تیرہ ٹکڑہ کا مثل ایک ٹکڑہ میں قیمت نمبر ۵
دی میجر نمبر نمبر ۵ والا میچوں کیلئے عمدہ تحفہ ے
دی میجر سادہ مگر نہایت مضبوط مثل ایک ٹکڑہ میں ے
دی سپیشل پریکٹس روزانہ پریکٹس کیلئے مضبوط فٹ بال ے
چھوٹے بچوں کے لئے میچشنگ مکمل نمبر ۴ ے
نمبر ۳ للعہ نمبر ۲ ے
بلیڈر سرخ ربڑ تازہ مال نمبر ۵ ع نمبر ۴ ع نمبر ۳
ع نمبر ۲ ع
پچکاری بڑی ے درمیانہ ع چھوٹی ع
فٹ بال بوٹ ولایتی ے فیتہ جرابیں ع فی جوڑہ
سلوشن نمبر ۰ قواعد فٹ بال ۶ فی نسخہ ع

فہرست سامان والی بال

ملک والی بال۔ گلد بتہ رنگ کے ٹکڑوں کا نہایت خوبصورت
اور مضبوط مثل ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ ے
دی منارک والی بال گذشتہ قسم دوم مکمل نمبر ۵ ے
چھوٹے بچوں کے والی بال نمبر ۴ مکمل للعہ نمبر ۳ ے
فالتو بلیڈر پرانے والی بال نمبر ۵ ع نمبر ۴ ع نمبر ۳ ے
دی ملک والی بال جال براؤن رنگ بڑھیا قسم
بمعہ سوتی ڈوری کے ملنے فی ملکے ے ہلکی
دی منارک سفید بڑھیا جال ے ہلکے ے للعہ
والی بال پولز فیروزی رنگ کے سنہری شاموں
والے ولایتی پالش شدہ بمعہ رسوں اور
میخوں کے ے
کتاب قواعد والی بال اردو دو آنے
انگریزی با تصویر ۱۲

سامان بذریعہ وی پی پارسلوں کے ارسال ہوگا خرچ
ڈاک پارسل اور کرایہ ریل وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ ملنے کا **جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ**

تار کا پتہ:۔ رجسٹرڈ شدہ

ضروری نوٹ:۔ جملہ فرمائشوں میں ہر ایک چیز کے ہمراہ اسکی قیمت اشتہار ہذا کے مطابق لکھنی چاہیئے۔ اور اخبار ہذا کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔ ورنہ کمیشن نہیں ملے گا۔

تار کا پتہ ۔ جامعہ دہلی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

نرخنامہ چندہ

سالانہ عا؎
ششماہی عہ؎
فی پرچہ ا؍

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ للعہ؎
نصف صفحہ صہ؎
چوتھائی صفحہ سے؎

پیامِ تعلیم

ایڈیٹر: سعید انصاری ۔ بی ۔ اے (جامعہ)

جلد ۷ | ۱۲/ستمبر و ۷/اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۰ و ۱۱

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

جیتندر ناتھ داس نے سیاسی قیدیوں کے ساتھ بُرے برتاؤ کی بنا پر لاہور جیل میں مقاطعہ جوعی کر رکھا تھا، ان کا ۱۳؍ستمبر کو ۶۱ دن کی فاقہ کشی کے بعد انتقال ہوگیا جس کا تمام ملک میں نہایت زور شور سے ماتم منایا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب نے جو کسی زمانہ میں جامعہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں پنجاب کونسل سے اس بنا پر استعفا دیدیا ہے کہ ان کا ضمیر ایک ایسی کونسل میں رہنا گوارا نہیں کرتا جس نے ان شکایات کو رفع کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا اور ایک ہندوستانی نوجوان کو اپنی جان دینے پر مجبور کیا۔

آج کل ملک میں نوجوانوں کا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ۱۵؍ستمبر کو لکھنؤ جیسے مرکزی شہر میں صوبہ متحدہ کے نوجوانوں کی پہلی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا جسکی صدر ملک کی مقتدر خاتون مسز سروجنی نیڈو تھیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو بھی جو ملک میں نوجوان تحریک کے سب سے بڑے علمبردار ہیں، اس کانفرنس میں شریک تھے۔ کانفرنس کے پنڈال میں "شہنشاہیت تباہ ہو جائے" "فرقہ پرستی برباد ہو جائے" وغیرہ کے کتبے جلی حرفوں میں خاص طور پر نمایاں نظر آرہے تھے جس سے اس کے مقاصد کا بہت کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کے ایک رُکن رائے صاحب ہربلاس شاردا نے ایک مسودہ قانون اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ صغر سنی میں لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی قانوناً جُرم قرار دی جائے اور اسکے لئے لڑکے اور لڑکی ہر ایک کی عمر مقرر کر دی جائے جس سے پیشتر ان کی شادیاں ہونا جرم سمجھا جائے۔ بہت بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال قرار دی جائے اور لڑکے کی عمر ۱۸ سال۔

ہندوستان کے باہر

حکومت برطانیہ کی ایک عرصہ سے یہ کوشش ہے کہ فلسطین کو بے خانماں یہودیوں کا خالص وطن بنا دیا جائے اور اس مقصد کے لئے آئے دن ایک نہ ایک حیلہ تراشا جاتا ہے۔ "دیوار گریہ" کے متعلق ابھی حال میں عربوں اور یہودیوں میں جو فساد برپا ہوا ہے، وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی بتایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یورپ اور انگلستان میں بڑے بڑے بنکوں کے مالک عموماً سب یہودی ہوتے ہیں جنکا کہ انگلستان کی سیاست پر بہت اثر ہوتا ہے۔ یہ انہی دولتمندوں کی خوشنودی ہے جس کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے۔

سائمن کمیشن کے ساتھ ایک ہندوستانیوں کی چھوٹی سی کمیٹی بھی رپورٹ تیار کر رہی تھی جس کے صدر سر سنکرن نائر تھے۔ تازہ اطلاعات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کمیٹی کے ارکان میں بعض مسائل پر باہم سخت اختلاف تھا جسکی وجہ سے کچھ ممبران اس سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے رپورٹ پر اپنے دستخط کرنیسے انکار کر دیا ہے۔

مولانا شوکت علی صاحب اور مولانا محمد علی صاحب مدظلہ کا ایک عرصہ سے جنوبی افریقہ تشریف لیجانیکا ارادہ تھا چنانچہ اگست کے مہینہ میں مولانا شوکت علی صاحب ڈربن روانہ ہوئے اور خیال تھا کہ مولانا محمد علی صاحب چند روز بعد تشریف لیجائیں گے لیکن جنوبی افریقہ کی حکومت کی طرف سے مولانا شوکت علی صاحب کو ایک حکم ملا جس میں صرف تین ہفتہ قیام کرنیکی اجازت دی گئی تھی اور سیاسی معاملات کے متعلق اظہار خیال کی سخت ممانعت کر دی گئی تھی۔ مولانا محمد علی صاحب نے اس پابندی کی وجہ سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

کا

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے تعارف

نورالمہتدی صاحب ہمارے "پیامِ تعلیم" کے خاص کرمفرماؤں میں ہیں۔ آپنے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے یہ محبت آمیز پیام ہماری جامعہ کے ایک ہونہار فارغ التحصیل عبدالحمید صاحب زبیری سے ملاقات دگفتگو کے بعد بھیجا ہے۔ جو ہمارے کالج کی انجمن "اتحاد" کے نائب صدر بھی رہ چکے ہیں اور جو اس ہفتہ فلسفہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی غرض سے یورپ جارہے ہیں۔ ہماری بھی دلی دعا ہے کہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد و جامعہ ملیہ دہلی کے درمیان محبت و یگانگت، دوستی اور اتحاد کے تعلقات خدا کرے روز بروز ترقی کریں اور ہر دو تعلیمگاہوں سے ایسے طلباء پیدا ہوں جو ان تعلقات کے مزید استحکام و تقویت کا باعث ہوں۔ آمین۔ (اڈیٹر)

میں آج جس موضوع پر روشنی ڈال رہا ہوں وہ نہایت ہی دلخوش کن اور دونوں جامعات کے طلباء کیلئے باعث مسرت ہوگا۔

Sir Edwin Arnold اپنے چند اشعار میں جو "کامریڈ" کے عنوان سے موسوم ہیں لکھتا ہے کہ "اس دنیا میں ایک تنہا روح دوسری تنہا روح کی متلاشی ہے۔ آخرش یہ ایک دم ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں" اگر ان اشعار کا مطلب اس موقعہ پر منطبق کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

جامعہ ملیہ دہلی کے نائب صدر مولوی عبدالحمید صاحب بعزم یورپ تشریف لے جارہے ہیں۔ صاحب موصوف نے اپنے دوران سفر میں چند روز بلدہ حیدرآباد دکن میں قیام فرمایا۔ ہماری جامعہ کے نائب صدر مولوی احمد علی خانصاحب بی۔اے نے ایک عصرانہ اقامت خانہ نظامت منزل میں آپ کی تشریف آوری پر دیا جس میں علاوہ معزز نائب صدر جامعہ ملیہ دہلی کے جامعہ عثمانیہ کے طلباء مدعو تھے۔

ہمارے نائب صدر نے مولوی عبدالحمید صاحب سے تعارف کرایا اور اُن کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور صاحب موصوف سے درخواست کی کہ وہ اپنی جامعہ کے مقاصد سے ہمکو بہرہ اندوز کریں۔ ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری یہ درخواست قبول ہوئی اور صاحب موصوف نے اپنے زرّیں خیالات اور جامعہ ملیہ کے اعلیٰ مقاصد سے ہم کو آگاہ کیا۔ یوں تو کونسا ایسا متنفس ہوگا جو حکیم اجمل خاں جیسے مشہور اور نامی گرامی ہستی سے واقف نہ ہو۔ یہ مرحوم کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے جس نے ایک ایسی جامعہ کی بنیاد ڈالی جو بالکل قومی اور ہندوستان کے نادار طلباء کیلئے ایک اعلیٰ درسگاہ ہے۔

صاحب موصوف نے جامعہ کے کاروبار اور طلباء کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ کھینچا جس نے حاضرین کے دلوں پر ایک گہرا اثر ڈالا۔ وہاں کے پروفیسروں کا ایثار جنہوں نے بیس سال تک جامعہ کی خدمت کیلئے اپنے عیش و آرام کو بالائے طاق رکھ کر کمر ہمت باندھ لی ہے۔ نیز صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ کے طلباء نے عہد کرلیا ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے ارادوں میں مستقل رہیں گے اور دنیا کی ہر مصیبت کا مقابلہ کرنیکو تیار رہیں گے یہ دونوں متعلم اور معلم کے ارادوں کا مستقل استقلال ہے جو دنیا میں اُن کو کامیاب کرکے چھوڑے گا۔ جامعہ ملیہ کے طلبا سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں کہ یہ ملک اور قوم و ملت کی خدمت کے لئے ہروقت تیار رہیں گے۔ اس کے بعد معزز مقرر نے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ عثمانیہ اور جامعہ ملیہ دونوں کے مقاصد یکساں ہیں۔ دونوں جامعات میں ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور دینیات و اخلاقیات لازمی ہے۔ دونوں جامعات اس جد وجہد میں مصروف ہیں کہ تمام مغربی علوم زبان اُردو میں آجائیں تاکہ بعد کی نسلیں اور ان جامعات کے موجودہ تعلیم پانیوالے اصحاب غیر زبان حاصل کرنے کی مشکلات میں پھنسنے نہ پائیں۔ یوں تو علم ایک دریا سے تشبیہ دیا جاسکتا ہے۔ اور جو کوئی غوطہ زن دور تک اس سمندر میں جائیگا اُس کو اُتنے ہی نایاب گوہر دستیاب ہوں گے۔ تاہم تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ انسان

خود کو سنبھالے۔ اس کے بعد خاندان اور قوم و وطن کی خدمت کرے۔ جس قوم میں مفلسی ہوگی وہ ہمیشہ قعر مذلت میں پھنسی رہیگی۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مفلسی کفر کے نہایت قریب ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان سے مسئلہ بیکاری اُٹھ جائے تو ہم تیقن دلاتے ہیں کہ بہت جلد ہم طوق غلامی سے آزاد ہو جائنگے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر چیز کے قیام کیلئے ابتدا میں بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں لیکن بعد کو چل کر اس کا نہایت ہی بہتر اور مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ موجودہ فرمانروائے دکن نے جس دریا دلی سے جامعۂ عثمانیہ کے قیام اور اُسکو کامیاب بنانے کیلئے روپیہ بہایا ہے ہر شخص اس سے باخبر ہے۔ اور آپ کے زمانے کا یہ نہایت ہی شاندار کارنامہ ہے جو صفحہ ہستی سے ہرگز مٹنے والا نہیں ہے۔

ہم اس موقعہ پر دعا کرتے ہیں کہ خداوندکریم ہمارے فرماں روا کے عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائے اور اُنکو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا کرے

جامعہ عثمانیہ نے اچھی خاصی ترقی حاصل کرلی ہے۔ سررشتۂ ترجمہ و تالیف میں آئے دن بہت سی کتابیں ترجمہ ہو رہی ہیں۔ اس یونیورسٹی کے کئی کالج ہر شعبہ کیلئے علیحدہ کھولدئے گئے ہیں چنانچہ انجینیرنگ کالج۔ عثمانیہ ہاسٹل کالج وغیرہ وغیرہ سرگرمی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ اور ہر شعبہ میں اس یونیورسٹی کے طلبا نے اپنا نام پیدا کیا ہے اور مغربی درسگاہوں میں بھی خاص امتیاز حاصل کیا ہے۔

ہم جامعہ ملیہ دہلی کے نائب صدر سے مل کر بہت خوش ہوئے ہمارا اس جامعہ سے ایک روحانی تعلق ہے۔ اور دونوں درسگاہیں ایک مادر وطن کی گود میں سرسبز اور پھل پھول رہی ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ دونوں جامعات کے نائب صدروں میں جو ملاقات ہوئی اس نے دونو میں ایک رشتہ پیدا کردیا ہے۔ اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ جامعہ ملیہ دہلی کے پروفیسر اور طلبا ہم سے برادرانہ تعلق پیدا کرینگے اور ہماری جامعہ کے میگزین "مجلہ" کو اپنے زریں خیالات سے فائدہ پہنچائیں گے۔

یہ سُنکر بہت خوشی ہوئی کہ مولوی عبدالحمید صاحب فلاسفی کیلئے جرمنی تشریف لے جا رہے ہیں خداوندکریم اُن کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا کرے اور صاحب موصوف بعد واپسی وطن اپنے ملک قوم اور برادران وطن کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں۔

میں نے ایک مرتبہ "پیام تعلیم" کے پرچہ کو اپنے دوست کے پاس دیکھا اس وقت میرے دل میں یکایک خیال پیدا ہوا کہ ایک اسلامی جامعہ سے برادرانہ تعلق پیدا کروں۔ چنانچہ میں نے اس کی ابتدا قصہ کہانیوں سے شروع کی۔ اور اس طرح میں نے اپنا برادرانہ تعلق قائم رکھا۔ مجھے پھر اس موقعہ پر کامریڈ کے وہ اشعار یاد آجاتے ہیں۔ جس چیز کی میں تلاش میں تھا آخرکار اُس جامعہ کے نائب صدر سے مجھے شرف ملاقات حاصل ہوا اور اُن کے زریں خیالات سے میں مستفید ہوا۔ میں نہیں جانتا اُس وقت مجھے کتنی خوشی ہوئی جو اس وقت ضبط تحریر سے باہر ہے۔ انشاءاللہ میری یہ تمنا ہوگی کہ ہر وقت آپ کی جامعہ سے ہمارا برادرانہ رشتہ قائم رہے اور ہم دونوں بھائی دوش بدوش زمانہ کی ترقی میں گامزن ہیں۔

یہاں یہ بیان کرنا بیکار نہ ہوگا کہ ہماری انجمن مباحثہ کے نائب صدر مولوی احمد علی خاں صاحب اور آپ کے سابق نائب صدر کے خیالات بالکل مشترک ہیں۔ یہ دونوں اصحاب ملک اور وطن کے سچے جاں نثار ہیں۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں قوم اور وطن کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ دونوں حضرات اپنے مقاصد میں کامیاب ہوکر قوم کی سچی اور حقیقی خدمت کریں اور ہمارے دلوں کو اپنے روشن خیالات سے منور کریں۔ اس کے بعد میں خدا حافظ کہتا ہوں۔

کوائف جامعہ

ربیع الاول کے مقدس مہینے میں جامعہ کی قدیم روایات کے مطابق اس سال بھی میلاد مبارک کی محفل منعقد ہوئی جس میں ہماری خوش قسمتی سے مولانا آزاد سبحانی صاحب بھی موجود تھے۔ طلبا کا مینی، سماتری، عربی، فارسی، ہندی، اور اردو زبان میں نعتیہ نظموں کے پڑھنے کے بعد مولانا موصوف نے آنحضرت صلعم کی رسالت کے ثبوت پر ایک گھنٹے تک تقریر فرمائی۔ جلسہ میں طبیہ کالج، قرول باغ اور شہر کے لوگ بھی شریک تھے۔

اس سے چند روز بعد جامعہ ملیہ کے مدرسہ شاخ واقع بارہ ٹوٹی میں بھی ایک محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے نعتیہ نظمیں پڑھیں اور متعدد لڑکوں نے مل کر "ہمارے نبی" اور "ہمارے رسول" کے جستہ جستہ حصے زبانی تقریر کی صورت میں سنائے۔ آخر میں مولانا آزاد سبحانی صاحب نے ہمارے نبی اور رسول کے مکارم اخلاق اور اسوۂ حسنہ بیان فرمائے جس سے حاضرین بہت مستفیض ہوئے۔

اوائل ستمبر میں ڈاکٹر انصاری صاحب، عبدالمجید خواجہ صاحب سابق شیخ الجامعہ اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جامعہ کے لئے فراہمی سرمایہ کی غرض سے بھوپال اور حیدرآباد تشریف لے گئے تھے۔ انہی دنوں مہاتما گاندھی جی بھی سرکاری مہمان کی حیثیت سے بھوپال میں موجود تھے آپ نے اپنی پبلک تقریر میں جامعہ کا خاص طور سے ذکر فرمایا جس سے ریاست کے تمام لوگوں پر خاص اثر پڑا ہوگا۔ امید ہے کہ بھوپال کے لوگ جامعہ کی نہایت فراخ حوصلگی سے مدد کریں گے۔

پچھلے دنوں دہلی بالخصوص قرول باغ کی آب و ہوا کچھ خراب ہوگئی تھی ستمبر کے پہلے ہفتہ میں یہاں کچھ ہیضہ کی شکایت پیدا ہوئی اور طبیہ کالج کے تین طالب علم اس مرض کے شکار ہوگئے۔ جس سے کالج مذکور ایک مہینہ کے لئے بند ہوگیا۔ جامعہ کیلئے ہیلتھ افسر اور دوسرے ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا کہ بند کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور احتیاطاً تمام لوگوں کو ٹیکے وغیرہ لگوا دئے گئے کوئی ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ تک تو حالت سنبھلی رہی لیکن ہوا کے رک جانے اور گرمی کے سخت ہونے کی وجہ سے پھر کسیقدر شکایت شروع ہوئی لیکن حالت بھی دو ایک روز سے زیادہ قائم نہیں رہی خدا کی ذات سے امید ہے کہ سردی ہوتے ہی یہاں کی آب و ہوا بالکل درست ہوجائیگی

جیتندر ناتھ داس کے انتقال کی خبر جس روز جامعہ میں پہنچی، اسی وقت کالج و مدرسہ وغیرہ میں چھٹی ہوگئی لائبریری ہال میں ایک جلسہ طلبا اور اساتذہ کا اس شہید حق کے ماتم و غمگساری میں منعقد کیا گیا۔ شام کو طلبائے کالج کی انجمن "اتحاد" کے ماتحت ایک خاص جلسہ لڑکوں کا ہوا جس میں مزید رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

اس سال سے جامعہ میں اسکاؤٹ بھی شروع ہوا ہے جسکے لئے حلقہ یو۔ پی۔ کے اسکاؤٹ ماسٹر مسٹر رتن ہر ہفتہ تشریف لاتے ہیں۔ چھوٹے لڑکے خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور ماسٹر صاحب کو امید ہے کہ چھوٹے بچوں اور متوسط العمر لڑکوں کی ٹولیاں بہت اچھی ہونگی۔ بڑے لڑکے بھی اگر حصہ لیں تو ان کی جماعت بھی اچھی خاصی بن سکتی ہے۔

نئے سال سے جامعہ کے اندرونی انتظامات میں سب سے بڑی تبدیلی جو ہوئی ہے، وہ ہر بورڈنگ کے کھاتوں کا علیحدہ علیحدہ ہوجانا ہے۔ اس صورت میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شکایت عام طور پر نہ رہیگی جو مرکزی صورت میں لازمی تھی۔ بلکہ ہر دارالاقامہ اپنے مذاق اور پسند کے مطابق اپنے کھانوں کا انتظام کرسکیگا طلبہ اس جدید انتظام سے بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہیں۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس سال ہماری جامعہ سے دو صاحب یورپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی غرض سے گئے ہیں۔ عبدالعلیم صاحب عربی زبان و ادب میں ٭٭

٭٭ ڈگری لیں گے اور عبدالحمید صاحب زبیری فلسفہ میں۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ایک جنگل میں ایک شیر پڑا سو رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی چوہیا اس کے قریب آگئی اور اس کے جسم پر چڑھ کر ادھر اُدھر پھاندنے لگی جب شیر کی کلائی پر آئی تو وہ چونک پڑا اور اپنی کلائی کو زور سے جھٹکا دیا۔ اتفاق سے اس کی کلائی ایک پتھر پر اس زور سے لگی کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس تکلیف کی وجہ سے شیر نہ اُٹھ سکتا تھا اور نہ کہیں آجا سکتا تھا جب جنگل کے جانوروں کو اس کی مصیبت کا حال معلوم ہوا تو سب کے سب باری باری سے اس کی مزاج پرسی کے لئے آنا شروع ہوئے لیکن لومڑی نہیں گئی۔ بھیڑئے نے موقع غنیمت جان کر شیر سے کہدیا کہ دیکھئے حضور آپ کی سب رعایا تو حاضر ہوئی مگر کمبخت لومڑی نہیں آئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حقیر سا جانور اس قدر مغرور کیوں ہے۔ شیر کو بھی اس کا خیال ہوا اور لومڑی کی غیر حاضری اُسے بہت ناگوار معلوم ہوئی جھنجلا کر بولا کہ اچھا کمبخت کی اس حرکت پر کافی گوشمالی کیجائیگی۔ لومڑی کو جب اس خفگی کی خبر پہنچی تو اگلے ہی دن دوڑتی ہوئی آئی اور جھک کر سلام کرکے کہنے لگی کہ جہاں پناہ! جب سے اس کنیز نے حضور کی علالت کی خبر سُنی ہے دوا کی جستجو میں تمام جنگلوں میں ماری ماری پھری ہوں اسی پریشانی میں ایک روز ایک بوڑھے کلنگ سے ملاقات ہوگئی جو کہ گردن جھکائے ہوئے خدا کی یاد میں مشغول تھا۔ اس خدا ترس تجربہ کار کلنگ سے آپ کی علالت کا حال بیان کیا۔ کلنگ نے کچھ عرصہ تک تو گردن کو جھکائے رکھا اور بڑی سوچ بچار کے بعد جواب دیا کہ دوا نہایت مجرب اور سریع الاثر ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم اس کو کسطرح حاصل کرسکوگی میں نے کہا اول تو میں نے آپ خود اس کی فراہمی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھونگی اور جنگل کے بادشاہ کے لئے اپنی جان تک قربان کردونگی لیکن باوجود اس تلاش کے بھی میں اگر میں کامیاب نہ ہوئی تو ملک معظم کی خدمت میں اس کا ذکر کردونگی جہاں پناہ اپنے کسی حجام کو بھیج کر فراہم کرلیں گے" چنانچہ اس کے بعد اس نے ایک نہایت مجرب دوا بتائی یہ کہتے ہوئے لومڑی نے اپنی بائیں جانب ذرا مڑ کر دیکھا اور اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "ہرچند اس دوا میں ایک دوست کی جان کا زیان ہے لیکن جہاں پناہ! ہم سب کی جانیں آپکی سلامتی کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور اگر ہم سب کی جانیں حضور پر قربان ہوجائیں اور خدائے قدوس حضور کو تندرستی دے تو اس سے کیا بہتر!" شیر نے بہت ہی بے تاب ہوکر دریافت کیا کہ آخر اس دوا کا نام بھی؟ لومڑی نے کہا جہاں پناہ کیا عرض کروں ایک بڑے تجربہ کار اور فلسفیانہ دماغ جراح نے بتایا ہے کہ اگر بھیڑئے کا گردہ پیس کر اس کا لیپ لگایا جائے تو حضور کی کلائی ایک ہی روز میں ٹھیک ہوجائے۔ بھیڑئے کا گردہ ہڈی کے جوڑ کیلئے مومیائی سے زیادہ نفع کرتا ہے۔ وہ چغلخور بھیڑیا بھی وہیں موجود تھا۔ لومڑی کے بیان کا آخری جملہ سُنکر سہم گیا۔ اور ابھی اس کا جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ دو چوبدار چیتوں نے جو شیر کے دائیں بائیں سر جھکائے بیٹھے تھے فوراً بھیڑئیے پر لپکے اور پچھاڑ کر گردے صاف نکال لئے۔ لومڑی نے اس منظر کی ابتدا ہی میں یہ کہتے ہوئے جنگل کی راہ لی۔

مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِاَخِیْہِ فَقَدْ وَقَعَ فِیْہِ

(چاہ کن را چاہ درپیش)

سائنس

کیا کیڑے مکوڑوں میں بھی عقل ہوتی ہے؟

تمام انسان میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک جبلت (Instinct) اور دوسری ذہن (Intelligence) جبلت کا یہ خاصہ ہے کہ انسان جو کام کرتا ہے، وہ بلا ارادہ اور آپ سے آپ کرتا ہے - بچہ محبت سے اپنی ماں کی طرف لپکتا ہے، یہ اس کی جبلت ہے - اس میں چوپائے اور پرندے سب داخل ہیں - دوسری چیز ذہن اور عقل ہوتی ہے - اس میں انسان کے ارادے اور قصد کو دخل ہوتا ہے - انسان رہنے کے لئے مکان بناتا ہے اس میں اس بات کا خیال پہلے سے رکھ لیتا ہے کہ مکان جاڑے، گرمی، برسات ہر موسم میں اس کے لئے آرام و آسائش کا باعث ہو - یہ بات چرند و پرند میں اب تک سمجھی جاتی ہے کہ نہیں ہے لیکن حال کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں میں بھی ذہن و عقل ہوتی ہے، حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے بھی قدرتِ کاملہ کے اس عطیہ سے خالی نہیں ہیں ان کے اکثر کاموں میں بھی عزم و ارادہ اور ترتیب و تنظیم کو دخل ہے -

مثال کے طور پر ایک بھڑ کو لو - جب وہ اپنا چھتہ بنا لیتی ہے تو اس کے بعد وہ اس کے گرد گنتی چکر لگاتی ہے - پہلے چکر ذرا چھوٹے ہوتے ہیں، پھر بعد میں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے چھتے کے ماحول سے پوری طرح واقف ہو جائے - واقفیت اپنے ذہن میں حاصل کرنے کے بعد اب وہ جنگل میں اپنے کام سے جاتی ہے اور خوب گھومنے پھرنے کے بعد وہ سیدھے اپنے چھتے میں لوٹ آتی ہے - اگر چھتہ بناتے وقت اس کی نیت لوٹنے کی نہیں ہوتی تو وہ اس کے ارد گرد چکر نہیں کاٹتی بلکہ یوں ہی سرسری طور پر کچھ دیر بیٹھکر وہ اڑ جاتی ہے -

یہی حال شہد کی مکھی کا بھی ہے - تم کسی شہد کے چھتے سے کسی مکھی کو پکڑ لو اور اسے دور لیجا کر چھوڑ دو، پھر دیکھو کہ وہ کیسی سیدھے اپنے چھتے میں واپس آجاتی ہے - اس کا سبب بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا شہد کا چھتہ بناتے وقت اس کے گرد و پیش سے خوب واقفیت حاصل کر لیتی ہے اور اسے بخوبی اپنے ذہن میں محفوظ رکھتی ہے - اس کے برعکس کسی ایسی مکھی کو لو جو ابھی کسی چھتے میں نئی نئی پیدا ہوئی ہو اور اس نے یہ منزل طے نہ کی ہو - اسے پکڑ کر کسی دوسری جگہ لے جاؤ اور وہاں سے چھوڑ دو پھر دیکھو وہ کیسی بھٹکتی پھرتی ہے اور کبھی اپنے چھتے میں واپس نہیں ہو سکتی -

یا ایک ذرا مختلف مثال کسی زمین پر رینگنے والے کیڑے کی لو، مثلاً وہ چیونٹیاں جو آم کے پتوں میں اپنا گھر بناتی ہیں - تم نے شاید کبھی غور کیا ہو کہ وہ کس طرح پہلے پتوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور جب وہ اس کام کو ختم کر لیتی ہیں تو کس طرح اپنے کو ایک پتی سے دوسری پتی پر پھیلا دیتی ہے اور ایک پتی کو اپنے منہ سے پکڑ لیتی ہیں اور دوسری کو پچھلی ٹانگوں سے - پھر وہ ان کو کھینچتی ہیں اور دونوں پتیاں ایک دوسرے کے قریب آجاتی ہیں - اگر پتیوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہوتا ہے کہ ایک چیونٹی تنہا ایک پتی سے دوسری پتی تک نہیں پہونچ سکتی تو کئی چیونٹیاں ملکر آپس میں ایک زنجیر بنا لیتی ہیں - ایک چیونٹی دوسری کی کمر پکڑ لیتی ہے اور اسطرح لمبائی دوگنی ہو جاتی ہے - اگر فاصلہ اور بھی زیادہ ہو تو کئی چیونٹیاں باہم مل جاتی ہیں - ایک بات ان میں خاص اور ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان کی یہ کشش باہم مخالف نہیں ہوتی بلکہ سب ملکر ایک ہی طرف زور لگاتی ہیں -

لیکن یہ تو ان کا صرف آدھا کام ہے، بقیہ آدھا ان پتوں کو باہم جوڑ کر گھر بنانے کا ہے - یہ جب پتوں کو باہم ملا لیتی ہیں تو اس وقت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انھیں باہم کیونکر جوڑیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پائیں . اس کے لئے وہ یہ کرتی ہیں کہ ہر ایک چیونٹی اپنے منہ میں ایک چھوٹا سا ریشم کا کیڑا (یا اسی قسم کی کوئی چیز) لاتی ہے جسے وہ ایک پتی کے بازو سے ملا کر دوسری پتی کے بازو تک ڈھلکاتی ہوئی لیجاتی ہے اور اسطرح ان دونوں پتیوں کے درمیان ایک ہلکے ریشم کی چادر سی تن جاتی ہے جو انکو جدا ہونے نہیں دیتی -

تاریخ

سلسلۂ اکابرین ہند

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا

آپ ہندوستان کے ان چند بزرگوں میں ہیں جن کے فیض و برکت کا سرچشمہ اب تک جاری ہے۔ دہلی میں آپ کا نہایت عمدہ مزار ہے جو ایک بہترین عمارت ہونیکے علاوہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے طمانیت قلب اور سکون روح کے حصول کا باعث ہے۔

آپ ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے جب کہ دہلی کے ایک مشہور بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور آپ کے لئے جگہ خالی کر دی۔ آپکے مورث اعلیٰ بخارا کے رہنے والے تھے اور سب سے پہلے لاہور میں وارد ہوئے اور یہیں آپکی ولادت ہوئی لاہور سے آپ پہلے بداؤں تشریف لائے جو اس زمانہ میں علم و فضل کا مرکز تھا۔ ابھی آپ پانچ ہی سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ نے اس کے بعد اپنی ماں کے آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ قدرت کی طرف سے آپ ایک تیز طبیعت اور اچھا ذہن لے کر آئے تھے، ۱۰ سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے آپ نے تمام علوم مروجہ حدیث و تفسیر صرف و نحو، منطق و معانی سب ختم کر ڈالے۔ بارہویں سال سر پر دستار فضیلت رکھی گئی لیکن آپ کی سیرابی اس علم سفینۂ سے بھلا کب ہو سکتی، آپ کو تو علم سینہ کی تحصیل کا شوق تھا۔ ۲۰ سال کی عمر تک آپ ایک بڑے بزرگ شیخ نجیب الدین متوکل کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور انہی کی وساطت سے آپ کی رسائی ہندوستان کے ایک بڑے بزرگ شیخ فریدالدین گنج شکر کے دربار میں ہوئی جو شیخ نجیب الدین متوکل کے بھائی تھے آپ ہی کے ہاتھ پر آپ بیعت ہوئے اور یہیں سے آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

حضرت گنج شکر کی زیارت اور آپ سے شرف بیعت حاصل ہونیکا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک دن ایک قوال باہر سے گھوم پھر کر آیا اور شیخ سے اپنے سفر کے حالات بیان کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں وہ کہنے لگا کہ ایک دن میں شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانی کے ہاں قوالی سُنانے گیا آپ ایک نہایت صوفی منش اور بزرگ شخص ہیں۔ آپ کے فیض صحبت کا یہ اثر ہے کہ آٹا پیسنے والی عورتیں بھی ذکر و ورد کرتی ہیں۔ اس کے بعد اس نے شیخ فریدالدین گنج شکر کی صحبت کا حال سُنایا اور کہنے لگا کہ ظاہر میں اگرچہ فقیر معلوم ہوتے ہیں لیکن باطن کے اعتبار سے وہ بادشاہ ہیں۔ بزرگی و کرامت اور زہد و اتقا میں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ خدائے تعالےٰ نے انہیں اپنی نعمت کا قاسم بنایا ہے۔ حضرت فریدالدین گنج شکر کے یہ حالات سُن کر شیخ کی آتش شوق بھڑک اٹھی اور وہ شیخ نجیب الدین متوکل کی وساطت سے جودھن آپ کی خدمت میں مضطرب اور پروانہ وار پہنچے۔ وہاں شمع انتظار پہلے ہی سے کھڑی جل رہی تھی خدمت اقدس میں پہونچے تو حضرت گنج شکر کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا بہ آب کردہ

غرض مرشد کی صحبت میں کچھ عرصہ کسب فیض و قیام کے بعد خرقۂ خلافت عطا ہوا اور پایہ تخت دہلی کی ولایت سپرد کی گئی کہ یہیں اس روحانی سلطنت کا دارالخلافہ بھی قائم ہوا اور یہیں سے اس آفتاب روح و عرفاں کی کرنیں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچیں غرض الہام غیبی سے حضرت نظام الدین نے شہر دہلی سے کچھ دور ایک موضع غیاث پور کو اپنا مسکن و مرکز بنایا۔ آپ کا لقب اگرچہ سلطان السلاطین تھا لیکن فقر و فاقہ کا یہ حال تھا کہ آپ معہ اپنے رفقا کے چار چار روز تک متواتر روزے رکھتے اور پھر بھی افطار کے لئے کچھ میسر نہ ہوتا۔ پاس ہی ایک غریب رسی بٹنے والی بوڑھیا رہتی تھی، جو دن بھر رسی بٹ کر شام کو اتنے پیسے بمشکل لاتی کہ اس سے (جو کا آٹا خریدتی اور) اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی۔ ایک دن جب اس نے اپنے ان ہمسایوں کا حال سُنا تو اس سے نہ رہا گیا اور اس نے اپنا پیٹ کاٹ کر اسدن کا ڈیڑھ سیر جو کا آٹا آپ کے ہاں دے آئی۔ شیخ نے اپنے ایک مُرید کو حکم

دیا کہ ہانڈی میں پانی ڈال کر چولھے پہ رکھ دیا جائے تاکہ جوش آئے
اتنے میں ایک گدڑی پوش فقیر آیا اور اس نے کھانا طلب کیا
شیخ نے فرمایا، آٹے میں پانی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا گیا ہے۔
ذرا ایک دم آجائے تو حاضر کیا جائے۔ فقیر نے کہا، نہیں ابھی لاؤ حضرت
خود اٹھے اور کپڑے سے جلتی ہوئی ہانڈی پکڑ کر فقیر کے سامنے لا
رکھی۔ فقیر نے ہانڈی میں ہاتھ ڈالا اور گرم گرم لقمے نکال کر کھانے
لگا۔ جب سیر ہو چکا تو ہانڈی اٹھا کر ٹپک دی اور کہا کہ نعمت باطن
تو حضرت فرید کے دربار سے مل چکی ہے۔ اس ظاہری نان و نمک
کی ہانڈی کو بھی میں نے ٹپک دیا، تاکہ آپ سلطان ظاہری و باطنی
دونوں بنیں۔ یہ کہا اور کہہ کر نظروں سے غائب ہو گیا اس کے بعد سے
نذر و ہدایے کی یہ کثرت ہوئی کہ شمار و حساب میں نہیں آسکتی۔

غیاث پور کو آپ نے اپنے قیام و سکونت کیلئے جس مقصد سے اختیار کیا
تھا وہ سکون و تنہائی کے خیال سے تھا لیکن سلطان غیاث الدین بلبن کی انتقال
کے بعد جب معز الدین کیقباد کا زمانہ آیا تو اس نے اسی مقام کو اپنا پایہ تخت بنانا چاہا حضرت
نظام الدینؒ نے جب یہ خبر سنی تو بہت متردد ہوئے اسی فکر و تشویش میں آپ ایک روز بیٹھے
ہوئے تھے کہ ایک نوجوان شخص سامنے سے نمودار ہوا اور یہ شعر پڑھا

روزے کہ مہ شدی نمیدانستی　　کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

(جس روز سے کہ آپ چاند بنکر آسمان شہرت پر چمکے، آپ کو نہیں معلوم تھا کہ دنیا
والوں کی انگلیاں آپ کی طرف اٹھینگی) پھر اس کے بعد یہ سمجھانے لگا
کہ خلق سے دور رہ کر اگر خالق کی بندگی کی تو کیا کیا، تعریف تو جب ہے
کہ جلوت میں خلوت کی کیفیت پیدا کی جائے اور خدمت خلق خود خالق کی
سب سے بڑی عبادت بنے۔ اس کے بعد آپ نے اس فرشتہ الہی کی کچھ
خاطر و تواضع کرنی چاہی لیکن اس نے ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا۔ اس وقت
آپ نے سمجھا کہ میرے اس ارادہ سے اسکو اتفاق نہیں ہے، اسی وقت آپ
نے اپنا ارادہ فسخ کیا اور اس شخص نے نہایت خوشی کے ساتھ ہاتھ بڑھایا، کھانا
کھایا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

سلطان السلاطین نظام الدین اولیا ایسے بڑے جلیل القدر بزرگ تھے
کہ آپ نے کبھی کسی سلطان یا تاجدار دنیوی کے دربار کی آستان بوسی یا اس کے آگے سر
خم کرنا گوارا نہ کیا جو سر اس مالک حقیقی کے سامنے روز و شب زمین پر رہتا ہو، وہ
مناسب نہیں کہ کسی تاجدار کے خاک آستاں کا رہین منت ہو۔ اور دست قدرت
بھی آپ کا اس معاملہ میں ہمیشہ معین و مددگار رہا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب سلطان
علاؤالدین خلجی کا انتقال ہو گیا تو سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اس کے
بیٹے خضر خاں کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ خضر خاں حضرت نظام الدین اولیا
کا بہت بڑا معتقد اور مرید تھا، اس بنا پر بادشاہ کا شعلۂ غضب اس طرف بھی لپکا
اور چاہا کہ مرشد کا بھی خاتمہ کر دے لیکن تمام بادشاہی لشکر اور چھوٹے بڑے تمام
امراء و وزراء شیخ کے معتقد و مرید تھے اس وجہ سے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اپنے مخصوص
سے دریافت کیا کہ نظام الدین اولیا کا اتنا کثیر خرچ کہاں سے آتا ہے۔ قاضی خضر
بھی شیخ کے اس اثر و اقتدار سے جلتا تھا، ایک ایک کی چار چار لگائی اور کہنے
لگا کہ تمام ملازمین و متعلقین حکومت شیخ کے صد درجہ معتقد و مرید ہیں، اور انھی
کے نذر و ہدایا سے یہ رقم آتی ہے۔ بادشاہ نے فوراً ایک حکم نافذ کیا کہ آج
سے کوئی شخص شیخ کے ہاں آمد و رفت نہ رکھے اور نہ کوئی نذر و ہدایا پیش کرے۔
شیخ نے جو اس گدائے دنیوی کا یہ عتاب شاہی سنا تو اپنے خادم خواجہ اقبال کو حکم
دیا کہ آج سے لنگر خانہ کا خرچ دوگنا کر دیا جائے اور جس قدر رقم کی ضرورت ہو
فلاں طاق میں بسم اللہ کر کے ہاتھ ڈالا جائے اور بقدر ضرورت رقم نکال لی جائے۔
بادشاہ نے جو یہ خبر سنی اور یہ ماجرا دیکھا تو آتش حسد سے جل اٹھا اور انتقام لینے
کی ایک دوسری تدبیر سوچی۔ اس نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح
ملتانی اتنے بڑے بزرگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور آج کل بھی یہیں ٹھہرے
ہوئے ہیں لیکن آپ دہلی میں ہو کر کبھی ملنے نہیں آتے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ہمارے
بزرگوں کا کبھی یہ دستور نہیں تھا کہ سگان دنیا کی آستاں بوسی کو جائیں بادشاہ
نے جو یہ جواب سنا تو یہ کہتے ہیں کہ سانپ کیطرح بل کھانے لگا۔ اور کہا کہ شیخ
کو میرے اس حکم کی تعمیل کرنی لازمی ہوگی۔

حضرت نظام الدین نے بادشاہ کی بیجا ضد اور ہٹ دھرمی دیکھی تو سلطان
کے مرشد شیخ غیاث الدین رومی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ بادشاہ سے کہدے
کہ فقیروں کو ستانے سے کیا فائدہ! اس میں وہ نقصان اٹھا جائیں گے۔
معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت بہت خراب ہے اور عجب اتفاق کہ چند ہی روز
بعد شیخ کا انتقال ہو گیا۔

نظم

برکھا رت

جامعہ ملیہ کے سابق طالبعلم مولوی شفیع الدین صاحب نیّر ٹیچر ماڈرن اسکول دہلی کے ہم بہ دل شکرگذار ہیں جنھوں نے یہ دلچسپ نظم ہمیں عنایت کی ہے ہمیں اُمید ہے نیّر صاحب آئندہ بھی "پیامِ تعلیم" کو یاد رکھینگے۔ عنوان میں ہمنے تھوڑا سا تصرف کیا ہے یعنی بجائے "آثار بارش" خواجہ حالی مرحوم کی تقلید میں "برکھارت" رکھا گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

آئے آئے بادل آئے — چاروں جانب گھِر کر آئے
سورج نے بھی منہ کو چھپایا — ڈالا سر پر کالا دوشالا
ہر سو تاریکی چھائی ہے — ایسی جیسے رات آئی ہے
بجلی چمکی بادل گرجا — کڑکا سنکر ہر دل دھڑکا
سرد ہوا کا جھونکا آیا — دل کی کلی کو اس نے کھلایا
پتے پھول شجر ہلتے ہیں — پودے اور شجر ہلتے ہیں
ڈالی ڈالی جھوم رہی ہے — سبزے کا منہ چوم رہی ہے
ننھی بوندیں آئیں گی پہلے — گرد و غبار مٹائیں گی پہلے
پھر کچھ ہلکی پھوار پڑے گی — بارش موسلادھار پڑے گی
بہنے لگیں گے سب پرنالے — بھر جائیں گے ندی نالے
دریا بھی سب چڑھ آئیں گے — میدانوں میں بڑھ آئیں گے
پھیلے گی دریا کی روانی — ہر سو ہوگا پانی پانی
پھر جب بارش تھم جائے گی — ریت اور مٹی جم جائے گی
پتوں پر جو قطرے ہوں گے — گویا موتی بکھرے ہوں گے
رنگ برنگی پیاری پیاری — بانکی ستھری سب سے نیاری
سبز سنہری نیلی پیلی — شان کے ساتھ دھنک نکلے گی
پی پی پپیہے اب گائیں گے — اور مینڈک بھی ٹرائیں گے
مور بھی اب جھنکار اٹھیں گے — مست بھی سب پکار اٹھیں گے
سبزہ ہر سو اُگ آئے گا — ہر ایک کا جی بہلائے گا
نیّر کیسا لطف آئے گا — غم کا بادل پھٹ جائے گا

اسلام

اصولی حیثیت سے

دنیا میں اس وقت بیشمار مذاہب ہیں۔ اور ہر ایک مذہب کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کم و بیش فرق کے ساتھ اپنے اندر اچھائیاں اور برائیاں رکھتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی اگر کسی مذہب کو بہتر اور ضروریات انسانی کو پورا کرنیوالا کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ ذیل کی شہادتیں خود اس دعوے کو ثابت کر دیں گی۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام ہے کیا چیز۔؟

اسلام کے معنی ہیں اطاعت اور اقرار قلبی اس بات کا کہ میں اُس نظر نہ آنیوالی ہستی کا جسکا حکم ہر ایک شے میں جاری اور ساری ہے اور جسکا اقرار باوجود سعی انکار کے ہر ہر قدم پر ہمیں مجبوراً کرنا پڑتا ہے، اور اسی کے ساتھ اس برگزیدہ مخلوق کے منجانب اللہ ہونیکا اقرار کرنا، جو ہم تک اس پیام کے پہنچنے کا واسطہ بنی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اس طرح کہیئے کہ اسلام نام ہے اس مذہب کا جو آنحضرت پر نازل ہوا اور جس پر صحابہ کرام کا عمل درآمد رہا۔ اور آنیوالی نسلوں کو اسی پر عمل کرنیکا حکم دیا گیا۔

اسلام میں سب سے بڑی چیز جسے مرکز کہنا بالکل صحیح ہے، وہ توحید ہے۔ اور توحید کا اقرار صرف تلفظ سے ختم نہیں ہو جاتا کہ زبان سے اس نادیدہ ہستی کو ایک کہدیا جائے بلکہ عملی حیثیت سے ان تمام تخیلات کو فنا کر دینا جن سے ذرا بھی شرکت خیال پیدا ہو سکتی ہو۔ اور یقین کہ اس مرتبہ کو حاصل کر لینا ہی توحید ہے۔

اسلام نے ہمکو ایک اہم ترین چیز کی تعلیم دی۔ اور حقیقت میں وہی اسکی افضلیت کا بہترین ثبوت ہے کہ وہ بغیر یقینی دلایل کے جن کے ادراک کا اختتام ہمارے حواس پر ہوتا ہو۔ یا انکی ترکیب بدیہات سے ہوئی ہو جن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا جیسے کے ہم اس بات کا فوراً یقین کر لیتے ہیں کہ وہ متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ یا ایسی دو چیزیں جن میں ایک کا وجود بغیر دوسرے کے ضروری ہو ایسی دو چیزوں کا بیک وقت معدوم ہونا محال ہے۔ یہ باتیں غور و فکر کی محتاج نہیں مگر چونکہ یقینی ہیں، اس لئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتی ہیں۔

اسلام نے چونکہ اس بات کی ذمہ داری لے لی ہے کہ ان بولتے والے حیوانوں کو مکمل انسان بنا دے۔ اس لئے اس نے ان تمام اصول کا احاطہ کر لیا ہے جو اس مقصد کیلئے مفید ہوں۔

اسلام نے اپنی آواز کو جسوقت بلند کیا تو اس کا ماحول ناپاکیوں سے آلودہ تھا اور دنیا محاسن کے صرف نقش یا تلفظ سے واقف تھی۔ اس نے روحانی اور ظاہر ترقی کے اسباب بطور اصول کے منضبط کیے۔ اور ایک اصول یہ بھی بتایا کہ انسان فضائل اور اخلاق کو اپنی طبیعت ثانی بنا لے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اسلام ہی نے اخلاق و فضائل کو حیات ثانیہ بخشی۔

اور اپنی اس بخشش کا شکریہ چند الفاظ میں نہیں طلب کیا بلکہ اس کا مطالبہ وہی تھا جو شکر کی اصل حقیقت ہے کہ ہر چیز کا استعمال اس کے وقت پر کرنا چاہیئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان تمام بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کو نیست و نابود کر دیا جو انسانی پیشانیوں پر بدنما داغ تھیں۔ اور وہی انسان جس کی کل تک کوئی حیثیت نہ تھی اسکی عزت، قدر اور قیمت بڑھا دی۔

یہ تمام باتیں ایک خاص تخیل کے ماتحت وقوع پذیر ہوئی ہیں گو لوگ انہیں اپنا ایک فرض منصبی سمجھ کر واجب العمل سمجھتے تھے۔ مگر دراصل وہ ہی ان کی بادی اور ہلاکت کی جڑ تھیں "اسیکا نام اندھی تقلید تھا"

یہ دنیا کے لئے ایک مہیب حربہ ہلاکت تھا۔ دنیا برسوں اس کا شکار رہی مگر اسلام نے اس کو ریزہ ریزہ کر کے تہ خاک کر دیا۔ اسلام نے تعلیم و تعلم کا سبق ضرور دیا مگر کسی تفریق کو روا نہیں رکھا۔ اس نے ہر ایک دیندار کو مساوی طور پر شرعی کتابوں اور مسائل کے سمجھنے کا حق دیا۔ اور کسی خاص قوم۔ فرقہ یا گروہ کی تخصیص نہیں کی۔ اسلام کی یہی شان ابتدا سے لیکر اب تک اپنی اصلی صورت میں باقی ہے (باقی آئندہ)

تاریخی قصے

ایک وزیر کی بادشاہ کو نصیحت

سلطان ابراہیم غزنوی نے تخت نشینی کے بعد سب سے پہلا ارادہ یہ کیا کہ وہ اپنی سلطنت کو ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد پر رکھے۔ سلجوقیوں کے حملے اور اپنے پیش رو حکمرانوں کی کمزوری سلطنت کے معاملات میں ایک بڑی بدنظمی پیدا ہو گئی تھی اور ملک کا انتظام نااہل لوگوں کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے خواجہ ابوالقاسم حصیری کو بلایا جو یمین الدولہ محمود کے معتمد حکام میں سے تھے اور جو فہم و ذکاوت میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ بادشاہ نے ان سے رائے پوچھی تو ابوالقاسم نے کہا کہ ایک دن جب کہ وہ جہاں پناہ کے دادا سلطان محمود کی طرف سے علاق خاں حاکم ماوراءالنہر اور ترکستان کے پاس بھیجے گئے تو انھوں نے علاق خاں کو جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عقلمند شمار کیا جاتا تھا، یہ کہتے ہوئے سُنا کہ سلطنت کی مثال ایک باغ کی ہے اور بادشاہ اسکا باغبان ہے وہ اگر اچھا باغ لگانا چاہتا ہے تو اس کو اس میں تین باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے اول یہ کہ ایسے پھل دار درخت ہوں جن سے فوراً پھل مل سکے، دوسرے یہ کہ ایسے درخت ہوں جن سے جلد پھل ملنے کی توقع ہو اور جو اگرچہ پھل نہ دیتے ہوں، پھر بھی اپنے پھولوں اور خوشبو سے باغ کے لئے باعث زینت ہوں اور تیسرے ایسے چھوٹے چھوٹے پودے ہوں جو کچھ عرصہ بعد پھل لانے والے ہوں جب بڑے درخت پرانے ہو کر خشک ہو جائیں تو باغبان انھیں ایندھن کے لئے استعمال کرے اور چھوٹے چھوٹے پودوں کو ان کی جگہ نصب کر دے جو اپنے وقت پر پھلیں پھولیں تاکہ باغ کبھی بے پھل پھول کے نہ رہے۔

سلطان ابراہیم نے یہ باتیں سُنکر تہیہ کر لیا کہ وہ اپنی حکومت کیلئے ان باتوں کو عمل میں لائے گا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ لایق اشخاص کی ایک ایسی جماعت تیار رکھتا جو حکومت کے عام فرائض کو انجام دے سکتی تھی، اور ایسا کرنے میں وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا کہ اس کے افسران یہ خیال نہ کریں کہ بادشاہ کا کام ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور اگر وہ چھوڑ دیں تو ان کی جگہیں پُر کرنے کیلئے اشخاص نہ ملیں گے بلکہ وہ چاہتا تھا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان جیسے بہتیرے اور بھی ہیں اور جو ان کے فرائض کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور یہ محض ان کی عنایت ہے کہ وہ ان عہدوں پر مامور کئے گئے ہیں، لہذا انہیں ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

بادشاہ کا اپنے درباریوں سے مایوس ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سلطان ابراہیم غزنوی نے دربار عام کیا جسمیں تمام امراء اور اہل دربار جمع ہوئے۔ لیکن بادشاہ بہت متفکر بیٹھا رہا اور کسی سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ وزراء یہ دیکھ کر بہت متفکر ہوئے لیکن کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ بادشاہ سے اس کی خاموشی کا سبب پوچھے بالآخر درباریوں میں سے ایک شخص جو بادشاہ کا بہت منظور نظر تھا، آگے بڑھا اور دریافت کیا کہ جہاں پناہ! آپ اس درجہ متفکر کیوں ہیں؟ بادشاہ نے فرمایا کہ "میری سلطنت کا سب سے بڑا رکن یعنی امیر حاجب بہت ضعیف ہو گیا ہے اور اس کا سفینۂ حیات اب موت کے قریب آلگا ہے۔ آج جب میں اپنے تمام درباریوں کی طرف نظر اُٹھاتا ہوں تو ایک کو بھی میں اس لایق نہیں پاتا ہوں جو اس کی جگہ لے سکے"۔ درباریوں نے عرض کی جہاں پناہ! آپ کی آنکھ مثل آفتاب کے روشن ہے اور اپنے اندر نہایت قوی اثر رکھتی ہے۔ جو پتھر کو لعل بنا دیتی ہے اور خاک کو سونا کر دیتی ہے۔ اگر آپ کسی کو ذرا تعلیم و تربیت کریں تو وہ فوراً بڑے سے بڑا کام کرنے کے لئے تیار ہو جائیگا" بادشاہ نے فرمایا "بیشک یہ صحیح ہے لیکن آفتاب باوجود اتنی بڑی منور شئے ہونے کے فوراً تو پتھر کو لعل نہیں بنا سکتا، اور اگرچہ ایک کیمیا گر سونا بنانا جانتا ہے پھر بھی وہ بغیر ضروری سامان کے تو کچھ نہیں کر سکتا"۔

سلطان عبدالرشید کی سادہ لوحی

"تاریخ ناصری" میں لکھا ہے کہ جب سلطان عبدالرشید غزنیں کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ اپنے ایک غلام توماآن نامی پر خاص نظرِ عنایت رکھنے لگے۔ چنانچہ روز بروز اس کی ترقی ہونے لگی یہاں تک کہ سلطنت کا تمام کاروبار اس کے ہاتھ میں آگیا۔ لیکن یہ شخص نہایت ذلیل طبیعت اور بدطینت تھا حتی الامکان امرا اور روسا، کو ان کے عہدوں سے ہٹا ہٹا کر چھوٹوں اور بردوں کو ان کی جگہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا۔ ان ہی میں ایک ابوسہل رازی بھی تھا جس نے اس کو خواجہ عبدالرزاق بن حسن میمندی کے خلاف لگا رکھا تھا ابوسہل نے خواجہ کے خلاف ہر قسم کے فریب و دغا سے کام لیا جس میں توماں بھی اپنے بغض و حسد کے ساتھ شریک رہا کرتا تھا۔ عبدالرشید کمسن، سادہ لوح اور ایک ناتجربہ کار شخص تھا۔ اس نے اپنے وزیر عبدالرزاق کو برخاست کردیا اور جرمانہ بھی کردیا۔

توماآن کی نظرِ عنایت خطیب لوط نامی ایک اور کمینہ طبیعت ذلیل شخص پر بھی اور اس نے اسے 'دیوان ریاست' بنا رکھا تھا۔ خواجہ ابوطاہر حسن جو غزنیں کے قدیم امرا میں سے تھے، عبدالرشید کے حکم کے مطابق ہندوستان سے خراج وصول کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جب وہ ہندوستان پہنچے تو انہیں ہر شہر اور قصبہ میں توماآن کے کارندے ملے جو اپنے جور و ستم سے لوگوں کو پریشان کررہے تھے۔ خواجہ نے ان واقعات کی اطلاع ابوالفضل صاحب دیوان مراسلت کے پاس بھیجی، ابوالفضل نے اسے عبدالرشید کے پاس پیش کیا اس نے توماں کو طلب کیا اور بہت سخت سست کہا۔ اس بنا پر توماآن ابوالفضل سے اور جلنے لگا اور اس نے اس کے خلاف تہمت لگائی۔ عبدالرشید نے اپنی سادہ لوحی میں آکر ابوالفضل پر جرمانہ کردیا اور اسے قیدخانہ میں ڈلوادیا۔ اس کے بعد توماآن مختارِ کُل ہوگیا اور اُس نے خطیب لوط کو پشاور کے علاقہ کا حاکم بنادیا اس شخص نے یہاں آکر ظلم و ستم کی کوئی حد نہ چھوڑی اور تمام لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔

جب خواجہ ابوطاہر پشاور پہنچے تو لوگوں نے ان سے خطیب لوط کی شکایت کی چنانچہ خواجہ نے اس کو طلب کیا اور بہت لعنت ملامت کی۔ خطیب نے خواجہ کو نہایت گستاخانہ جواب دئے، چنانچہ خواجہ نے اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے اُسے دربار سے نکلوادیا، اور قیدخانہ میں بند کرادیا۔ خطیب کے لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع توماآن کو کردی جس نے وہ خط بادشاہ کے سامنے پیش کردیا اور کہا خطیب جانتا تھا کہ خواجہ نے لوگوں سے کس قدر ناجائز رقمیں لی ہیں اور اسی وجہ سے اس نے خطیب کو قید کر رکھا ہے۔ عبدالرشید نے بلا کسی تحقیق و تفتیش کے صرف توماآن کے غلط بیانات پر اعتبار کرکے اُسے یہ حکم دیدیا کہ وہ خواجہ کو گرفتار کرلائے اور خطیب کے ساتھ دربار میں حاضر کرے۔ توماآن تین سو سوار لیکر پشاور کی طرف بڑھا اور ابوطاہر کو گرفتار کرکے اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدیں اس کے بعد وہ خطیب لوط کو رہا کرکے واپس ہونے لگا جب وہ غزنیں سے ایک دن کی مسافت پر تھے تو انہیں اچانک یہ خبر ملی کہ طغرل نے عبدالرشید کو قتل کرڈالا ہے، اور اسکی جگہ لے لی ہے۔ توماں کے ہمراہ جو سوار آئے تھے، وہ خواجہ ابوطاہر کے پاس گئے اور اس سے بڑی معذرت کے ساتھ یہ عرض کی کہ "اب قوت آپ کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ آپ حکم دیں ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔" خواجہ نے ان سے کہا کہ "یہ بیڑیاں میرے پاؤں سے اُتار کر توماآن کے پاؤں میں پہنادی جائیں"۔ یہ سنتے ہی سواروں نے توماں کو گھوڑے سے کھینچا اور بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالدیں خطیب لوط اور اس کے ساتھی سب گرفتار ہوئے اور وہ اونٹوں میں بٹھا کر غزنیں لائے گئے۔ یہ تمام مصیبتیں عبدالرشید پر صرف اس وجہ سے نازل ہوئیں کہ وہ ایک سادہ لوح شخص تھا اور خوشامدی لوگوں کی باتوں پر اعتبار رکھتا تھا۔

انجمن خدام جامعہ رنگون

"انجمن خدام جامعہ" کے اراکین سے جو رقم مجموعی طور پر انکی رکنیت کے آغاز سے ماہ جولائی ۱۹۲۹ء تک وصول ہوئی ہے، بغرض اطلاع شائع کی جاتی ہے۔ اگر اس میں کوئی بھول چوک ہو تو مطلع فرمادیں۔

انجمن کے مفصل حسابات سال نو کے افتتاح پر شائع کئے جائیں گے۔ اور آیندہ سے جو رکن جس ماہ میں چندہ دیگا اسی مہینہ میں اس کا نام پیام تعلیم میں شائع کردیا جائیگا۔

فہرست اسمائے اراکین مع چندہ ماہواری اور مجموعی حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسماء اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم	نمبر شمار	اسماء اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم
۱	ایم۔ ایچ علو صاحب	۱۰	۱۲۰	۱۹	ماسٹر قاسم علی صاحب	۲	۱۰
۲	قطب الدین معلم صاحب	۱۰	۱۲۰	۲۰	ایم۔ بی۔ ڈسائی صاحب	۲	۱۲
۳	مولوی شہباز خاں صاحب	۷	۳۵	۲۱	ڈاکٹر ایس اے احمد صاحب	۲	۲
۴	منشی رفیع الدین صاحب	۵	۶۰	۲۲	سید محمد یوسف احسن صاحب ظفر	۲	۶
۵	ماسٹر محمد مسلم صاحب	۵	۴۵	۲۳	ایم قطب الدین صدیقی صاحب	۲	۱۲
۶	منشی محمد اسحاق صاحب	۵	۴۵	۲۴	ملا رمضان صاحب	۱	۲
۷	حکیم اسمعیل احسن صاحب عیش	۵	۴۲ر۸	۲۵	مولوی رفیع الدین صاحب فانی	۱	۸
۸	ولی محمد صاحب	۰	۵	۲۶	اسماعیل قاسم منصور صاحب	۱	۱۲
۹	ماسٹر نظیر احمد صاحب	۳	۲۴	۲۷	مسٹر گروبا دھم صاحب	۱	۱۲
۱۰	ماسٹر ای کاکا صاحب	۲	۲۸	۲۸	ماسٹر عبدالرحمن صاحب ندوی	۱	۱۲
۱۱	محمد یعقوب گورا باوا صاحب	۳	۹	۲۹	ماسٹر محمد نعیم صاحب	۱	۱۲
۱۲	سید بخشش احمد صاحب	۳	۲۱	۳۰	ماسٹر نیاز احمد صاحب	۱	۱۲
۱۳	ڈاکٹر ایم این۔ امین صاحب	۳	۹	۳۱	قاضی سید توکل حسین صاحب	۱	۴
۱۴	مولوی عبدالرحمن صاحب	۳	۲۴	۳۲	مسٹر محمد سلیم رنگونی صاحب	۱	۱۰
۱۵	مسٹر خان میر صاحب	۳	۶	۳۳	مسٹر محمد سلیم صاحب	۱	۵
۱۶	ماسٹر زین علی صاحب	۲	۱۲	۳۴	مسٹر عبدالقادر خاں صاحب	۱	۲
۱۷	ماسٹر عارف حسین صاحب	۲	۱۴	۳۵	قاری واحد خاں صاحب	۱	۲
۱۸	مولوی محمد حنیف صاحب دریا بادی	۲	۱۴	۳۶	ڈاکٹر مظہر حسین صاحب	۱	۲

نمبر شمار	اسمائے اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم
۳۷	مسٹر سی آئی منی صاحب	۱	۲
۳۸	فضل الٰہی صاحب	۱	۵
۳۹	مسٹر عبدالرحمٰن صاحب	۱	۹
۴۰	منشی عبدالشکور صاحب	۲	۲۱
۴۱	مسٹر بسم اللہ خاں صاحب	۱	۱۰
۴۲	عبدالباسط صاحب	۱	۵
۴۳	مطلوب خاں صاحب	۱	۵
۴۴	محمد یوسف صاحب	۱	۴
۴۵	عبداللہ بھائی صاحب	۱	۶
۴۶	ملا عبدالرحمٰن جاسی صاحب	۱	۲
۴۷	ماسٹر اسرائیل احمد خاں صاحب جامعی	۳	۳
۴۸	علی احمد خاں صاحب جامعی	۵	۶۰
۴۹	خلیل احمد صاحب	۲	۲
۵۰	نصیر الدین صاحب		۱
	میزان		۸۹۸-۸-۰

عطیات

نمبر شمار	اسمائے اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم
(۱)	منشی عبدالشکور صاحب الکٹرک مرچنٹ	۱۰	۱۰
۲	محمد حسین صاحب رائس بروکر		۳
۳	ڈاکٹر بذریعہ محمد اسحاق صاحب		۳
	میزان کل		۱۶-۰-۰
			۸۹۸-۸-۰
			۹۱۴-۸-۰ روپیہ

علی احمد خاں۔
سکریٹری انجمن خدام جامعہ "(رنگون)"

جغرافیہ

طبیعی جغرافیہ

جغرافیہ نہایت ہی سلیس اور دلچسپ علم ہے مختلف ممالک کے رسم و رواج، تمدن، تہذیب، رنگ اور زبان کا اس سے پتہ چلتا ہے۔ ہر شخص کو جغرافیائی معلومات سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ لیکن عام طور پر طالب علم اس کا مطالعہ باقاعدہ اور اصول کے تحت نہیں کرتے جسکی وجہ سے اُنکو مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

جغرافیہ کے اصول نہایت ہی سادہ اور ایک سلسلہ میں منضبط ہیں۔ ہم ان اصولوں کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ کسی ملک کی جیسی جائے وقوع و طبیعی نمائش ہوگی ویسی آب و ہوا۔ جیسی آب ہوا ویسی پیداوار اور جیسی پیداوار ویسی صنعت و حرفت اور لین دین و تجارت اور جیسی تجارت ویسا تمدن۔ اگر ہمکو کسی ملک کی صرف جائے وقوع معلوم ہو جائے تو ہم اس کے ذریعے تمام عام معلومات کا بہت کچھ صحیح اندازہ کر سکتے ہیں بجائے اس کے کہ مشہور شہروں کے نام۔ پیداوار اور آب و ہوا رٹنے بیٹھیں۔

اب ہم طبیعی جغرافیہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔ اور یہ معلوم کریں گے کہ موسم کس طرح بدلتے ہیں اور تغیرات ارضی کیا کیا لاحق ہوتے ہیں۔

جغرافیہ کے عالموں نے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ زمین گول ہے اور یہ سورج کے ارد گرد گھومتی ہے۔ چنانچہ زمین کی محوری گردش اور سورج کی طرف ۲۳½ درجہ اور اُس کے گرد گھومنے کا نتیجہ موسموں کا تغیر اور دن رات کا پیدا ہونا ہے۔ دوسرے چاند گرہن اُس وقت واقع ہوتا ہے جب کہ سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے۔ اور سورج گرہن اُس وقت ہوتا ہے چاند سورج اور زمین کے درمیان آجاتا ہے۔

چاند کی زمین پر غیر مساوی کشش کی وجہ سمندر میں مد و جزر پیدا ہوتے ہیں جس سے کشتی رانی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب جہاز کلکتہ کی بندرگاہ پر پہنچتے ہیں تو مد کا انتظار کرتے ہیں اور جونہی وہ آتا ہے تو فوراً جہاز اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس سے اور بھی فوائد ظہور پذیر ہوتے ہیں مثلاً سمندر کا کچرا کوڑا صاف ہو جاتا ہے۔ بڑی بڑی مچھلیاں کیجانب چلی جاتی ہیں۔ اور نیز سمندر کی زرخیز مٹی آکر جمع ہوتی رہتی ہے۔

جس طرح زمین پر دریا بہتے ہیں اسی طرح سمندر میں دھارے چلتے رہتے ہیں یہ دھارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سرد دوسرے گرم جو ممالک سرد ہوتے ہیں جب اُن کے کنارے سے گرم رو گزرتی ہے تو وہاں کی آب و ہوا پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے چنانچہ جزیرہ برطانیہ کے پاس سے جب گلف اسٹریم دھارا گزرتی ہے تو وہاں کی آب و ہوا کو معتدل بنا دیتا ہے اور یہی فائدہ جاپان میں بھی ہوتا ہے۔ دھاروں کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی جہاز پر تباہی آتی ہے تو وہ شیشے کی منہ بند بوتلوں میں تمام تباہی کے حالات لکھ کر رکھ دیں ڈال دیتے ہیں اور یہ شیشے بہتے ہوئے کسی بندرگاہ پر جہاں سے گذرتی ہے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا طریقہ پہلے رائج تھا جبکہ سائنس نے اتنی کافی ترقی نہیں کی تھی۔

اب آئیے ہم ہواؤں سے تھوڑی بحث کر لیں۔ ہوا کا ایک خلا ہمارے اوپر ہے جو ۲۰۰ میل تک گھرا ہوا ہے۔ اس کے بعد کے طبقہ میں ہوا نہیں ہے قاعدہ ہے زمین بہ نسبت پانی کے جلد گرم ہو جاتی ہے اور پھر سرد بھی جلد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب دن میں سورج کی شعاعیں زمین کو گرم کرتی ہیں تو اس کے اطراف کی ہوائیں لطیف ہو کر اوپر کو اُٹھتی ہیں اور اُسکی جگہ سمندر کی لطیف ہوا لے لیتی ہے اور اس طرح ایک رو جاری ہو جاتی ہے چنانچہ جو ہوا سمندر سے زمین کی طرف آتی ہے وہ نسیم بحری کہلاتی اور جو زمین سے سمندر کی طرف جاتی ہے وہ نسیم بری کہلاتی ہے یہی وجہ ہے کہ دن میں لو چلتی ہے اور رات میں سرد ہوا۔ زمین کے بالائی طبقہ میں جب سرد ہوا گرم ہوا کے ساتھ مل جاتی ہے تو بخارات کی شکل اختیار کر لیتی ہے جسکو ہم بادل کہتے ہیں۔ یہ آبی بخارات سے لدے ہوئے ہوتے ہیں اور جب کسی پہاڑ سے ٹکراتے ہیں تو بارش ہوتی ہے چنانچہ بحر ہند سے جب مون سون ہوائیں مل کر ہمالیہ سے ٹکراتی ہیں تو اُس کے دامن میں خوب بارش ہوتی ہے بارش کے لئے زمین پر پہاڑوں کا وجود نہایت ضروری ہے ورنہ بعض ملکوں پر جہاں

قصے کہانیاں

"ہمارے ممّا"

(افسانہ)

"وہ آئے۔ وہ آئے"۔ کون؟ ۔ ممّا۔ ممّا آئیے ممّا"

بڑی بھانجی۔ (زہرہ) ممّا آداب عرض کرتی ہوں۔

چھوٹی بھانجی۔ (ذاکرہ) ممّا تسلیم۔

بڑا بھانجا۔ (اقبال) ممّا سلام

چھوٹا بھانجا۔ (رشید) ممّا۔ سلام

ممّا:۔ سلام بھئی سلام۔ سب جیتے رہو۔ کان نہ کھاؤ۔ پانی دکھاؤ۔ (بچوں کا ایک قہقہہ) ارے بھئی ہنستے کیوں ہو۔ گرمی گرمی! پیاسا ہوں۔ حلق خشک ہے۔ پانی لاؤ پانی۔ بڑی بھانجی نے پانی پیش کیا۔ بلا مبالغہ ایک سانس میں پی گئے۔ اتنی دیر میں چھوٹی بھانجی باورچی خانہ میں گئی۔ اور نہ معلوم کیا چیز مٹھی میں دبا لائی۔ مؤدبانہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی جب ممّا پانی پی چکے تو پھر پان کا حکم ہوا اور اسی بھانجی کی طرف مخاطب ہوئے۔ بھانجی اس حکم ہی کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔ جلدی جلدی ننھے منے ہاتھوں سے پان تیار کیا۔ اور ایک تھالی میں رکھ کر پیش کیا۔ ممّا نے بقول اپنے "ساڑھے تین سو" دعائیں دیں۔ بھانجی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ ضرور نمایاں ہوئی۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ جلدی سے ایک کونے کی آڑ میں چھپ گئی اور دبی آواز سے کھل کھل ہنسنے لگی۔ ممّا نے ایک دو مرتبہ بھی پان نہ چبایا ہوگا کہ "تھو تھو۔ تھو تھو لاحول ولا قوۃ۔ ارے پانی پانی۔ ارے اقبال یہ کیا مصیبت آگئی۔ ممّا کا چہرہ سُرخ۔ اس بدحواسی میں کرسی پر سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کرسی گملوں پر گر پڑی۔ دو گملے شہید ہوئے اور میز کی سب اشیا وجد میں آگئیں۔ اقبال:۔ "اچھا ممّا لایا۔ برف لے آؤں"۔ ممّا "ارے بھئی جلدی لاؤ"۔ ممّا کو اتنی تاب کہاں کہ انتظار کریں۔ گھبرا کر کلیاں کرنی شروع کر دیں بھئی یہ ذاکرہ کہاں گئی بڑی شریر ہے۔ رشید اسے پکڑ کے لاؤ۔ لاؤ پکڑ کے (فوراً) اب بجز زہرہ کے سب بچے اِدھر اُدھر غائب ہو گئے۔

"ممّا بگڑ گئے" "پاس نہ جانا"۔ "ذاکرہ بڑی شریر ہے"

اوپر بالاخانہ پران بچوں کی والدہ صاحبہ استراحت فرما رہی تھیں۔ صبح کا کھانا کھانے کے بعد قیلولے کی نیت سے لیٹی تھیں۔ یہ ہنگامہ آرائی سُن کر اوپر کے برآمدہ سے زہرہ سے دریافت کیا کہ "یہ کیا شور و شغب ہے، سونے دو گی یا نہیں" زہرہ:۔ امی جان، ممّا تشریف لائے ہوئے ہیں۔ امّی جان:۔ ارے اسلم تجھکو اس گرمی میں بھی چین نہیں پڑتا۔ دوپہری کا جھلسنا پھرتا ہے"۔ ممّا:۔ "آپا آداب عرض ہے (منہ پیٹتے ہوئے) یہ دیکھئے ذاکرہ نے یہ کیا شرارت کی۔ میرا تمام منہ تو یہ! سُرخ ہو گیا"۔ امّی جان:۔ "کیا شرارت کی ذاکرہ اِدھر آؤ"۔ ممّا:۔ "وہی چیز جسکی میری چڑ ہے"۔ اب امّی جان بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکیں "ارے کیا چیز تھی"۔ "آپا وہی جو اخبار والا لاتا ہے۔ ارے نہیں وہ بی، جو وہ لاتی ہے۔ م...... ر...... چ"۔

امی جان نے ممّا کو اوپر بلا لیا۔ ہمارے گھر میں بالاخانے کی ۱۵ سیڑھیاں ہیں یقین جانئے ممّا ان سیڑھیوں پر دو جستوں میں چڑھ گئے۔ زہرہ کا یہ خیال تھا کہ ممّا اوپر تشریف لیے جا رہے ہیں۔ پنکھا کرتی جاؤنگی۔ وہ پیچھے رہ گئی۔ ممّا کمرے میں داخل ہوئے۔ اپنی بڑی آپا کی چارپائی پر سرہانے بیٹھ گئے ممّا پاتے پنکھا جھلا۔ پسینہ پونچھا۔ آپ بہ اظہار مسرت پاؤں ہلانے لگے۔ امّی:۔ "قرینے سے بیٹھو میں اختلاج کی ماری ہوں"۔ ممّا:۔ "تو چارپائی کو تو اختلاج قلب نہیں ہے" اتنا کہہ کر ممّا نے فرش پر لوٹ لگائی۔ آپ اس ڈرل میں مشغول تھے کہ ذاکرہ امی جان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آئی تو تھی بڑی سنجیدہ طریقے سے کیونکہ امی جان نے طلب کیا تھا۔ مگر ممّا کی اس حرکت پر بے تحاشا ہنسنے لگی۔ امّی جان نے مصلحتاً اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ممّا نے کمرے کے دوسرے سرے کے گاؤ تکیہ تک ڈرل پوری کی جب ذاکرہ کے ہنسنے کی آواز سُنی تو جلدی سے کالرٹائی سنبھال کر اس سے دست و گریباں ہوتے لگے۔ "اب بتایئے Why did you give me chillies?" (انگریزی الفاظ اردو رسم الخط میں: "Why have you given me") یہ کہہ کر اس بیچاری کو اس زور سے اچھالا کہ سر دھنی سے ٹکر کھاتے کھاتے بچ گیا۔

اتنے میں اقبال برف لے آیا۔ اور زہرہ اور رشید کمرے میں داخل ہوئے اقبال ایک بڑے جگ میں برف ڈال کر لایا۔ ممّا نے فرط مسرت سے اس عجلت

اور اضطراب میں جگ لیا کہ قمیص تر ہوگئی اور فرش پر بھی پانی گر پڑا۔ امی جان کی موجودگی میں صحبت سنجیدہ ہوگئی تھی۔ سب بچے منہ پھیر پھیر کر ہنس رہے تھے۔ مگر ممّا اور ذاکرہ خود بخود مستثنیٰ ہوگئے۔

ممّا نے ایک برف کی ڈلی نکال کر اپنے سُرخ چہرہ پر ملی۔ اور تھوڑا سا برف کُٹر کُٹر چبانے لگے۔ نہ معلوم کیوں "بے راگ کی راگنی" ایک خیال ممّا کے دل میں دفعتہً پیدا ہوا۔ ممّا: "آپا چائے پئیں گے؟" امی جان: "گرمی ہے اور چار پی جائیگی۔" ممّا: "میں نے دیواروں پر اشتہارات دیکھے ہیں کہ "گرم چار گرمی میں ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ یہ صحیح ہوگا اور یقیناً صحیح۔" یہ کہہ کر ممّا باہر کمرے کے اس پھرتی سے نکلے کہ دروازے کی چق غائب۔ اوسکے آواز دینے مقبول (چھوکرا) کو "مقبول دکمیو صاحب کے واسطے چار لاؤ میز پر meenta" چھوکرے کو حکم کی تعمیل میں کیا عذر۔ مگر نہ معلوم کیوں گستاخ تو ہے نہیں۔ کچھ دانے مرچ کے کشتی میں پڑے رہ گئے۔ شاید کشتی کو صاف نہیں کیا۔ ممّا نے ایک ٹکڑا برف کا چائے کی پیالی میں ڈالا۔ اور چمچے سے ہلانے لگے۔ خیال یہ تھا کہ برف کا یہ ٹکڑا کوہ ایورسٹ ہے۔ زہرہ کہتی تھی کہ "نہیں قطب شمالی سے یخ بہتا ہوا بحرِ قلزم میں آگیا۔" اقبال کی یہ رائے تھی کہ "قطب شمالی میں کوہ آتش فشاں پھٹا اور برف کے تودے بحرِ ارل میں آپڑے۔"

یہ علمی مباحثہ درمیان ممّا اور بچوں کے ہو رہا تھا کہ یکایک ممّا کی نظر مرچ کے دانوں پر پڑی۔ بس کیا تھا غضب ہوگیا۔ قیامت آگئی۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دونوں آستینیں چڑھا کر ہاتھ گھمانے لگے۔ آپا . . . . آپا . . . . . اور کمرے کے باہر۔ خیریت یہ ہوئی کہ اسی دروازے میں سے گئے جسکی چق گر پڑی تھی۔ "مقبول" "مقبول"۔ وہ دوڑا ہوا اوپر آیا۔ آپ نے اس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔ "دیکھا نانی کا گھر" "ترے صاف کیوں نہیں کی" "بھاگ جاؤ yesmamy" اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ سزا اسکو کس مد میں ملی۔ اب کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے چائے کے سب برتن فرش پر رکھ دیئے اور ڈٹے کمرے کے باہر!

اسی ممّا نوازی میں شام ہوگئی۔ رشید میاں تو ابھی غیر ذمہ دار لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے مگر انھوں نے اس موقع پر غیر معمولی ذمہ داری کا اظہار کیا۔ انکے ممّا اپنا کوٹ، ٹوپی، چھڑی، نیچے چھوڑ آئے تھے حضرت نے کوٹ تو میز کے نیچے باسکٹ میں حفاظت سے رکھ دیا۔ ٹوپی سے شاید کچھ دیر کیلئے ضرور کیونکہ اس کا پھندنا علیحدہ ہوگیا تھا۔ اسکو یا تو قصداً یا سہواً ایک ٹرنک کے پیچھے ڈالدیا۔ چھڑی کو اس قابل نہ سمجھا ہوگا کہ ان کے ممّا کے ہاتھ میں رہے۔ اسکو آپ نے چھوٹا کرکے اپنے استعمال کے قابل بنالیا۔

شام کو جاتے وقت ممّا کو اس سازش کا پتہ لگانے میں جس مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہوگا وہ ظاہر ہے۔ رخصت ہونے سے قبل ممّا نے اس کا بھی ذکر کردیا تھا کہ وہ یہاں سے سینما جائیں گے۔ رشید میاں پہلے تو انکی گود میں بیٹھے خوشامد کرتے رہے۔ مگر جب دیکھا کہ کسی طرح انکی عرضداشت منظور ہی نہیں ہوتی تو چلتے وقت ممّا کی ایک ٹانگ میں لپٹ گئے۔ اب چھڑائے نہیں چھوڑتے ممّا کو بھی ان کی خاطر منظور تھی۔ اسی طرح دروازے کے باہر "السلام علیکم" کرکے نکل گئے۔ گلی تک اسی حیثیت سے گئے ہوں گے کہ ادھر سے ان کے سب سے بڑے بھانجے خورشید کورٹ سے واپس آرہے تھے۔ تھکی تھکائے سائیکل کو ڈھکیل رہے تھے۔ ممّا نے سائیکل کو آگے پیچھے دونوں ہاتھوں سے پکڑلیا۔ "اُترو نہیں اسے لیجاؤ" یہ کہہ کر یہ جا وہ جا۔ ممّا رخصت شد۔

بقیہ صفحہ ۱۲

لی تو اُس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور پھر کبھی بھی اُس جنگل کی طرف رُخ نہ کیا۔

پیام بھائیو! اس کہانی سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟۔ یہی نہ کہ ہمکو دوسروں کا حسد نہیں کرنا چاہیئے اسکا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اور جھوٹ بولنا بھی اچھا نہیں کیونکہ یہ تمام رذیل خصلتوں کی جڑ ہے۔ مصیبت کے وقت ہوش و حواس کو درست رکھو۔ ہنر سیکھو۔ اور سیکھ کر اس قسم کے کام کو پورا کرو۔ تکلیف میں خود نہ کھو دو۔

(منقول)

دریا کی آپ بیتی

میں کیا ہوں بڑی ہی کہانی مری
سنیں آپ بھی وہ زبانی مری

پہاڑ اور جھیلوں میں بستا ہوں میں
اور آبادیوں کو ترستا ہوں میں

مرے گھر کا منبع رکھا نام ہے
مجھے بارش و برف سے کام ہے

گزرگاہ کوہ و بیابان میں ہے
ہر ایک انکی شے میری فرمان میں ہے

ہوا جب کہ میں اپنے گھر سے جدا
نہ پوچھو تھا اس دم مرا حال کیا

مری چال کا زیر و بم دیکھتے
مرا اس گھڑی پیچ و خم دیکھتے

چٹانوں سے رہ میں اٹکتا تھا میں
پہاڑوں سے سر کو پٹکتا تھا میں

کبھی اپنی تیوری پہ لاتا تھا بل
کبھی مارے غصہ کے جاتا اچھل

کبھی منہ میں کف اپنے لاتا تھا میں
کبھی زور اپنا دکھاتا تھا میں

میں گرتا کبھی صورت آبشار
میں ہوتا روانہ کبھی سوئے غار

کہیں جب نہ میرا ٹھکانا ہوا
سمندر کی جانب روانہ ہوا

بہت سے معاون ہوئے مسفر
رہے ساتھ میرے وہ شام و سحر

یونہیں دائیں بائیں سے کودتا ہوا
بیاباں میں آیا تھرکتا ہوا

بیاباں میں گو سست رفتار ہوں
مگر یاں مفید اور بکار ہوں

پہاڑوں سے جو گاد لاتا ہوں میں
وہ میداں میں آکر بچھاتا ہوں میں

زمینوں کو زرخیز کرتا ہوں میں
زراعت کو زر ریز کرتا ہوں میں

کہیں سبز پودے اگاتا ہوں میں
کہیں باغ میں گل کھلاتا ہوں میں

گیا نہر بن کر کہیں کھیت میں
پکائے کہیں خربزے ریت میں

کسی جا مشینیں چلاتا ہوں میں
ملوں کے کہیں کام آتا ہوں میں

ہزاروں غرض کام کرتا ہوں میں
اسیطرح سے نام کرتا ہوں میں

نشیبوں میں اس طرح بہتا ہوا
جو آفت پڑے اسکو سہتا ہوا

سمندر کی اب سمت جاؤنگا پھر
مرے پر وہاں نہ بناؤں گا میں

سنا کر مری ابتدا انتہا
ہے تیر کو خاموش رہنا بھلا

سائنس

ضوفشاں مکڑی کا انکشاف

لنڈن کے ایک ہفتہ وار رسالہ Answers کی تازہ اشاعت میں ایک مضمون مسٹر ایچ۔ ڈوور کا شایع ہوا تھا جسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ مضمون ایک امریکن سیاح (مکتشف) کے متعلق ہے جو کہ ملک برما کے شاداب جنگلات کے قلب میں مختلف کیڑوں کی تلاش میں نکلا اور یہ زیر بحث واقعہ مانڈلے کے مغرب میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر ضلع پوکوکو کے دو دیہات چوڈو اور تھنگلیڈانگ کے درمیان پیش آیا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر ای۔ نیوٹن ہاروے، این۔ جے یونیورسٹی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا تحقیقی نوٹ بھی درج ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا شمار امریکہ کے حیوانی روشنی کے ماہرین میں کیا جاتا ہے۔

مسٹر بارنم براؤن ایک مشہور مکتشف امریکہ کے تاریخ طبعی کے عجائب خانہ کے لئے انواع حیوانات کے نمونے مہیا کرنیکی غرض سے وطن سے روانہ ہوا ایک روز شام کے وقت وہ وسطی برما کے گھنے جنگلات میں جا نکلا۔ اس موقع پر جنگل کے تمام راستے خاص طور پر دشوار گذار تھے۔ شام کی تاریکی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی اور گرد و پیش ہر چہار طرف جگنو چمک رہے تھے اچانک اس کے کھڑے ہونیکی جگہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر روشنی کا ایک ساکن گولہ سا نمودار ہوا۔ سیاح اپنے گھوڑے کو چھوڑ اس شے کی طرف لپکا۔ وہ روشنی اپنی جگہ سے نہ ہلی اور عجیب انداز سے پرسکون اور بے حرکت رہی۔ اس نے جھاڑی کو ایک طرف ہٹا دیا اور اب وہ اس منور شے کے بالکل سر پر تھا۔ اس کے بعد اس نے دیا سلائی جلا کر اسی شے کو دیکھا جو کہ تاریک جنگل میں ایک شعلۂ نور پیدا کر رہی تھی۔ قریب سے دیکھنے پر یہ معلوم کر کے وہ بیحد ہی متعجب ہوا کہ وہ ایک "ضوفشاں" مکڑی ہے۔ جب دیا سلائی گل ہو گئی تو مکڑی کے شکم سے پھر ویسی ہی بیضوی شکل کی روشنی ظاہر ہونے لگی جو کہ ارد گرد کے جگنوؤں کی روشنی سے بالکل مشابہت رکھتی تھی۔

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے مسٹر براؤن نے کہا کہ میں نے اس روشنی کی نوعیت میں کوئی مابہ الامتیاز فرق محسوس نہیں کیا۔ وہ روشنی اتنی ہی قد و قامت کی ایک قسم کی مچھلی کی روشنی سے مشابہ تھی۔ اور وہ مکڑی جسامت میں پانچ سنٹ کے سکے کی برابر ہوگی۔ ان جنگلات میں زہریلے کیڑوں کی موجودگی کا مجھے علم تھا اور وہاں کے باشندوں نے بھی اس کے متعلق مجھے متنبہ کر کے محتاط بنا دیا تھا۔ اسی احتیاط کے تقاضے نے سیاح کو اس منور مکڑی کو پکڑنے سے روکا جو اس تاریک جنگل میں نور کی پیہم کرنیں پھیلا رہی تھیں۔ اور جس کے ہاتھ لگنے پر حشرات الارض کی تاریک دنیا میں ایک روشن ستارہ کا طلوع عمل میں آجاتا۔

بالآخر اس نے ایک ہاتھ پر اپنا رومال لپیٹا اور اس ننھے جانور کے پکڑنے کے لئے سرعت سے بڑھایا لیکن ایک ہی لکڑی راستہ میں حائل ہو گئی اور مکڑی اتنا اشارہ پاکر جھاڑی کی کسی دراز یا کونے میں چھپ گئی۔ یہ ناکامی اس کے لئے ایک حسرت آمیز تلخ کامی کا باعث ہوئی۔ اس لئے کہ یہ نورانی کیڑا اُس وقت فی الواقع اس کی دسترس کے اندر تھا اور اگر ذرا سی لغزش نہ ہو جاتی تو یہ دلفریب تحفۂ نادرہ یعنی سب سے پہلا ضوفشاں کیڑا جو کہ آج تک دنیا کے کسی ماہر سائنس کے مشاہدہ یا تجربہ میں نہ آیا تھا اس عجائب خانہ کیلئے حاصل ہو جاتا جسکا کہ سیاح موصوف نمایندہ تھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مسٹر بارنم براؤن نے ان جنگلات کے تاریک حصوں میں ہنگر وہاں کے باشندوں سے نور افگن مکڑیوں کے متعلق دریافت حال کیا لیکن کوئی بھی اس قسم کے کیڑے کے متعلق اطلاع نہ دے سکا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کیڑا درحقیقت ایک نادرہ روزگار شے تھا۔

ضوفشاں مکڑی کے انکشاف نے ماہرین سائنس کے گروہ میں اچھی خاصی ہما ہمی اور دلچسپی پیدا کر دی ہے۔

آیندہ ہم این۔ جے یونیورسٹی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ڈاکٹر ای۔ نیوٹن ہاروے کے ایک خط کا اقتباس درج کریں گے جو کہ موصوف نے منور مکڑی کے مکتشف کو لکھا تھا۔ ڈاکٹر موصوف امریکہ میں حیواناتی روشنی کے مسئلہ پر ایک مسلم الثبوت مبصر سمجھے جاتے ہیں۔

حسد کا انجام

ایک دفعہ ایک لکڑہارے کے کان پر پھنسی نکل آئی۔ رفتہ رفتہ وہ لاپروائی کی وجہ سے بڑی ہوتی گئی۔ آخر وہ بیر کی گٹھلی کے برابر ہوگئی۔ مگر لکڑہارے کو اس سے تکلیف نہ ہوتی تھی، اس لئے اُس نے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

ایک دن حسب معمول وہ جنگل میں گیا۔ لکڑیاں کاٹ کر واپس آرہا تھا کہ موسلادھار بارش ہونے لگی۔ اور اُسے بچنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ آخر وہ ایک بلوط کے درخت کی کھوہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور وہیں بیٹھ کر مینہ تھمنے کا انتظار کرنے لگا جب آسمان صاف ہوا اور چاند اپنی نورانی شعاع کیساتھ آسمان پر نکلا تو لکڑہارا باہر آیا مگر کیا دیکھتا ہے۔ کہ چھوٹے بڑے۔ لمبے اور ٹھنگنے ہر قسم کے جن وہاں بیٹھے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے ہیں اور وہ رنگ برنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔

ادھر یہ بھوت ہنسی مذاق کر رہے تھے، اُدھر لکڑہارا مارے دہشت کے کانپ رہا تھا۔ یکایک لکڑہارے نے دیکھا کہ ان جنوں کے درمیان طرح طرح کے کھانوں کے ٹوکرے اور شراب کی بوتلیں رکھی ہیں۔ جب کوئی جن کسی کھانیکا نام لیتا ہے تو وہ سیدھا اُس کے منہ میں جا گرتا ہے۔ اور جب وہ خوب سیر ہو جاتا ہے تو برتن اپنی جگہ پر پھر واپس آجاتا ہے۔ اسی طرح جب وہ شراب کا نام لیتا ہے تو بوتل پٹ کرکے آپ سے آپ کھل جاتی ہے اور منہ سے جا لگتی ہے۔ جنوں کی یہ جماعت بہت خوش مزاج معلوم ہو رہی تھی۔ اس لئے لکڑہارا بھی خوش خوش معلوم ہونے لگا۔ اور اُن کے مزیدار لطائف پر کھل کھلا کر قہقہہ مارتا۔ لیکن اس کی آواز کوئی نہ سُنتا۔ کیونکہ وہ خود ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

جب ضیافت ختم ہو چکی تو سب مل کر ناچنے لگے۔ لکڑہارے کو بھی دو تین اچھے ناچ آتے تھے، یا تو وہ پہلے اس قدر ڈر رہا تھا، یا اُسکو اب ناچنے کا جوش آیا وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اُن کے سردار کی آواز آئی۔ کہ "ہاں! اب کوئی ایک آدھ نیا ناچ دکھاؤ"۔

لکڑہارا یہ سنتے ہی آنکھیں بند کرکے ان میں پھاند پڑا۔ اور ایسا ناچا کہ جن عش عش کرنے لگے۔ اُسے یہ بھی معلوم نہوا کہ میں گھر سے لکڑیاں کاٹنے آیا تھا یا ناچنے کے لئے۔ جونہی اُس نے ناچ ختم کیا۔ ہر طرف سے واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ادھر لکڑہارے نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے کو ان جنوں کے درمیان پایا تب تو وہ بہت ڈرا مگر ان کے چہروں پر خفگی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ آخر اُس نے سردار سے اُنکی اس پر تکلف محفل رقص و سرود میں بن بلائے ہونے پر معافی مانگی

جنوں کے سردار نے کہا کہ ہم تم کو اس شرط پر چھوڑتے ہیں کہ تم کل کے آنے کا وعدہ کرو اور کوئی چیز بطور ضمانت کے بھی رکھدو۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے پاس ہے ہی کیا جو آپکو دوں۔ یہ سُن کر ایک جن نے کہا کہ آدمی کو وہ چیز پیاری ہوتی ہے جو کان پر چسپاں ہو۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس کان والی گٹھلی کو بآسانی کھینچ لیا۔

لکڑہارا گھر میں اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ جنوں نے اسکی پھنسی بلا تکلیف نکال لی۔

اب سُنو۔ اتفاقاً اس کے پڑوس میں ایک اور بوڑھا رہتا تھا۔ جس کے بائیں کان پر پھنسی نکلی ہوئی تھی۔ اُس نے اسکی بپتا سُنی تو مارے حسد کے جل بھُن گیا اور خود بھی جنوں کے پاس جانے کا مصمم ارادہ لیا۔ حالانکہ اُسے کوئی اچھا ناچ نہ آتا تھا شام کے وقت یہ وہاں پہنچا اور اُن کے آنیکا انتظار کرنے لگا۔

بہت انتظار کے بعد جب جن آئے اور معمول کے مطابق وہ ناچنے کودنے لگے تو وہ بوڑھا بھی اُن کے درمیان ناچنے کو بڑھا مگر جنوں نے اُس سے کہا کہ یہ دوسری گٹھلی کہاں سے ملی۔ وہ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک چھوڑ دو گٹھلیاں ہیں جب تم نے میرے داہنے کان سے گٹھلی اُڑالی تو میں نے بائیں کان پر دوسری لگالی تاکہ لوگ بدگمان نہ ہوں سردار نے کہا۔ اچھا ہمیں ان باتوں سے غرض نہیں۔ ہمیں اپنا ناچ دکھاؤ۔

بوڑھے نے ناچنا شروع کیا۔ مگر ناچنا کیا خاک۔ ادھر اُدھر کولے مٹکانے لگا۔ ایک پنکھی جو گھر سے لے آیا تھا اُسے کبھی ادھر ہلاتا کبھی اُدھر ہلاتا۔ یہ دیکھ کر سردار نے کہا کہ میاں ہمیں تمہارا ناچ پسند نہیں۔ ہم تم کو یہیں ختم کر ڈالتے لیکن کل کے ناچ کا خیال کرکے تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ یہ لو اپنی قیمتی گٹھلی"۔

یہ کہہ کر اُس نے گٹھلی اُس بوڑھے کی طرف پھینکی جو ٹھیک جا کر داہنے کان پر جا چپک گئی اس کے بعد یکایک تمام جن غائب ہو گئے۔ بے چارہ حاسد بوڑھا دونوں گٹھلیاں ہاتھوں سے نوچتا ہوا بکتا جھکتا گھر پہنچا۔ ادھر لکڑہارے کو پھنسی سے نجات

ہندوستان بھر میں

عمدہ مضبوط دیرپا خوبصورت نفیس اور
نسبتاً ارزاں قیمت سامان کھیل مہیا
کرنے والا واحد کارخانہ
"ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ"
شہر سیالکوٹ کو یاد رکھیں



اگر آپ کو

یا آپ کے دوست احباب کو کسی قسم کے
سامان کھیل مثلاً کرکٹ۔ فٹ بال۔
والی بال۔ ہاکی ٹینس۔ بیڈمنٹن
وغیرہ کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست
اسکولوں کے خاص دیرینہ خادم کارخانہ

ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ

کو لکھیں۔

ہمارا سامان ہاکی اپنی عمدگی اور مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونیکی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے جوں جوں شوقین کھیل کلبوں کے سکرٹری اور اسکولوں کے ہیڈماسٹر صاحبان اسکو بطور آزمائش منگاتے ہیں اسکی عمدگی اور مضبوطی اور نفاست کو دیکھ کر شیدا ہوئے جاتے ہیں جہاں کہیں ہمارا سامان ہاکی ایک مرتبہ بھی بطور آزمائش کے منگایا گیا انہوں نے روزمرہ کی پریکٹس اور مقابلہ کے میچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پاکر اعلیٰ سے اعلیٰ سرٹیفکیٹ دے اور بڑے بڑے قیمتی آرڈروں سے مستفید فرمانے اور کارخانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے مجسم اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل

عرصہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں رجمنٹوں ریاستوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جانیکے علاوہ ممالک غیر میں بھی منگوایا جاتا ہے۔ اس اثنا میں جسقدر شہرت اور ناموری اپنی دیانتداری کیوجہ سے اس کارخانہ کو نصیب ہوئی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بھیجکر اپنی صداقت کا امتحان کریں ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر ۲ار فی روپیہ کی خاص رعایت دی جائیگی حسب ضرورت لکھ کر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی

دی منارک تین ربڑ سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر کانپوری چمڑہ
لپٹا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت ۶ صہ
دی میچنگ ڈبل سپرنگ ہینڈل اوپر لٹ مضبوط چمڑہ
سیاہ نہایت مضبوط اور دیرپا قیمت صہ
دی مارشل ڈبل سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر سن پر دت
رنگ کا ولایتی دھاگا لپٹا ہوا خوبصورت قیمت للعہ
دی مارسن سنگل سپرنگ ٹوائن بونڈ ہینڈل للعہ
دی میچر آل کین ہینڈل اوپر سیاہ ولایتی دھاگا للعہ
دی اسپیشل پریکٹس ونڈا ہاکی اوپر چمڑا لپٹا ہوا عا
چھوٹے بچوں کی ہاکیاں مارسن دور ویہ پریکٹس عہ
ہاکی بال منارک سے، میچ عا، اسپیشل پریکٹس عہ

سامان بذریعہ وی پی پارسل روانہ ہوگا خرچ ڈاک و پارسل
اور کرایہ ریل وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا

فہرست سامان کرکٹ

دی میچنگ تین ربڑ سپرنگ ہینڈل کرکٹ بیٹ اوپر لٹا
مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط قیمت ۔
دی مارشل ڈبل سپرنگ لیدر بونڈ ہینڈل بیٹ عہ
دی میچر سنگل سپرنگ ٹوائن بونڈ ہینڈل بیٹ ے
دی اسپیشل پریکٹس آل کین ہینڈل روزانہ پریکٹس کیلئے صہ
چھوٹے بچوں کیلئے کرکٹ بیٹ نمبر ۶ ے نمبر ۵ ہے نمبر ۴
کرکٹ بال دی منارک سے، میچ عا، اسپیشل پریکٹس عہ
لنگ گارڈ چمڑے کے رنگدار ہے، زین کے صہ فی جوڑ
بیٹنگ گلوز صہ وکٹ گلوز بڑھیا ہے، ہلکے للعہ فی جوڑ
وکٹ دی مارشل بڑی صہ چھوٹی ہے، فی سٹ معہ بیلز
ربڑ ہینڈل کور عہ سکورنگ بک عہ چھوٹے بال صہ

فہرست سامان فٹ بال

دی منارک اٹھارہ ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط اور
خوبصورت فٹ بال منہ ایک ٹکڑہ میں قیمت مکمل نمبر ۵ للعہ
دی میچنگ تیرہ ٹکڑہ کا منہ ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ عہ
دی میچر سنیر بنے والا میچوں کیلئے عمدہ تحفہ ہے
دی میچر سادہ مگر نہایت مضبوط منہ ایک ٹکڑہ میں ہے
دی اسپیشل پریکٹس روزانہ پریکٹس کیلئے مضبوط فٹ بال عہ
چھوٹے بچوں کے لئے میچنگ مکمل نمبر ۴ صہ نمبر ۳ للعہ نمبر ۲
بلیڈر سرخ ربڑ تازہ مال نمبر ۵ عا نمبر ۴ عہ نمبر ۳ عہ نمبر ۲
پچکاری بڑی سے، درمیانہ عا، چھوٹی عہ فٹ بال
بوٹ ولایتی عہ، فیجوز ، جرابیں عہ فیجوڑہ سلوشن ٹیوب
قواعد فٹ بال ۲ سنٹی عہ

فہرست سامان والی بال

ملک والی بال گلدستہ تاب برنگی ٹکڑوں کا نہایت
خوبصورت اور مضبوط منہ ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ عہ
دی منارک والی بال گلدستہ قسم دوم مکمل نمبر ۵ ہے
چھوٹے بچوں کے والی بال نمبر ۵ عا، نمبر ۴ عہ نمبر ۳ ۵ر
دی ملک والی بال جال بروں سنگ بڑھیا قسم معہ ست
ڈوری کے ہے، فی ہلکے ہے، صہ للعہ فی
سفید بڑھیا جال معہ، ہلکے صہ للعہ ہے
والی بال پولز فیروزی رنگ کے سنہری سامان والے
ولایتی پالش شدہ معہ رسوں اور منگی کے صہ
کتاب قواعد والی بال اردو ۲ر انگریزی
باتصویر ۱۲ر

تار کا پتہ:- رجسٹری شدہ

ملنے کا پتہ **جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ**

چند مُفید کتب

روح تنقید

دنیائے اُردو ادب میں یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں فن تنقید کے مبادیات و متعلقات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ادب کی تقسیم، اصول تنقید اور تنقید نگاروں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور پیش کردہ اصولوں کے تحت اردو کی مشہور مثنوی سحرالبیان پر تبصرہ کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے دوسرے حصہ میں۔ یونان۔ روما۔ ازمنہ مستور سے دعصر بیداری کی ارتقائی تاریخ، فرانس و انگلستان اور یورپ میں اٹھارھویں صدی کے بعد سے اب تک جو اصول تنقید رائج ہوئے اُن کا تفصیلی بیان، مروجہ تنقید اور چند تنقیدی کارنامے درج ہیں۔ اس کتاب کے مصنف فاضل انشا پرداز مولوی سید غلام محی الدین صاحب قادری زورؔ ایم اے (عثمانیہ) ہیں۔ حجم تقریباً (۲۰۰) صفحے لکھائی چھپائی عمدہ پاکٹ اڈیشن قیمت عـہ

تنقیدی مقالات

یہ بھی جناب زورؔ صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب روح تنقید کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں انگریزی، فارسی اور اردو زبانوں کے مصنفین و شعراء یعنی ٹامس گرے، ہورس اسمتھ، ابوعلی علی، مصنف طبقات ناصری، میر تقی، میر حسن، غالب، حالی، میر انیس اور کیفی حیدرآبادی کے کلام و مضامین پر روح تنقید کے پیشکردہ اصولوں کی روشنی میں تنقید کرکے اصولو کا استعمال دکھایا گیا ہے۔ حجم تقریباً پانچ سو صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ اڈیشن سادہ مجلد قیمت ـہ

اردو کے اسالیب بیاں

مصنفہ جناب زورؔ صاحب۔ یہ بھی اُردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اُردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک نثر نگاروں کے طرز تحریر و اسلوب بیان کے متعلق ایک عبوری ادبی تاریخ و تنقید ہے مصنف نے اخیر میں اُردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ حجم (۲۰۴) صفحے لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ اڈیشن سادہ مجلد قیمت عـہ

طلسم تقدیر

مصنفہ زورؔ صاحب یہ ایک نیم تاریخی فسانہ ہے جس میں دکن کی تاریخ اور اس کے باشندوں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نیز اس میں تقدیر و تدبیر کی بحث کو بڑی خوبی سے سلجھایا گیا ہے۔ ضخامت (۶۵) صفحے لکھائی، چھپائی عمدہ۔ قیمت ۸ر

دنیائے افسانہ

اردو کی ادبی دنیا میں یہ پہلا ہی کارنامہ ہے جس کو مولوی محمد عبدالقادر صاحب سروری ایم اے۔ ایل ایل بی (عثمانیہ) نے تصنیف کرکے اردو زبان پر احسان کیا ہے۔ اس میں ناول نگاری اور افسانہ نویسی کی تاریخ اور اس کے اصول و مبادیات کا تفصیلی بیان درج ہے ضخامت (۲۱۰) صفحے کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ اڈیشن قیمت عـہ

دکن میں اُردو

قدیم اردو کو چار دوروں میں تقسیم کرکے اس کے نظم و نثر کی عبوری تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ ہر دور کے شعراء کے حسبتہ حسبتہ حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کرکے اردو زبان کا ارتقا دکھلایا گیا ہے یہ اردوئے قدیم کی تاریخ ہے جسکو مولوی محمد نصیرالدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے تالیف کیا ہے کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ حجم (۳۷۵) صفحے۔ پاکٹ اڈیشن قیمت ؏

خیابان اردو

ہندوستان کے چوٹی کے اردو انشا پردازوں اور نامی گرامی شعراء کی نظم و نثر کا لاجواب انتخاب ہے جس کو جناب احمد عارف نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ یہ علمی گلدستہ اس قابل ہے کہ ہر تعلیمیافتہ اس سے اپنے کتب خانہ کو زینت دے۔ کاغذ، لکھائی چھپائی عمدہ حجم (۲۱۰) صفحے۔ پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت ؏

اُسوہ حسنہ

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے مسلمانوں کے سامنے کیسی زندگی پیش کی ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ضخامت (۸۰) صفحے کاغذ، لکھائی، چھپائی، عمدہ پاکٹ اڈیشن قیمت ۸ر

مکتبہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی

(پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے آزاد پریس دہلی سے شائع کیا)

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

پیامِ تعلیم

نرخنامہ چندہ

سالانہ ع

ششماہی عہ

فی پرچہ ار

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ ہے

نصف صفحہ صہ

چوتھائی صفحہ ہے

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد	۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ء	نمبر ۱۲

پیامِ تعلیم

یہ پرچہ کسیقدر دیر سے شائع ہو رہا ہے خیال تھا کہ اس اشاعت کو ملتوی کرکے ۲۹ اکتوبر کو تاسیس نمبر کے نام سے ایک پرچہ شائع کیا جائیگا لیکن جناب شیخ الجامعہ کی عدم موجودگی سے اس سال یوم تاسیس نومبر میں کسی آیندہ تاریخ کیلئے ملتوی کردیا گیا ہے۔ شیخ الجامعہ صاحب کے تشریف لانیکے بعد اگر یوم تاسیس منایا گیا تو پیام تعلیم کا بھی تاسیس نمبر نہایت

فہرست مضامین کا

سالانہ نمبر

آب و تاب سے نکلے گا اور اگر نہیں تو اسکا سالانہ نمبر بہر صورت آیندہ مہینہ کی کسی تاریخ تک ناظرین کی خدمت میں حاضر ہوگا جو نہایت اہتمام کے ساتھ تیار ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس نمبر کی اور [illegible] ایک [illegible] آیندہ نمبر کی تاخیر کو [illegible] فرمائینگے۔ آیندہ [illegible] انشاءاللہ وقت پر نکلا

(منیجر)

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

شارداؔ بل آخر پاس ہو کے رہا۔ وائسرائے نے اس پر اپنی آخری منظوری بھی دیدی اور جولائی ۱۹۳۰ء سے اس کا نفاذ بھی شروع ہو جائیگا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اب اس کے خلاف ہو گئی ہے اور اسے حکومت کی مذہبی مداخلت سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ مصیبت مسلمانوں کے سر خود اپنے ہاتھوں لائی ہوئی ہے۔ ابتداءً یہ بل اسمبلی میں صرف ہندوؤں کے لئے پیش کیا گیا تھا لیکن مسلمان ممبروں نے بن بلائے خود کو اس میں شامل کر دیا اور اب ملک میں ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے۔

مہاتما گاندھی جی اکتوبر کے تقریباً پورے مہینہ میں صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کا دورہ کرتے رہے ہیں اور جس جس مقام پر آپ گئے ہیں، ہر جگہ آپکی خدمت میں چرخہ اور کھدر کے کام کے لئے ہزاروں روپے کی تھیلیاں پیش کی گئی ہیں اور ہندو مسلمانوں نے ہر جگہ آپ کا نہایت سرگرم اور پرتپاک خیر مقدم کیا ہے۔

ہز اکسلنسی وائسرائے لارڈ اِرون صاحب جو ہندوستان کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے، اب ہندوستان واپس آ گئے ہیں۔ آپ کی واپسی سے بعض لوگ بہت خوش آیند امیدیں قائم کر رہے ہیں۔ اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہندوستان کو عنقریب نو آبادیات کے طرز کی حکومت دیدی جائیگی اور اس کے متعلق بہت جلد حکومت کی طرف سے کوئی اعلان شائع ہوگا

پونہ کے کسی ہوٹل میں ایک شخص دیکھا گیا جو "بچہ سقہ" سے بہت مشابہ تھا۔ اس بنا پر تمام اخبارات میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ "بچہ سقہ" بھاگ کر ہندوستان آ گیا ہے۔

ہندوستان کے باہر

جنرل نادر خاں "بچہ سقہ" کی فوجوں پر پورے طور پر غالب آ گئے اور انہوں نے اب خود کو افغانستان کا بادشاہ اعلان کر دیا ہے۔ "بچہ سقہ" اور اس کے بڑے بڑے آدمیوں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور اب کوئی خطرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ افغانستان کے تخت پر پھر امان اللہ خاں ہی کو بٹھانا چاہیے لیکن اسکی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آ رہی ہے۔

حکومت برطانیہ نے دنیا کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں کے نام دعوت بھیجی ہے کہ تخفیف اسلحہ کی اس کانفرنس میں جو لندن میں منعقد ہونے والی ہے شرکت کریں۔ ان سلطنتوں میں سے اکثر نے اس دعوت کو منظور کر لیا ہے لیکن جب جنگی جہازوں اور فوجی ساز و سامان میں کمی کرنے کا سوال آئیگا اسوقت دیکھیے کہاں تک ان سلطنتوں کا یہ مصالحانہ رویہ رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ برطانیہ کی کوششیں نیک نیتی پر مبنی نہیں ہیں۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جو انگلستان کے وزیر اعظم ہیں، اسی "تخفیف اسلحہ" کی کانفرنس کے سلسلہ میں ابھی حال میں ریاستہائے متحدہ امریکہ تشریف لے گئے تھے، جو اس وقت دنیا کی سب سے زبردست طاقت سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے روانگی کے وقت اہل امریکہ کو نہایت دلچسپ پیغام دیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ درمیان میں بحر اٹلانٹک کے حایل ہو جانے سے انگلستان اور امریکہ میں بُعد واقع ہو گیا ہے لیکن مقصد کے لحاظ سے امید ہے کہ ان دونوں سلطنتوں میں بہت قرب ہوگا۔

گزشتہ اگست کے مہینے میں فلسطین میں یہودیوں اور عربوں میں جو فساد ہوا تھا اس میں بعض عربوں نے ایک یہودی کو جان سے مار ڈالا تھا۔ اب عدالت نے ان معاملات کی تحقیقات کی ہے اور اس ایک یہودی کی جان کے بدلے تین ۲۴

۲۴ عربوں کو پھانسی دئے جانیکا حکم دیا ہے

دیال باغ، آگرہ
"رادھا سوامی ست سنگ" کا ایک بینظیر انسٹی ٹیوشن

(از ایڈیٹر)

یوں تو عام طور پر اور مسلمانوں میں خاص طور سے بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو انیسویں صدی کے جدید فرقے "رادھا سوامی ست سنگ" اور اس کے بینظیر انسٹی ٹیوشن "دیال باغ" سے واقف ہوں۔ یہ ایک باہمت مخلص اور پُرجوش ۱ہزار انسانوں کی نوآبادی ہے جو شہر آگرہ سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دسہرہ کی گذشتہ چھٹیوں میں جب اپنے دارالاقامہ کے لڑکوں کو آگرہ لیجاکر تاریخی عمارات کی سیر کرانیکا خیال پیدا ہوا، تو اس وقت خود جنہیں کے دیکھنے کا شوق تھا وہ اسی مشہور انسٹی ٹیوشن کے۔ تین دن کا قیام خود سکندرہ، سیکری اور آگرہ کی عمارتوں ہی کے لئے کافی نہ تھا پھر اس میں بھی "دیال باغ" کے مختلف شعبوں کا دیکھنا، اسکے سرگرم کارکنوں سے ملنا اور اس نوآبادی کے روح رواں مہاراجہ سرکار صاحب کے چرنوں میں بیٹھکر ان کے ارشاد و ہدایت سے دل و دماغ کو روشن کرنا ان سب کے لئے بھلا کہاں موقع مل سکتا تھا جس شوق و تشنگی کو لیکر اس نئی بستی اور اس کے بسنے والوں کو دیکھنے اور ان سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ اس سے زیادہ مشتاق اور تشنہ کام ہوکر وہاں سے لوٹا۔ ؎

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھ
بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لیچلا

اب قصد ہے کہ پھر کسی فرصت میں خاص تیاری کے ساتھ جاؤں گا اور کئی روز قیام کرکے اس کے مختلف شعبوں اور اداروں کا بغور مطالعہ کرونگا۔ "ست سنگی" بھائیوں کے ساتھ وقت دو وقت گزارونگا، ان کے جوش عمل اور پختگی عقیدہ سے اثر لونگا اور سب سے بڑھکر ان کے موجودہ گرو جی مہاراجہ سرکار صاحب سے نیاز حاصل کرکے ان کے پند و نصائح سے بہرہ اندوز ہونگا۔ پھر بھی اس قلیل عرصہ میں جو کچھ اس نوآبادی کے مختلف حصوں کو گھوم پھر کر دیکھنے، اس کے بعض کارکنوں سے گفتگو کرنے اور پھر اس کے بعد اس کے لٹریچر اور حالات پڑھنے کا موقع ملا، اس کی بنا پر یہ چند سطریں سپرد قلم کیجاتی ہیں۔

"دیال باغ" کیا ہے؟

"دیال باغ" "ایک نوآبادی ہے" "رادھا سوامی ست سنگ" فرقہ کی جسکی بناء رادھا سوامی دیال نے ۱۸۶۱ء میں ڈالی تھی۔ اس نئی بستی میں اسوقت کوئی ۱ہزار نفوس بستے ہیں جو مرد، عورت اور بچوں پر مشتمل ہیں۔ اس بستی کی کل ضروریات یہ خود آپ پوری کرتے ہیں، اپنے اس حلقہ سے باہر انھیں کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنے کی احتیاج نہیں ہے۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور دیگر سامان معیشت سے لیکر تعلیم و تعلم تک میں یہ شہر یا اور کسی دوسری آبادی سے بالکل بے نیاز ہیں ان کے اپنے زرعی قطعات ہیں جن میں انواع و اقسام کی ترکاریوں کے علاوہ مختلف قسم کے غلوں کی فصل بھی بوئی جاتی ہے۔ ان کا ایک ڈیری فارم ہے، جس میں سینکڑوں مویشی پلے ہوئے ہیں اور جن سے دودھ دہی کی ندیاں بہتی ہیں۔ بالائی اور مکھن جدید سائنٹفک طریقہ پر نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ تیار کیا جاتا ہے۔ کئی ایک صنعتی کارخانے ہیں جن میں لکڑی چمڑے اور لوہے کی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں اور غیر معمولی سامان بھی تیار ہوتا ہے۔ پارچہ بافی کا بھی ایک کارخانہ ہے جس میں ہر قسم کے عمدہ سے عمدہ کپڑے بنتے ہیں ہر "ست سنگی" کیلئے لازم ہے کہ وہ "دیال باغ" کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرے اور ایسا وہ نہایت خوشی سے کرتے ہیں۔ پھر اس کے علاوہ پرائمری اسکول ہے جس میں پانچویں جماعت تک لڑکے اور لڑکیاں ساتھ پڑتی ہیں۔ اس سے اوپر لڑکیوں کے لئے الگ تعلیم کا انتظام ہے اور لڑکے حسب خواہش عام تعلیم کے لئے اسکول میں چلے جاتے ہیں۔ تعلیم غیر صنعتی و صنعتی دونوں طرح کی ہے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے کالج کی تعلیم کا علیحدہ طور پر پورا انتظام ہے تمام لڑکے تقریباً اقامتی طور پر دارالاقاموں میں رہتے ہیں۔ اس طرح غرض اس بستی کی تمام ضروریات کے لئے کل سامان اسی حلقہ میں موجود ہے۔ ان کو کسی چیز کیلئے باہر جانے یا دوسروں کے محتاج رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ تمام

انتظامات "رادھا سوامی ست سنگ" کی عام مجلس منتظمہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو اس فرقہ کے تمام دینی و دنیاوی معاملات کی تنہا ذمہ وار ہے۔

فرقہ کی بنا اور اُس کی رفتار

اس فرقہ کے اصل بانی رادھا سوامی دیال نامی ایک شخص تھے جو ۱۸۱۸ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے حالات بجز اس کے اور کچھ نہیں معلوم کہ انھوں نے فارسی، عربی اور سنسکرت کی نہایت اچھی تعلیم حاصل کی تھی اور بچپن ہی سے مذہبی میلان لیکر پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۶۱ء میں ان پر کچھ الہامات ہوئے اور انھوں نے اپنے پیغام کا دنیا میں اعلان کیا۔ زندگی ہی میں انھیں کچھ پیرو مل گئے جن ہی انھوں نے "رادھا سوامی ست سنگ" کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ ۱۸۷۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان کے دوسرے جانشین "حضور صاحب" کے لقب سے گدی پر بیٹھے۔ ان کے زمانے میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی لیکن ۱۸۹۸ء میں "مہاراج صاحب" جب اس گدی کے تیسرے خلیفہ ہوئے تو اس وقت یہ جماعت اتنی بڑی ہوگئی تھی کہ اس کے بعض ضروری امور کو طے کرنے کیلئے ایک مجلس منتظمہ قائم کرنے کی ضرورت پڑی اور معتقدین کے نذر و اوقاف بھی اس قدر ہوگئے تھے کہ انکا بہتر انتظام کرنے کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کرنا پڑا۔ ان کے زمانہ میں الہ آباد استحکام کر قرار پایا جو بعد میں بدلکر پھر بنارس منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں ان کے تیسرے خلیفہ کا بھی انتقال ہوگیا اور چوتھے جانشین "سرکار صاحب" ہوئے جو مرار ضلع شاہ آباد (بہار) کے رہنے والے تھے۔ ان کی وجہ سے "ست سنگ" کا مرکز بھی منتقل ہوکر مرار قرار پایا لیکن بعض وجوہ سے ۱۹۲۳ء میں اسے انبالہ (پنجاب) لیجانا پڑا۔ اس آئے دن کے انتقال مکانی نے منتظمین کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ اس طرح جماعت میں روز بروز انحطاط اور ضعف آتا جائیگا اور اندیشہ ہے کہ کہیں ایک دن انتقال روحانی بھی نہو جائے چنانچہ انھوں نے آگرہ کو اپنا مستقل مرکز قرار دیا جو بانی مذہب کی جائے ولادت کے ساتھ ان کا آرام گاہ دوامی بھی ہے۔ یہی جذب و کشش تھی جو انھیں مشرق و مغرب ہر طرف پھرانیکے بعد بالآخر انھیں وہیں لے آئی، یہاں سے وہ اُٹھے تھے اور آج ان کا مستقر ان کے ہادی کی خواب گاہ کے پاس ہے جسکے نقش قدم پر چلنا یہ اپنے لئے ہدایت و نجات کا باعث سمجھتے ہیں۔

تعلیمی، صنعتی اور حرفتی ادارے

ہمیں یہاں ان کے عقاید و خیالات اور انکی مذہبی رفتار سے چنداں بحث نہیں جسقدر ہم ان کے تعلیمی و تمدنی کارناموں کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اس بستی کے اندر تعلیمی و تمدنی ضروریات کی ہر شے کا باقاعدہ اور مکمل انتظام ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کی تعلیمگاہوں کو لیجئے۔ پھاٹک کے اندر داخل ہوتے ہی ایک نہایت عالیشان عمارت ملیگی جو ۲۰۰ فیٹ لمبی چلی گئی ہے اور جو اپنی خوشنما کھڑکیوں اور گوتھک طرز کی محرابوں سے نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ یہ "رادھا سوامی انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۱۵ء میں جب رہنے کے لئے کچھ مکانات بنائے گئے تو دو سال بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ ان مکینوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک اسکول بھی ہونا چاہئے چنانچہ ۱۹۱۷ء میں مڈل تک کی جماعتیں کھول دی گئیں۔ اسی دوران میں اسکول انسپکٹر نے ایک موقع سے آکر یہاں کے انتظام و تعلیم کا معائنہ کیا اور نتیجہ خاطر خواہ پاکر اس نے اپنی رپوٹ میں یہ الفاظ لکھے۔

"میرے خیال میں کسی اسکول نے اب تک الحاق کی درخواست کرنے سے پیشتر 'پہلے مستحق بنو پھر مانگو' کے اصول پر اس سے زیادہ بہتر اور خوبی کے ساتھ عمل نہیں کیا ہے"

اس ریمارک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول دسویں جماعت تک ہوگیا اور ۱۹۲۰ء میں میٹرکولیشن کے امتحان کے لئے ۱۸ امیدوار بھیجے گئے، جن میں سے ۱۷ پاس ہوئے یہی وہ زمانہ تھا جبکہ سیڈلر کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی تھی اور اسکی سفارشات کی بنا پر صوبہ متحدہ میں انٹرمیڈیٹ کالج قائم ہو رہے تھے۔ "رادھا سوامی انسٹی ٹیوٹ" کی مجلس منتظمہ نے بھی اس اسکیم کے ماتحت اپنے ہاں فوراً دو جماعتیں بڑھا کر انٹر کالج قائم کردیا، جس میں آرٹس اور سائنس دونوں شعبوں کی تعلیم کا نہایت معقول اور بہتر انتظام رکھا گیا۔ اس وقت انسٹی ٹیوٹ میں کوئی چھ سو سے زاید طالب علم ہیں جن میں سو کے قریب طالبات ہیں۔ پانچویں جماعت تک لڑکے اور لڑکیوں کیلئے یکجا پڑھنے کا انتظام ہے لیکن اس کے بعد سے لڑکیوں کی تعلیم علیحدہ ہو جاتی ہے اور اب ان کے لئے بھی ایک کالج کھولنے کا خیال ہے۔ جس دن ہم لوگ "دیال باغ" دیکھنے گئے تھے اس روز "حضور سرکار صاحب" وزیر تعلیمات صوبہ متحدہ سے اسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

اس کے علاوہ صغر سن بچوں کی تعلیم کا نہایت جدید اصولوں پر انتظام ہے۔

تعلیم کا تمام انتظام اقامتی طرز پر ہے یعنی طلبا وہیں رہتے بھی ہیں جن کے لئے تین بڑے بڑے دارالاقامے ہیں، ایک کالج کے طلبا کے لئے، دوسرا متوسط العمر لڑکوں کے لئے اور تیسرا چھوٹے بچوں کے لئے۔ رہنے سہنے کا طریقہ بڑی حد تک سادہ اور نہایت صاف ستھرے انداز پر ہے۔ پہلے دو دارالاقاموں میں ہر کمرے میں تین تین یا زیادہ سے زیادہ چار لڑکوں کے رہنے کا قاعدہ ہے۔ سامان معیشت میں ہر لڑکے کے حصہ میں ایک چارپائی، ایک میز اور ایک کرسی سے زیادہ نہیں۔ کمرے نہایت کھلے ہوئے، روشن، صاف اور ستھرے ہوتے ہیں۔ بستر، میز، کرسی اور کتابیں نہایت سلیقہ اور قرینہ سے ہوتی ہیں۔ دارالاقاموں کے ہر ہر برآمدے کے سرے پر ایک فٹ رگ (جوتے صاف کرنے کا ٹاٹ) ہوتا ہے اور دونوں سروں پر کوڑا کرکٹ یا کاغذ وغیرہ ڈالنے کے لئے ٹین یا لوہے کے ڈبے رکھے ہوتے ہیں۔ ہم سے بیان کیا گیا کہ لڑکے کمرے خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ہیں اور اس قسم کے کاموں کا عادی بنانے کے لئے خود گروجی وقتاً فوقتاً ترغیب دلاتے رہتے ہیں اس کے متعلق کالج کے پرنسپل صاحب نے جو ایک نہایت با اخلاق، شریف اور اس جماعت کے سرگرم اور مخلص کارکن ہیں دوران گفتگو میں ہمیں ایک واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ جس دارالاقامہ کو آپ دیکھنے جائیں گے وہاں پہلے زمین نہایت ناصاف اور ناہموار تھی۔ ایک دن "سرکار صاحب" ادھر تشریف لے آئے اور یہ حالت دیکھ کر لڑکوں سے فرمایا کہ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ جہاں انسان رہے، وہاں ایسی گندگی اور بدنمائی پائی جائے تم لوگ بہتر ہے کہ خود یہ تمام زمین برابر کرکے صاف کر ڈالو۔ میں فلاں دن آؤنگا اور دیکھوں گا کہ تم لوگوں میں کہاں تک ہمت اور حوصلہ ہے۔" غرض حسب وعدہ "سرکار صاحب" ایک دن تشریف لائے اور دارالاقامہ کے ارد گرد کی تمام زمین کو دیکھا کہ آئینہ وار چمک رہی ہے۔ یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور لڑکوں سے فرمایا کہ "اچھا بتاؤ اس کے صلہ میں تم کیا چاہتے ہو؟" ان خوش مذاق لڑکوں نے کہا "ایک فوارہ!" "سرکار صاحب" نے فرمایا کہ "بھئی کام تو تم نے زیادہ سے زیادہ دس بیس روپے کی مزدوری کا کیا ہے لیکن صلہ میں تین چار سو روپیہ کی چیز مانگتے ہو۔ اچھا خیر، تمہاری خاطر سے یہ بھی منظور ہے" چنانچہ اس دارالاقامہ کے سامنے سنگ مرمر کا ایک نہایت عمدہ، بڑا فوارہ پڑا چھینٹ رہا ہے۔ آپ کو سنکر تعجب ہوگا کہ "انسٹی ٹیوٹ" کی یہ تمام عمارتیں، میدان اور مکانات سب ایک علم کے بڑے قدردان صوبہ متحدہ کے سابق گورنر سرہارکورٹ بٹلر کی قدر افزائی کا نتیجہ ہیں "ست سنگ" کے لوگوں نے جب اسکول وغیرہ کی عمارتیں بنانی چاہیں تو گرد و پیش کے زمینداران انھیں زمین نہیں دیتے تھے۔ بٹلر صاحب نے اپنے اثر سے ۶ ہزار قیمت کی زمین لیکر انھیں دی اور ۳۵ ہزار روپے اسکول و کالج کی دوسری ضرورتوں کیلئے عطا فرمایا۔

جیسا کہ پہلے کہیں ذکر ہو چکا ہے، ان کے اصول میں یہ بات ابتداہی سے رکھی گئی ہے کہ تمام ضروریات کی چیزیں خود ہی پیدا کی جائیں نیز تعلیم پانے والے طلبا کے لئے عام تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری اور حرفہ کی تعلیم کا بھی کوئی انتظام ہو، اس بنا پر یہاں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر صنعت و حرفت کا ایک کارخانہ بھی ہے جسکے ماتحت پارچہ بافی، چرم سازی، نجاری، لوہے اور دھات کا کام نیز ان پر قلعی کرنے کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ چرم سازی میں مختلف اقسام کے جوتے، سوٹ کیس اور دوسری چیزیں۔ نجاری میں لکڑی کی تمام اشیاء دھات کے کام میں چاقو اور چھریاں، جراحی کے آلات ڈیٹز جوبیز کے نمونہ کی لالٹینیں، فونٹین پن وغیرہ ہزاروں استعمال کی چیزیں بنتی ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں بغرض فروخت بھیجی جاتی ہیں۔ ہر سال تقریباً ۱½ لاکھ روپے کا سامان تیار ہوتا ہے جسکا بڑا حصہ سرکاری محکمہ خریداری (گورنمنٹ پرچیز ڈیپارٹمنٹ) میں لیا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت ایک صنعتی اسکول بھی ہے جس میں میٹرکولیشن پاس شدہ لڑکے لئے جاتے ہیں اور جنھیں میکینیکل الکٹریکل انجینیرنگ سکھائی جاتی ہے۔ اسکول کی کامیابی اور مزید تعلیم کی ضرورت دیکھکر منتظمین کا عنقریب ایک انجینیرنگ کالج کھولنے کا خیال ہے جسکو عمل میں آتے ہوئے کچھ دیر نہ لگے گی۔

ضروریات زندگی کے لئے دوسروں سے بے نیازی کا یہ حال ہے کہ برقی روشنی اور نل کے پانی کا انتظام بھی بالکل اپنا رکھا ہے۔ شہر سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے ان کا خود اپنا ٹیلیفون بھی ہے اور شہر والوں سے بات چیت کرنیکے لئے اس کا سلسلہ شہر کے سلسلہ سے جوڑ دیا ہے۔

ان کارخانجات کے علاوہ ایک ڈیری فارم بھی ہے جس میں سوا سو کے قریب نہایت اچھی قسم کے مویشی رہتے ہیں۔ جہاں گایوں کو چارہ دیا جاتا ہے، وہاں صفائی کا نہایت معقول انتظام رکھا جاتا ہے۔ دور رویہ ناند کی قطاریں ہیں

(مذھب)

اسلام

اصولی حیثیت سے

اسلام ہر زمانہ میں وہی تھا جو اب ہے۔ البتہ عملی حیثیت سے بعض بعض جزوی صورتیں ہیں جن میں ظاہر شکل ذرا جداگانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر منشا ہر وقت ایک ہی رہا۔ اور اس اختلاف کی بعینہٖ وہی حیثیت ہے جو ایک ہی انسان میں عمر کی تدریجی ترقی سے پیدا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ اسلام واقعی ان اُصول کا حامل ہے جن سے انسان کی ظاہری اور باطنی نشو و نما صحیح طور پر ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جب وہ روزمرہ کے واقعات سے اور یقینی دلائل سے اس بات کو سمجھ لیگا کہ ایک زبردست طاقت مجھ پر حکمرانی کرتی ہے جو آنکھوں سے تو ضرور پوشیدہ ہے مگر اس کی قوت کے مظاہر ضرور آنکھوں کے سامنے آتے ہیں، تو وہ اس یقین پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ ہی ہماری اُمید کا مرکز ہے۔ اور یہیں سے روحانیت کی ابتدا ہوجاتی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ وہ ان معمولات کو بھی اختیار کرلیتا ہے جو ایک ایسے شخص کی زبان سے سنتا ہے کہ جو اسی جیسا مگر اپنے برگزیدہ صفات کی وجہ سے تمام مخلوقات پر افضیلت رکھتا ہے۔

جب ہم ان باتوں کو صحیح طور پر سمجھ لینگے، اور مشاہدات اور دلائل کا جہاں تک تعلق ہے، انکی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوجائیگا تو ان چھ اصول کے تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ان ہی کو اصول اسلام کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) توحید۔ خدا کی وحدانیت کا اس طور پر اقرار کرنا کہ وہ تمام عیوب سے منزّہ و مبرّا ہے۔

(۲) فرشتوں کا اعتقاد کہ وہ ایک نورانی اور مکمل مخلوق ہیں جو خواہشات نفسانی سے بالاتر ہیں۔

(۳) قرآن کا اعتقاد کہ وہ ایک خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ جو مختلف اوقات میں جبرئیل فرشتہ کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۴) خدا کے تمام انبیا پر اعتقاد کہ وہ خدا کی طرف سے دنیا میں ہدایت کے لئے آئے۔

(۵) حشر و نشر اور قیامت کا اعتقاد کہ تمام بنی نوع خدا کے سامنے پیش ہونگی اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا کی مستحق ہوگی۔

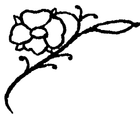
(۶) قضا و قدر کا اعتقاد کہ کاتب تقدیر نے دنیا کی پیدائش سے قبل ناقابل تنسیخ احکام انسان کے لئے مقدر کردئے ہیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان مجبور محض ہے۔

یہ وہ چھ اُصول ہیں جنکا تعلق اعتقادات سے ہے۔ بغیر ان کے اسلام معتبر نہیں ہوسکتا۔

بقیہ صفحہ (۹)

اس پر لوگوں کو سخت حیرت رہی۔ اخیر میں آپ اُٹھے اور اپنا مُصلّا، تسبیح اور کاسئہ چوبیں جو مرشد کی طرف سے عطا ہوا تھا، وہ آپ نے شیخ نصیرالدین کو بخشا اور فرمایا کہ تم دہلی میں لوگوں کے رنج و تکلیف اُٹھانے کے لئے رہو۔ یہ سب کچھ جب ہوچکا تو حالت متغیر ہونے لگی اور ابھی آفتاب ڈھلنے سوا گھنٹے باقی تھا کہ یہ آفتاب دین و ہدایت غروب ہوگیا

انا ﷲ وانا الیہ راجعون



سائنس

ضوفشاں مکڑی کا انکشاف

(۲)

"میں نے ابھی نورافشاں مکڑی کے متعلق آپکا مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا اور معاً مجھے خیال آیا کہ غالباً وہ مکڑی جگنو کھائے ہوئے ہوگی۔ مجھے بھی ایک موقع پر یہ خیال ہوا تھا کہ میں نے ایک ضوفشاں مینڈک کا انکشاف کیا ہے لیکن، قریب تر مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ وہ جانور جگنو نگلے ہوئے تھا جسکی وجہ سے اس کے پیٹ سے تیز روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس جانور کی نورافشانی کی مندرجہ ذیل دیگر امکانی صورتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ مثلاً اس کو کسی ضوفشاں جرثومہ کا انجکشن دیا گیا ہو۔ یا فی الحقیقت اس کے اندر کسی منور عضو کا موجود ہو، لیکن یہ بہت برا ہوا کہ آپ نے اس جانور کو پکڑ نہ لیا۔"

مندرجہ بالا نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر براؤن لکھتے ہیں کہ یہ توجیہ اس مکڑی پر مشکل سے منطبق ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ مکڑی ہمیشہ اپنے شکار کو جیتے ہوئے پکڑے رہتی ہے۔ یہی اعتراض اس نظریہ کے دوسرے حصہ پر بھی وارد ہوتا ہے جو کہ جراثیمی انجکشن کے متعلق پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ہے کہ میرا معائنہ اور مشاہدہ بالکل ارادی قسم کا تھا اور روشنی بالکل بیضوی یعنی اس جانور کے پیٹ کی ہم شکل تھی۔ اگر مکڑی منور شے کو نگلے ہوئے ہوتی تو روشنی اس کے تمام جسم سے منتشر ہوتی ہوئی دکھائی دیتی۔"

ایک عامی غیر ماہر فن آدمی بھی آسانی سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ مسٹر بارنم براؤن کے نتائج بالکل درست ہیں، مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ تشریحی اور حکمیاتی نتائج تک رسائی حاصل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے امریکہ اور یورپ کی جمادات کی کانوں میں کئی سال گذارے ہیں اور اب وہ گرگردن (ایک قسم کے جنگلی جانور) کے شکاری کی حیثیت سے بڑی نام آوری حاصل کرچکا ہے۔ وہ ایک نہایت متین اور غیر نمائش پسند طبیعت کا انسان ہے اور اس کو اپنی ذات کی دیانت اور اپنے انکشافات کی صداقت پر کامل اعتماد ہے ضوفشاں مکڑی کے متعلق اسکا یہ انکشاف اس نوع حیوانی کے اولین نمونہ کی حیثیت سے دفتر تحقیق کے صفحات پر ہمیشہ یادگار رہیگا۔ بہت ممکن ہے کہ قسمت کا کوئی دوسرا منظور نظر مکتشف اپنی خوش بختی کی یاوری سے اس جانور پر گرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے جو کہ بیاباں کی شب تاریک میں اس طرح ایک "قندیل رہبانی" جلایا کرتا ہے۔

(تاریخ)

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ

(۲)

کچھ دنوں کے بعد فاتحہ کی تقریب سے تمام مشائخ اور بزرگان مزار پر جمع تھے اور بادشاہ بھی ایک طرف قرآن کی تلاوت کر رہا تھا حضرت نظام الدینؒ کا اس طرف سے گذر ہوا تو بعض مصاحبین نے یاد دلایا کہ بادشاہ اس وقت موقع سے تشریف فرما ہیں۔ مناسب ہو تو ملاقات فرمالیں۔ شیخ نے یہ کہکر ٹالدیا کہ اس وقت وہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہے تلاوت میں خلل ہوگا" مگر بادشاہ کن انکھیوں سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا اور غصہ و تکلیف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

بالآخر اس سے نہیں رہا گیا اور اس نے تمام مشائخ و بزرگان کو جمع کیا اور انکے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ نظام الدین اولیا مجھ سے ملنے کے لئے کبھی نہیں آتے ہیں جس سے میرے اقتدار شاہی کو سخت ٹھیس پہنچ رہی ہے، اگر ہر روز نہیں تو ہفتہ وار اور یہ بھی نہ سہی تو ہر چاندرات کو مل جایا کریں۔ لوگوں نے بادشاہ کے اس قدر مصر ہونے پر شیخ کو سمجھایا اور دوبارہ درخواست کی حضرت تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ! دیکھو کیا ہوتا ہے۔ لوگوں نے لفظ انشاءاللہ سے یہ سمجھا کہ حضرت راضی ہوگئے اور جاکر بادشاہ کے حضور میں یہ خوشخبری سُنائی دی۔

لیکن ابھی چاند کی ستائیسویں تاریخ تھی کہ شیخ کے دو بڑے مقرب مرید خدمت میں حاضر ہوئے اور اس خبر پر تعجب کا اظہار کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ بہت متردد ہوئے کہ الٰہی کیا قیامت ہونیوالی ہے شیخ نے ان کی یہ پریشانی دیکھ کر فرمایا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ بادشاہ کو مجھ پر کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی چنانچہ اسی شب میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ میں کوٹھے پر قبلہ رو بیٹھا ہوں کہ ایک تیز سینگوں والی گائے سامنے سے آئی جونہی اس نے مجھ پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا، میں نے اس کے سینگ دونوں ہاتھوں سے پکڑ زمین پر دے پٹک دیا اور وہ گرتے ہی ہلاک ہوگئی"۔ اس خواب کو سُنکر مقربین کے دلوں کو ذرا تقویت ہوئی چنانچہ جب چاند کی اُنتیسویں تاریخ آئی تو خادم نے بعد نماز ظہر یاد دلایا کہ آج چاندرات ہے۔ حکم ہوا خاموش رہو۔ بعد عصر اس نے پھر اشارۃً کہا۔ اس وقت بھی خاموشی کا حکم ہوا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ حضرت غالباً تشریف نہ لے جائیں گے۔ اسی شب میں یہ واقعہ پیش آیا پہر رات بھی مشکل سے گزرنے پاتی ہے کہ خسرو خاں نامی جو خاندان شاہی کا پروردہ اور بادشاہ کا منظورِ نظر تھا، بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہے اور اسی کے ساتھ قاضی کو بھی اور خود تخت شاہی پر متمکن ہو جاتا ہے۔ کارکنان قضا یہ تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں

اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا۔ غیاث الدین تغلق ایک بار بنگال کی مہم پر گیا تھا جب واپس ہونے لگا تو اثنائے راہ میں اُسے یہ خبر ملی۔ کہ اس کا بیٹا محمد تغلق اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیا کا اشارہ پاکر تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے غیاث الدین تغلق نے جب یہ سُنا تو شیخ کے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا کہ آپ غیاث پور کا قیام فوراً چھوڑ دیں، اس سے سلطنت کے نظم و نسق میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ شیخ نے جب یہ خط پڑھا تو فرمایا "ہنوز دلّی دور است"۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ غیاث الدین تغلق جب لوٹا تو سب سے پہلے تغلق آباد ہی میں اُترا اور وہیں اسکے استقبال وغیرہ کی تیاری میں ایک خیمہ نصب کیا گیا سوء اتفاق سے وہ خیمہ گر پڑا اور وہ اسی میں مر گیا اور شیخ سے انتقام نہ لے سکا اسی وقت سے یہ فقرہ بطور ضرب المثل کے استعمال ہونے لگا ہے۔

شیخ کی عمر نوے سال کی ہوچکی تھی اور اکیانوے سال میں آپنے انتقال کیا۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے اور جینے کی کوئی اُمید نہ تھی تو ایکدن آپنے اپنے خادم خواجہ اقبال سے فرمایا کہ جتنا مال و اسباب گھر میں ہو، وہ سب غریبوں اور مسکینوں کو تقسیم کردو خواجہ نے کہا گھر میں رکھا ہی کیا ہے۔ نذر و ہدایا میں جو کچھ آتا ہے، وہ روز کا روز تقسیم ہو جاتا ہے البتہ لنگرخانہ کے سلسلے میں چند ہزار من غلہ باقی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اُسے نکلوا کر سب غریبوں میں تقسیم کردو۔ اس کے بعد آپنے کپڑوں کی گٹھری منگوائی اور اس میں سے دستار و خلعت مریدوں کو عطا کی اور انھیں مختلف اطراف میں چلے جانے اور مقیم ہونیکا حکم دیا۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی آپ کے ایک خاص مرید تھے، آپنے انکو کچھ نہیں عطا فرمایا

طبیعی جغرافیہ

۲

شبنم ۔ کہر ۔ اولے اور پالے بھی اسی طرح بنتے ہیں ۔ آیئے ہم آپ کو یہ بتائیں کہ شبنم کس طرح بنتی ہے ۔ شبنم اسی وقت بنیگی جب کہ مطلع بالکل صاف ہو ۔ یہ گھاس کی نچلی سطح پر بنتی ہے چنانچہ گھاس جو تمام دن کی گرمی جذب کرلیتی ہے رات میں اس کا اخراج ہوتا ہے ۔ اور جب صبح کی سرد ہوا اس گرم ہوا سے ٹکراتی ہے تو یہ فوراً قطروں کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور گھاس کی نچلی سطح پر پانی کے قطرے جمع ہوجاتے ہیں ۔ ہم تجربہ کی مدد سے یہ بھی معلوم کرسکتے ہیں کہ کس جگہ کا نقطۂ شبنم کیا ہے ۔ چنانچہ اس کی دریافت کیلئے زینالڈ نامی عالم طبیعات نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جسکو شبنم کا آلہ کہتے ہیں ۔ کہر اور اولے وغیرہ بھی اسی طرح بنتے ہیں ۔

اب آیئے ہم کچھ زمین کے اندرونی کارکن سے بھی تھوڑی بحث کریں ۔ زمین کے اندرونی کارکن ، گرم پانی کے چشمے ۔ زلزلہ ۔ آتش فشاں پہاڑ وغیرہ ہیں ۔

زمین پہلے بالکل آگ کی مانند تھی ، پھر رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہوتی گئی ۔ اس لئے آتشی اثرات اب تک باقی ہیں ، جن سے لاوا اور آگ نکلتی ہے ۔ چنانچہ آتش فشاں پہاڑ اس کا بدیہی نتیجہ ہے ۔ جب کسی گرم چیز سے سرد چیز آکر ملتی ہے تو وہ فوراً پھٹ جاتی ہے ۔ مثلاً شیشے کے گلاس کو خوب گرم کرو اور اس پر پانی کا ایک قطرہ ڈالو تو وہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے ۔ شیشے کا ٹوٹنا اس کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا نتیجہ ہے ۔ بعینہٖ یہی حال زمین کا ہے ۔ جب پانی زمین کے اندر جاتا ہے اور کسی گرم چیز سے ٹکراتا ہے تو اندر کی گرم گرم چٹانیں ٹوٹ جاتی ہیں جو زلزلے کی شکل میں ہم کو نظر آتی ہے ۔ اور بعض وقت اندر پانی جا کر گرم ہو جاتا ہے اور جونہی باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے تو گرم پانی کی شکل میں نکلتا ہے ۔ بیچارے جاپانیوں کو ہر وقت ان حادثات سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔ وہاں آتش فشاں پہاڑوں کا سلسلہ ہے ۔ اسی لئے وہ لکڑی کے مکان بنا کر رہتے ہیں ۔ انھیں نہیں معلوم کہ کس وقت آفت آجائے ۔

خام پیداوار پر آب و ہوا کا بہت اثر ہوتا ہے ۔ چنانچہ جن ملکوں کی آب و ہوا گرم ہے وہاں گرمی میں پیدا ہونے والے درخت اور غلہ پیدا ہوگا ۔ چنانچہ بنگال میں چاول اور پنجاب میں کثرت سے گیہوں پیدا ہوتا ہے ۔ دکن میں روئی کی کثرت ہے ۔

زمین میں بہت سے کیمیائی مرکبات ہیں اور ہر وقت ان میں کیمیائی عمل ہوتا رہتا ہے ۔ چنانچہ زمین میں مختلف قسم کی کانیں پائی جاتی ہیں ۔

اب ہم کو دو اہم چیزیں دستیاب ہوگئی ہیں (۱) غلہ اور (۲) کانیں تمام تجارت کا دارومدار انھیں دو اشیاء پر ہے ۔

جن ملکوں میں معدنیات کی کثرت ہے وہاں صنعت و حرفت ترقی پر ہے ۔ چنانچہ یورپ ایک صنعتی براعظم ہے ۔ جہاں دن رات ہزاروں قسم کی چیزیں بنتی رہتی ہیں اور ادھر اُدھر بھیجی جاتی ہیں ۔ جہاں غلہ زیادہ ہوتا ہے وہاں سے اُن ملکوں کو بھیجا جاتا ہے جہاں کمی ہو ۔ مثلاً ہندوستان سے ہزارہا من غلہ ہر سال یورپ کو جاتا ہے ۔ اور اُس کے بدلے ہم کو موٹریں سیکل ریل گاڑی کے سامان ۔ انجن اور بہت سی چیزیں ملتی رہتی ہیں ۔ اپنی ضروریات کے لئے دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں ۔ اگر ہندوستان پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ یہ صنعتی ملک کیوں نہیں ہوتا تو یہ بیچارا فطرت سے مجبور تھے ۔ یہاں بجائے صنعتی کالج اور اسکول کھولنے کے اگر زراعتی کالج کھولے جائیں تو اس کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوسکتی ہے ۔ صرف امریکہ ہی ایک ایسا ملک ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے ۔ وہاں غلہ بھی اسی کثرت سے پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ہر قسم کی کانیں ملتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بالکل الگ تھلگ ہے اور یہاں دولت بھی اس قدر پیدا ہو رہی ہے جس کا اندازہ محال ہے ۔

تجارت کیلئے ذرائع آمد و رفت کا بہت بڑا سوال رہ جاتا ہے جس زمانہ میں فن جہازرانی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس وقت سوداگر صرف خشکی کے راستوں سے مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے تھے جس میں اُن کو بہت سی دقتیں پیش آتی تھیں ۔ اُن کو ہر وقت قزاقوں اور راہزنوں کا کھٹکا رہتا تھا ۔ اور یہ تمام بوجھ بیچارے جانوروں کی پیٹھ پر لاد کرلے جایا جاتا تھا ۔

نظم

اے آسماں کے تارو!

اے آسماں کے تارو — کیوں جھلملا رہے ہو
فطرت کی بجلیوں سے — ہر دم چمک رہے ہو
کیا سرد ملک میں تم — رہتے ہو اے ستارو
کیوں تھرتھرا رہے ہو — کیا بات ہوگئی ہے
یہ چاند چودھویں کا — اک گیند نور کا ہے
دیکھو یہ چاند اکدم — روشن جو ہوگیا ہے
جب تک رہیگا جتنا — سورج مقابل اسکے
جب چاند اور سورج — کے بیچ میں زمیں ہو
ہے چاند پر زمیں کا — جو وقت سایہ پڑتا
ہیں داغ چاند میں جو — ہم کو دکھائی دیتے
سورج کے پاک جلوے — ان میں نہیں پہنچتے
چاند اور زمیں کا رستہ
چالیس ہزار دو لاکھ

تم نور کی فضا میں — کیا گل کھلا رہے ہو
یا اتنا جاگنے سے — آنکھیں جھپک رہی ہو
کیوں کپکپا رہے ہو — اس کا سبب بتاؤ
سردی میں تم کو شاید — اب رات ہوگئی ہے
یا کوہِ نور ہیرا — یہ ملک طور کا ہے
در اصل اس کے اندر — سورج چمک رہا ہے
نکلے گا رات میں چاند — اُتنا ہی روشنی سے
سورج سے نور کیسے — لے چاند یہ سمجھ لو
اُسکو گہن ہیں کہتے — یہ ہے سبب گہن کا
بے نور در حقیقت — یہ ہیں پہاڑ اُسکے
ویران ہیں پڑے اب — آباد یہ کبھی تھے
یہ کتنے میل کا ہے؟
اے درد فاصلہ ہے

قصے و کہانیاں

ہوائی جہاز

ایک دن ممّا مقصود (ماموں) اپنے بھانجوں کو جنکا نام جمیل و جلیل تھا، فضائی اسٹیشن پر لے گئے۔ ان لوگوں کو عرصہ سے اس بات کی تمنا تھی کہ اپنے ممّا کے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سفر کریں۔ لہذا دونوں ان کے سر ہو گئے۔ اور ان کے طفلانہ اصرار پر ممّا راضی ہو گئے مگر اس شرط پر کہ وہ سوالوں کی بھرمار سے ممّا کا دماغ نہ چاٹیں۔ ان دونوں نے اس کا پختہ وعدہ کیا مگر جمیل نے کہا کہ میں ایک دو سوال تو ضرور کرونگا۔ ممّا نے جواب دیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ موٹر پر بیٹھ کر فضائی اسٹیشن پر پہنچے۔ یہ اسٹیشن ایک وسیع سبزہ زار میں واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف سائبان پڑے تھے۔ وہ ایک چھوٹے سے مکان کی طرف چلے جو لوہے کے کھمبوں پر بنا ہوا تھا۔ ممّا نے بتایا کہ یہ لاسلکی کا مینارہ ہے جہاں میلوں دور طیاروں کے پیغامات سُنے جاتے ہیں۔

اس مینارہ کے چاروں طرف ایک برآمدہ تھا۔ بہت سے لوگ اس میں کھڑے ہوئے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس میں سے ایک ممّا کا شناسا بھی تھا۔ اُس نے دریافت کیا کہ شاید تم اپنے بھانجوں کو فضائی سفر کے واسطے لے جاؤ گے، ممّا نے کہا کہ نہیں آج تو نہ جائیں گے، گو انکی ضد یہی ہے کہ آج ہی سفر کریں۔ جمیل و جلیل موٹر پر سے اوترے اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔ جوں جوں ہوائی جہاز نیچے آتا گیا، انکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوائی جہاز زمین سے ٹکرا جائیگا لیکن نہیں۔ ہوائی جہاز کے پہیے تھوڑی دور تک گھاس کو چھوتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد زمین سے لگ جاتے ہیں۔ ہوائی جہاز زمین پر دوڑنے لگتا ہے پھر رُک جاتا ہے۔

ایک طرف کا دروازہ کھُلا اور بہت سے مُسافر باہر نکلے۔ یہ مسافر لندن سے آئے تھے۔ وہ ریل سے نہیں آئے۔ کیونکہ ہوائی جہاز ریل سے زیادہ تیز چلتا ہے۔ اسٹیشن پر کئی ہوائی جہاز موجود تھے اُن میں سے ایک روانہ ہو رہا تھا۔ وہ بہت چھوٹا سا جہاز تھا۔ اُس کا رنگ گہرا سُرخ اُس کے پنکھ بہت چھوٹے مگر اُسکا انجن بہت تیز رفتار تھا۔ اس کی رفتار فی گھنٹہ ۲۰۰ میل تھی۔ یہ سُرخ جہاز جسکا نام "اسکاؤٹ" تھا شور مچاتا ہوا ہوا میں اُڑا اور بہت جلد نظروں سے اُوجھل ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا طیّارہ نیچے آتا نظر پڑا وہ ان دونوں سے مختلف وضع کا تھا۔ اس ہوائی جہاز کے جو لندن سے آیا تھا اور دوسرے ہوائی جہاز "اسکاؤٹ" کے دو پنکھ تھے، جو اوپر نیچے لگے ہوئے تھے۔ اس طیّارہ میں ایک پنکھ تھا جو طیارے کے ایک جانب سے دوسری جانب تک پھیلا ہوا تھا بالکل اسی طرح جس طرح ایک بڑے پرند کے بازو پھیلے ہوتے ہیں۔

ممّا نے کہا کہ دیکھو یہ ایک پنکھ والا طیّارہ ہے لندن والا دو پنکھ کا تھا۔ دو پنکھ والے طیّارے آج کل بہت استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ ہوا میں زیادہ محفوظ اور مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔ جمیل نے کہا کہ کبھی نہ کبھی تو ضرور ہم تعطیلوں میں ہوائی جہاز میں بیٹھ کر مکان جایا کریں گے۔ بجائے اس کے کہ ایک گاڑی ہمارے مکان پر آکر کھڑی ہو اور ہم اس میں بیٹھیں اور اس طرح ریلوے اسٹیشن جائیں ہمارے واسطے ایک ہوائی جہاز آیا کریگا۔ اس میں بیٹھیں گے گلیوں مکانوں کی چھتوں پر سے گذرتے ہوئے اپنے مکان پہنچ جائیں گے ہر جنکشن پر ریل بدلنے کی قباحت سے توبچیں گے۔

ممّا ہنسنے لگے اور فرمایا "ہاں کبھی نہ کبھی طیّاروں سے اس قسم کا کام ضرور لیا جائیگا۔ مگر ہوائی جہاز دروازہ تک نہیں آسکتا اگر ہوائی جہاز گلیوں میں اُڑنے لگیں تو حادثے بہت ہوں تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ طیّارے کے اُترنے اور اُڑنے کے واسطے ایک وسیع میدان کی ضرورت ہے اس واسطے تم کو تھوڑی دور تو ضرور فضائی اسٹیشن تک آنا پڑے گا تاکہ ہوائی جہاز میں بیٹھ سکو۔ جیسے کہ تم ریلوے اسٹیشن پر ریل گاڑی میں بیٹھنے کے واسطے ضرور مکان سے جاتے ہو۔ ہاں ہوائی جہاز اتنا تیز جاتا ہے۔ کہ آنکھ جھپکنے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاؤ گے۔

مسافر ہی ہوائی جہاز سے سفر تھوڑی کرتے ہیں نہیں! بلکہ طیارے خطوط اور پارسل وغیرہ بھی لے جاتے ہیں خطوط یا تھیلے ایک پنیسے میں باندھ کر نیچے پھینک دئے جاتے ہیں یہ پلند اچھتری کی مانند ہوتا ہے طیارے کو نیچے آنیکی ضرورت نہیں پڑتی جلیل نے دریافت

آپ ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے واسطے اس اسٹیشن پر آتے ہیں۔ ممّا نے جواب دیا۔ نہیں جس طیارے کو میں چلاتا ہوں وہ بحری طیارہ ہے وہ صرف پانی پر اُترتا ہے۔ پہیوں کے بجائے نیچے مثل کشتی کے ایک تختہ لگا ہوتا ہے۔ سچ پوچھو تو یہ اُڑنے والی کشتی ہے۔ چونکہ ممّا اور اُنکے بھانجے مکان واپس جا رہے تھے تو جمیل نے کہا کہ ہم بھی جہازراں بنیں گے۔ ممّا نے کہا کہ انشاء اللہ۔ مگر جہازراں بننے کے واسطے جہازرانی کی تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے۔ محض کہنے سے نہیں بنجاتے۔ فضائی اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے اس کے بارے میں سبق پڑھنا ہوتا ہے انجن . . . .

اور چرخی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوتی ہے اور یہ کہ جہاز کو کسطرح زمین پر چلائیں، کس طرح اُڑائیں کسطرح اُتاریں اور کس طرح قابو میں رکھیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دماغ کو صحیح اور ٹھنڈا رکھیں خطرے کے وقت گھبرا نہ جائیں اور غلطی نہ کر دیں۔

ہوائی جہاز جنگلوں اور دنیا کے غیر معروف حصوں میں سفر کرنے کے واسطے بہت مفید ہے جہاں مُسافروں کو پیادہ پا کانٹے اور درختوں سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے پانی اور کھانے کی قلت سے تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہے جنگلی اور خوں خوار جانوروں کی وجہ سے جان خطرے میں رہتی ہے وہاں ہوائی جہاز بآسانی دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا گذر جاتا ہے اور مسافروں کو کچھ گزند نہیں پہنچتا۔ جہاز والوں کے پاس ایک کیمرہ بھی ہوتا ہے جس سے وہ اکثر اوپر سے نیچے کی تصویریں لیا کرتے ہیں۔

طیارے میں آلہ لاسلکی ضرور لگا ہوتا ہے تاکہ ہواباز زمین کے لوگوں سے بلا نیچے اُترے ہوئے گفتگو کر سکیں اس کے بہت سے فائدے ہیں مثال کے طور پر فرض کرو کہ اگر ایک جہازراں کہر میں اپنا راستہ بھول جائے تو وہ ایک لاسلکی کے پیام کے ذریعے دریافت کر سکتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ہوائی اسٹیشن پر کوئی لاسلکی کا بابو اس پیغام کو سُن لیتا ہے۔ اور اسکا جواب بذریعہ برقی لہر بھیجدیتا ہے کہ تم شمال، جنوب، مشرق مغرب۔ فلاں فلاں مقام پر ہو۔ اس جواب کی مدد سے جہازراں صحیح راستہ دریافت کر سکتا ہے کیونکہ جب وہ صحیح طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ وہ کس جگہ ہے وہ یہ بھی معلوم کر لیتا ہے کہ کس جانب اسکو اپنا جہاز منزل مقصود پر اُترنے کے واسطے اُڑانا چاہیئے۔

ڈرپوک شہزادہ

بہت زمانہ گُذرا کہ ملکِ فارس میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ نہایت ہی عادل اور نیک۔ اُس کے زمانے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ بادشاہ کے تھا ایک لڑکا۔ نہایت ہی بزدل کمینہ۔ اس لڑکے کا نام رحیم تھا۔ انسان جیسا ہوتا ہے ویسی اسکو صحبت بھی مل جاتی ہے۔ میاں رحیم کے دوست شہر کے بدمعاش اور آوارہ لوگ تھے۔ غرض ہوتے ہوتے رحیم کے والد کا بھی آخری وقت آپہنچا۔ اور وہ بیچارے اس دنیا سے چل بسے۔ اب کیا تھا رحیم پہلے سے بھی زیادہ عیش و آرام کرنے لگا۔ تمام بدمعاش دن بھر محل میں جمع رہتے۔ ایکدن رحیم کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے وزیر کو یہ کہتے سُنا "کل آپ کو شیر سے لڑنا ہوگا۔" رحیم نے غصہ ہوکر پوچھا "کیوں" وزیر نے جواب دیا "اس ملک کا یہی دستور ہے جب کوئی نیا ولیعہد بنایا جاتا ہے تو سب سے پہلے اُسے شیر سے لڑنا ہوتا ہے"۔

میاں رحیم اس وقت تو خاموش ہو رہے۔ لیکن شیر کا نام یاد کر کر کے اُنکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ انھوں نے رات میں بھاگنے کا پکّا ارادہ کرلیا۔ انکے دوست اُنکے کچھ کام نہ آئے۔ رات کے دو بجے کے قریب میاں رحیم گھوڑا لیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دو تین دن تک برابر چلتے رہے۔ آخر کار جب بھوک کی بہت ہی شدت ہوئی اور گھوڑے سے بھی نہ چلا گیا تو میاں رحیم ایک جنگل میں اُترے۔

بہت دور پر ایک چرواہا دکھائی دیا۔ گھوڑے کو درخت سے باندھ رحیم اسکے پاس پہنچے۔ چرواہا بیٹھا ہوا اپنی بانسری بجا رہا تھا۔ اس نے رحیم کا پرجوش استقبال کیا۔ رحیم نے پہلا سوال کھانے ہی کا کیا۔ اس بیچارے نے سوکھی روٹی جو گھر سے کھانے کو لایا تھا دیدی۔ رحیم کھانا کھا کر گھوڑے کے پاس گئے۔ اُسے پانی پلایا اور پھر اپنے ساتھ چرواہے کے پاس لے آئے۔ چرواہے نے کہا کہ آپ میرے مالک کے یہاں چلیئے۔ وہ آپکی قدر کریں گے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ رحیم چلنے کو راضی ہو گئے۔ شام کے وقت جب رحیم چرواہے کے ساتھ جا رہے تھے تو ایک بھیانک آواز سُنائی دی۔ رحیم چرواہے سے بولے "یہ کس کی آواز ہے" چرواہا "یہاں سے تین چار کے فاصلہ پر شیر رہا کرتے ہیں۔ ڈرنے کی کیا بات

ہے یہاں نہیں آئیں گے"۔ بھلا رحیم کو کہاں تاب تھی۔ فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے چرواہا بیچارا چلاتا ہی رہا بھلا یہ کس کی سنتے تھے۔

دوسرے دن رحیم عربی خیمہ میں جا پہنچے۔ یہ لوگ شکار کرنے کے لئے یہاں پڑے ہوئے تھے۔ رحیم کی بہت خاطر مدارات کی۔ چار پانچ دن کے بعد یہ عربی لوگ رحیم سے بولے "کل ہم لوگ علی الصباح شیر کے شکار کیلئے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ آپ بھی تیار ہو جایئے"۔ شیر کا نام سنتے ہی رحیم اپنا گھوڑا لے یہ جا، وہ جا۔

چلتے چلتے رحیم تیسرے دن ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ شہر میں ایک بہت بڑا عالیشان محل تھا۔ اس میں ایک امیر سوداگر رہتا تھا۔ رحیم بھی اسی محل میں گھس گئے امیر بہت اچھی طور سے پیش آیا۔ اس کے ایک لڑکی تھی جس کے بال سنہرے تھے۔ رحیم اسکو دیکھ کر عاشق ہو گئے۔ غرضکہ رحیم نے اپنا سارا قصہ امیر کو سنایا شام کا کھانا کھانے کے بعد امیر رحیم کو اپنے کمرہ میں لے گیا۔ رحیم کو نہایت ہی تعجب ہوا جب امیر نے یہ کہا " ڈریئے نا۔ یہ شیر پالتو ہے۔ سیڑھیوں ہی پر لیٹا رہیگا"۔ رحیم فوراً نیچے اتر آیا اور رات بھر سوچتا رہا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ جہاں میں جاتا ہوں بس شیر ہی کا سامنا ہوتا ہے۔

صبح کو امیر نے رحیم کو سمجھایا کہ اس کو اپنے شہر کو لوٹ جانا چاہیئے۔ اور شیر سے ضرور لڑنا چاہیئے۔ وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ الغرض رحیم اپنے دل میں پکا ارادہ کرکے چلدیا۔ راستے میں اسے وہی خیمے والے اور چرواہا ملے رحیم نے سارا ماجرا اُن سے کہا۔ انھوں نے کہا " جاؤ خدا تمہیں کامیاب کرے"

رحیم اپنے شہر میں آ پہنچا۔ اُس نے اپنے ارادے سے وزیر کو مطلع کیا۔ وزیر بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن صبح رحیم کو معہ ایک شیر کے جو کہ ایک پنجرے میں بند تھا، کھاڑہ میں چھوڑ دیا۔ رحیم ڈھال لیکر نہایت بہادری سے کھڑا ہو گیا۔ شیر پالتو تھا۔ رحیم کے پیچھے کتے کی طرح چلنے لگا۔ فوراً وزیر نے چلاکر کہا تم کامیاب ہو گئے"۔ رحیم کی دوسرے دن تاجپوشی ہوئی جبوقت رحیم گدی پر جلوہ افروز ہوئے۔ دو اجنبی آئے۔ ایک امیر تھا اور دوسرا چرواہا۔ امیر کے ساتھ اسکی سنہرے بالوں والی لڑکی بھی موجود تھی۔ لڑکی کی شادی رحیم کے ساتھ ہو گئی۔ امیر کی رحیم نے بڑی قدر کی چرواہے کو بھی ایک معقول جگہ دیدی۔ سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔ دوسرے دن رحیم نے اپنے تمام برتنوں پر۔ دیواروں پر۔ کتابوں پر۔ غرض ہر چیز پر یہ عبارت لکھوا دی "

"کبھی کسی مشکل سے نہ ڈرو"۔ امید ہے کہ تمام پیام تعلیم بھائی اور بہنیں اس نصیحت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

بقیہ صفحہ (۵)

اور بیچ میں سے ریل کی پٹری گزرتی ہے۔ ایک چھوٹی سی گاڑی چارے سے لدی ہوئی آتی ہے اور ایک آدمی دونوں طرف ناندوں میں چارہ ڈالتا چلا جاتا ہے۔ ہر ناند پر اس مویشی کا نام، اس کی نسل اور آمد کی تاریخ لکھی رہتی ہے۔ ناند کے سامنے نمک کا ایک ڈلہ تار سے لٹکا رہتا ہے جسے گائے چارہ کھانے کے بعد چاٹ لیتی ہے گوبر اور پیشاب کی صفائی کا پمپ کے ذریعے نہایت بہتر انتظام ہے۔ مویشیوں میں ایک آسٹریلین نسل کا سانڈ بھی ہے جسکے کوئی کوہان نہیں تھا۔ اس قسم کے بیل پہلے ہندوستان میں بھی پائے جاتے تھے جسکا پتہ سندھ کے تازہ تاریخی انکشافات میں اکثر مہروں اور تعویذوں سے ملتا ہے۔ مویشیوں کے علاج کے لئے ایک شفاخانہ بھی ہے جس میں ایک نہایت تجربہ کار ڈاکٹر رہتا ہے۔ خود سرکار صاحب کے صاحبزادے کچھ عرصہ ہوا یورپ طب حیواناتی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں، واپس آکر اسی شفاخانہ میں کام کریں گے۔ 'کریم' (بالائی) اور مکھن بنانیکا ایک چھوٹا سا کارخانہ بھی ہے جس میں جدید سائنٹیفک اصولوں پر یہ چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور جس کی صفائی ستھرائی کے خیال رکھنے کا یہ حال ہے کہ جالیوں کے ذریعہ مکھیوں کے روکنے کے ساتھ ساتھ بجز اندر کے کام کرنیوالوں کے باہر سے اور کسی کے جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ایک ایگریکلچرل فارم بھی ہے جس میں کافی وسیع پیمانہ پر غلوں کی کاشت کے علاوہ مختلف قسم کی ترکاریاں بھی بوئی جاتی ہیں۔ اسکے لیئے بڑی دقت انھیں سب سے پہلے آبپاشی کی ہوئی تھی لیکن اب انھوں نے اس تمام احاطہ میں اپنی خاص نہر کے ذریعہ سے آب رسانی کا انتظام کرلیا ہے۔ کچھ فاصلہ سے جمنا نہر گذرتی ہے، اسے کاٹ کر یہ اپنی نہر لائے ہیں اور اس کے ذریعہ وہ تمام آبپاشی کے کام لیتے ہیں۔ پانی کا ذخیرہ جمع رکھنے کے لئے ایک تالاب بھی ہے جو ۷۰ فٹ طویل، ۵۰ فٹ عریض اور ½ ۵ فیٹ عمیق ہے اور جس سے نہانے اور تیرنے سکھانے کا کام بھی لیتے ہیں۔

غرض جہاں تک ضروریات زندگی میں آرام و آسائش کا تعلق ہے "دیال باغ" اس خطہ ہندوستان پر ایک 'باغ عدن' ہے۔ اپنے قوت بازو پر اعتماد رکھنا اور آپ اپنے پاؤں کے سہارے کھڑے ہونے میں انسانوں کی یہ بستی آپ اپنی مثال ہے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے 'خدا اُنہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں' اس اصول کا یہ قطعۂ ارضی ایک زندہ مثال ہے جوش عمل خلوص نیت پختگی ارادہ میں اسکی نظیر کسی اور ہندوستان کے کسی حصہ میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی مشکل سے ملیگی۔

کوائف جامعہ

دسہرہ کی تعطیلات جامعہ کے مختلف دارالاقاموں کے طلبا نے مختلف طریقوں سے گزاریں۔ "گلشن منزل" (کالج کے طلبا کا دار الاقامہ) کے طلبا نے نظام الدین اولیا میں جاکر دو دن تک قیام کیا اور اس عرصہ میں علاوہ سیر و تفریح کے گرد و نواح کے تاریخی آثار کی تحقیقات کرتے رہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے از راہ عنایت ان کے رہنے سہنے کا معقول انتظام فرما دیا تھا۔

"بشیر منزل" (اسکول کے بڑے طلبا کا دارالاقامہ) کے طلبا مع چند باہر کے لوگوں کے آگرے گئے تھے جہاں وہ "شعیب محمدیہ ہائی اسکول" میں ٹھہرے تھے۔ آگرہ کے تین دن کے قیام میں انھوں نے تاج محل، اعتماد الدولہ، قلعہ، سکندرہ، اور فتحپور سیکری کی پوری سیر کرنے کے علاوہ "دیال باغ" کو بھی دیکھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک دن شعیبیہ ہائی اسکول کی ٹیم سے ہاکی میچ بھی کھیلے جس میں وہ ایک گول سے جیتے۔ آگرے کے اس پورے قیام کے دوران میں اسکول کے منیجر صاحب جناب سعید احمد صاحب مارہروی و جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اور فارسی کے مولوی صاحب جو مخصوص طور پر میزبانی کیلئے مقرر کئے گئے تھے، تمام حضرات نہایت شفقت و مہربانی فرماتے رہے۔ منیجر صاحب موصوف نے ایکدن ہم سب لوگوں کی ایک نہایت پُرتکلف دعوت بھی کی۔ اور سکندرہ اور دیال باغ دیکھنے کے لئے اپنے اسکول کی لاری بھی عنایت کی۔ ہم اراکین اسکول کی اس شفقت و عنایت کے تہ دل سے شکر گذار ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دہلی کی سیر کرنے کے لئے اسکول سے اگر کوئی جماعت آئے تو جامعہ کے دارالاقامہ کو اپنا گھر سمجھ کر یہیں قیام کرے گی۔

"غالب منزل" (اسکول کے چھوٹے بچوں کا دار الاقامہ) کے طلبا ایک دن قطب صاحب گئے اور وہاں کھیل کود اور سیر و تفریح میں سارا دن گزارا، کھانا وغیرہ بھی وہیں پکا کر کھایا۔

شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ابھی تک اپنے بھوپال اور حیدرآباد کے دورے سے واپس تشریف نہیں لائے ہیں۔ آپ کے ایک خط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بھوپال میں بحمد اللہ بہت اچھی کامیابی ہوئی ہے اور حیدرآباد میں اس سے زیادہ کی توقع ہے۔ اسی وجہ سے ابھی آپ رُکے ہوئے ہیں۔ تفصیلی حالات موصوف نے خود لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔

جناب حامد علی خانصاحب، منیجر مکتبہ جامعہ اپنی والدہ صاحبہ اور پھوپھی صاحبہ کی علالت میں بھوپال تشریف لے گئے ہیں جہاں آپ کے بعض اعزہ آپ کے بڑے بھائی کے ہمراہ رہتے تھے۔ ہمیں نہایت افسوس اور رنج ہے کہ حامد صاحب کی پھوپھی کا انتقال ہوگیا جو آپ کے لئے بمنزلہ والدہ کے تھیں۔ ہم سب اہل جامعہ آپ کے اس غم میں تہ دل سے شریک ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ (۹)

لیکن جب سے ریلوں۔ موٹروں۔ ٹراموے وغیرہ کا رواج ہوا اور جہاز رانی ایجاد ہوئی اسوقت سے بہت سی سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور تاجر ایک جگہ سے دوسری جگہ مال بآسانی لیجاتے ہیں۔

جہاز رانی کے لئے ساحل کا شکستہ ہونا بیحد ضروری ہے ورنہ جہاز بندرگاہ کے اندر نہیں آسکتے۔ چنانچہ بمبئی کا ساحل قدرتاً شکستہ ہے اور مدارس کا شکستہ نہیں ہے اس لئے وہاں مصنوعی بندرگاہ بنایا گیا ہے۔ یورپ میں جزائر برطانیہ کا ساحل نہایت ہی شکستہ ہے جسکی وجہ سے وہاں کثرت سے جہاز بندرگاہ کے اندر چلے آتے ہیں اور بآسانی مال خشکی میں اُتار لیا جاتا ہے۔

جن ممالک میں یہ تمام باتیں یکجا ہونگی وہاں کی آبادی بھی کثرت سے ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ تمدن اور تہذیب میں دن رات ترقی ہوتی جائیگی چنانچہ یورپ اس معاملہ میں نہایت ہی خوش قسمت ہے جسکی وجہ سے وہاں آئے دن ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور آجکل دنیا میں یورپ مہذب خطہ مانا جاتا ہے۔

مفید کتب

دکن میں اُردو

مولفہ مولوی محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب منشی فاضل

جنوبی ہند میں اردو کی ابتدائی تاریخ قطب شاہی عادل شاہی اور آصف جاہی دوران میں اردو زبان ونثر کی حالت اور شعرائے اُردو کا تذکرہ معہ نمونۂ کلام ضخامت ۴۸۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ چکنا بار دوم قیمت دو روپیہ (عہ)

خیابانِ اُردو

مرتبہ جناب احمد عارف صاحب حیدر آبادی ہندوستان

کے ممتاز اردو انشا پردازوں اور نامی گرامی شعراء کے نظم ونثر کا بہترین انتخاب جو مدارس کے تعلیمی نصاب کے لئے نہایت موزوں ہے ضخامت تقریباً ۴۸ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ عہ

روح تنقید

مصنفہ مولوی ابوالحسنات سید غلام محی الدین قادری زورؔ ایم اے، فن تنقید کے متعلق اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جس میں ماضی وحال کے علمائے یورپ کی تنقیدی اصول بیان کئے گئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں مثنوی سحر البیان پر نقد وتبصرہ کیا گیا ہے ضخامت ۳۰۵ سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ بار دوم قیمت عہ

تنقیدی مقالات

مصنفہ زورؔ صاحب۔ یہ روح تنقید کا دوسرا حصہ ہے جس میں مصنف نے روح تنقید کے پیش کردہ اصولوں کی روشنی میں انگریزی، فارسی، اور اُردو زبانوں کے مشہور اہل قلم کی قلم کاریوں پر تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا ہے اور نیز بعض مشہور اُردو انشا پردازوں کے طرز تحریر پر تبصرہ کرنیکے خاص خاص اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ضخامت ۵۰۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی وغیرہ عمدہ مجلد سادہ قیمت ہے

اردو کے اسالیب بیان

مصنفہ زورؔ صاحب۔ نثر نگاری کی ابتدائی کیفیت۔ ابتدا سے لیکر آجتک کے نثر نگاروں کے طرز تحریر وانداز بیان کا تذکرہ خاص طرز تحریر کے اُردو انشا پردازوں کے اسالیب بیان پر تبصرہ ضخامت ۴۰۲ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ عہ

سلطان محمود غزنوی کی بزم ادب

مصنفہ زورؔ صاحب

سلطان محمود غزنوی سے پہلے اور بعد کے علم وادب کے حالات سلطان محمود غزنوی کے علمی ادبی کارنامے ترتیب کتاب میں پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران سے استفادہ کیا گیا ہے ضخامت ۱۲۰ صفحے کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ پاکٹ اڈیشن۔ قیمت ۱۲ر

دنیائے افسانہ

مصنفہ مولوی محمد عبد القادر سروری ایم اے ایل ایل بی، افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ اور افسانہ نویسی کے اصول ومبادیات یہ اردو زبان میں اپنے مضمون کی پہلی کتاب ہے ضخامت ۲۱۰ صفحات۔ سائز پاکٹ اڈیشن۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی بہترین قیمت عہ

مبادی فلسفہ

مولفہ مولوی حسن الدین صاحب بی اے ایل ایل بی، ڈاکٹر اے، ایس راپورٹ پی ایچ ڈی کی پرائمری فلاسفی کا ملخص بامحاورہ ترجمہ ضخامت ۱۳۶ صفحات۔ سائز پاکٹ اڈیشن کاغذ چکنا۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۱۲

جور فلک

مشہور ومعروف انگریزی ناول ایسٹ لین کا دلکش سلیس اردو ترجمہ از پروفیسر انعام اللہ خاں علیگڑھ۔ تین حصوں مجموعی تعداد صفحات ۱۲۶۶ نفیس طباعت اور قیمت صرف عہ

لیجئے صاحبان پھر ہماری سالانہ رعائیت کے دن آ گئے

کارخانہ

ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ

دی پنجاب چیمبر آف سپورٹس شہر سیالکوٹ پنجاب کی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں عظیم الشان

رعائیت کی باد نسیم کا بارھواں سالانہ جھونکا



ایک روپیہ کا مال صرف بارہ آنے میں

ساتھ ہی سامان کھیل کے عمدہ ۔ مضبوط ۔ خوبصورت ۔ دیرپا ۔ نفیس اور ارزاں ہونے کی گارنٹی

رعائیت کے صرف دو ماہ نومبر اور دسمبر ۱۹۲۹ء

ممتاز ناظرین ۔ حسب دستور سابق ہم نے اپنی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں آپ صاحبان کو شامل کرنے کے لئے اپنے تیار کردہ [illegible] سامان کھیل مثلاً کرکٹ ۔ فٹ بال ۔ والی بال ۔ باسکٹ بال ۔ ہاکی ۔ ٹینس ۔ بیڈ منٹن اور جمناسٹک وغیرہ جملہ سامان کھیل کی قیمتوں میں حیرت انگیز رعایت کر دی یعنی میعاد مندرجہ صدر کے اندر اندر ایک روپیہ کا مال بارہ آنہ میں دینا منظور کر لیا ہے ۔ علاوہ اس کے سامان کے نیا تازہ اور مضبوط ہونے کی گارنٹی لینے ذمہ واری +

ہمارا سامان کھیل عرصہ بارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جاتا ہے جس کی عمدگی اور ارزانی قیمت کی وجہ سے بیشمار سرٹیفکیٹ ملنے کے علاوہ ہزار ہا مستقل خریدار بن چکے ہیں ۔ جملہ صاحب ایک مرتبہ بھی ہم سے معاملہ کر چکے ہیں ۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ دروغ گوئی ہمارا شیوہ نہیں ۔ [illegible] اپنے تیار کردہ سامان کھیل کی نسبت تمام تعریفی الفاظ کو نظر انداز کر کے صرف اتنا لکھنا کافی خیال کرتے ہیں ۔ کہ ملک نے یکزبان ہو کر اس بات کو تسلیم کر لیا ہے ۔ کہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ کے سامان کھیل سے عمدہ اور با[illegible]یت سامان کھیل کسی دوسری جگہ سے ملنا ناممکن ہے اور پھر آج کل جب کہ ہم مفت کے برابر لٹا رہے ہیں ۔ اسلئے ہمارے پرانے گاہکوں اور دیگر نئے اصحاب کو ہمارے اس رعایتی اعلان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے +

ذیل میں فہرست سامان کھیل درج ہے جسپر سالگرہ کی خوشی میں ۴ر فی روپیہ کی رعائیت دیجی جاوے گی ۔ حسب ضرورت طلب کریں

فہرست سامان ہاکی

دی منارک ۳ ربڑ سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر کا پنوری چمڑا لپیٹا ہوا نہایت خوبصورت اور مضبوط قیمت صرف ...... (عہ)

دی میجسٹک ڈبل سپرنگ ہینڈل اوپر اٹا چمڑا سیا ہوا ۔ نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت فی ہاکی پانچروپے ...... (صہ)

دی مارشل ڈبل سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر سن پروف رنگ کا ولایتی دھاگا لپیٹا ہوا مضبوط اور خوبصورت قیمت ..... (للعہ)

دی مارین سنگل سپرنگ ٹوائین یونڈ ہینڈل ہاکی قیمت صرف ...... (للعہ)

دی میجر آل کین ہینڈل اوپر سیاہ ولایتی دھاگا قیمت صرف ...... (للعہ)

دی سپیشل پرکٹیس ڈنڈا ہاکی اوپر چمڑا لپیٹا ہوا قیمت صرف ...... (عہ)

چھوٹے بچوں کی ہاکیاں مارین قیمت عہ پرکٹیس عہ ہاکی بال منارک ۳ ے میچ عہ سپیشل پرکٹیس قیمت ...... (عہ)

فہرست سامان کرکٹ

دی میجسٹک تین ربڑ سپرنگ ہینڈل کرکٹ بیٹ اوپر اٹا مضبوط چمڑہ سیا ہوا نہایت مضبوط ۔ قیمت صرف ...... (عہ)

دی مارشل ڈبل سپرنگ لیدر یونڈ ہینڈل بیٹ قیمت صرف ...... (عہ)

دی میجر سنگل سپرنگ ٹوائین یونڈ ہینڈل بیٹ قیمت ے + دی سپیشل پرکٹیس آل کین ہینڈل روزانہ پرکٹیس کے لئے قیمت ...... (صہ)

چھوٹے بچوں کے کرکٹ بیٹ عہ عہ کرکٹ بال دی منارک ے میچ ۔ عہ سپیشل پرکٹیس عہ لیگ گارڈ چمڑہ کے ہمراہ زین کے عہ فی جوڑہ ۔

بیٹنگ گلوز عہ وکٹ گلوز بڑھیا قیمت عہ قیمت چار روپے (للعہ) فی جوڑہ

وکٹ دی مارشل بڑی قیمت پانچروپے عہ چھوٹی ے فی سٹ بمعہ بیلز +

ربڑ ہینڈل کور قیمت (عہ) سکورنگ بک عہ چھوٹے بال قیمت فی (عہ) +

فہرست سامان فٹ بال

دی منارک عہ ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط اور خوبصورت فٹ بال منہ ایک ٹکڑہ میں قیمت مکمل عہ قیمت ...... (عہ)

دی میجسٹک تیرہ ٹکڑا کا منہ ایک ٹکڑا میں عہ

دی میجر سبز تندے والا میچوں کے لئے عہ

دی میجر سادہ مگر نہایت مضبوط منہ ایک ٹکڑا میں قیمت صرف ...... (عہ)

دی سپیشل پرکٹیس روزانہ پرکٹیس کے لئے مضبوط فٹ بال قیمت ...... (عہ)

چھوٹے بچوں کے لئے میجسٹک فٹ بال عہ عہ بلیڈر سرخ تازہ مال عہ عہ +

پچکاری بڑی قیمت (عہ) درمیانہ قیمت دو روپے (عہ) چھوٹی قیمت (عہ)

فٹ بال بوٹ ولایتی فی جوڑہ قیمت عہ جرابیں فی جوڑہ قیمت (عہ) +

سلوشن عہ آٹھ آنے ۔ سیٹی (عہ)

قواعد فٹ بال قیمت چھ آنے ۶ر

فہرست سامان والی بال

ملک والی بال گلدستہ رنگ برنگی ٹکڑوں کا نہایت خوبصورت اور مضبوط منہ ایک ٹکڑا میں مکمل عہ قیمت صرف ...... (۹ر)

دی منارک والی بال گلدستہ قسم دوم مکمل عہ قیمت چھ روپے آٹھ آنے (عہ)

چھوٹے بچوں کے والی بال مکمل عہ عہ + فالتو بلیڈر برائے والی بال عہ عہ عہ ایک روپیہ آٹھ (عہ) +

دی ملک والی بال جال بیرون رنگ بڑھیا قسم بمعہ سوتی ڈوری کے قیمت آٹھ روپے ۔ عہ ۔ للعہ فی

دی منارک سفید بڑھیا جال قیمت عہ عہ ۔ للعہ ۔ عہ +

والی بال پولز فیروزی رنگ کے سنہری بال والے ولایتی پالش شدہ بمعہ رسوں اور میخوں کے قیمت بارہ روپے (عہ)

کتاب قواعد والی بال اردو قیمت ۲ر

" " انگریزی باتصویر ۔ ۱۲ر

سامان بذریعہ وی پی پارسلوں کے ارسال ہوگا ۔ خرچ ڈاک و پارسل اور کرایہ وغیرہ ہرحالت میں بذمہ خریدار ہوگا +

ملنے کا پتہ : **جنرل مینیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ**

تار کا پتہ رجسٹری شدہ
"Malik" Sialkot. city.